حقائق عاشورا کا مخفی پہلو

مؤلف: آیۃ اللہ سید علی حسینی میلانی مُد ظلہ العالی

مرکز حقائق الاسلامی

کتاب	حقائق عاشورہ کے مخفی پہلو
مؤلف	آیت اللہ سید علی حسینی میلانی
ناشر	مرکز حقائق اسلامی
اشاعت دوّم	۱۴۴۶ھ-۲۰۲۴ء
تعداد	۱۰۰۰
طباعت	طبع دوّم
شابک	ISBN۹-۱۴-۵۳۴۸-۶۰۰-۹۷۸

مرکزالحقائق اسلامی

قم/صفائیہ/کوچہ ۳۴/کوچہ ایرانی زادہ پلاک ۳۳

فون نمبر:۷۷۳۹۹۶۸-۲۵۱-۰۰۹۸

فیکس نمبر:۷۷۴۰۸۹۵-۲۵۱-۰۰۹۸

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مطالب

مقدمہ ۱

واقعہ کربلا تاریخ کے آئینہ میں

واقعہ کربلا کو زندہ رکھنے کے لئے ائمہ طاہرین علیہم السلام کی کوششیں.............. ۶
واقعہ کربلا کو مٹانے کی ناکام کوششیں ۸
۱۔ عرفان و تصوف : ۸
۲۔ تقدس اورپرہیزگاری : ۱۰
۳۔ تکذیب واقعہ: ۱۱
حقائق کا ایک جلوہ.. ۱۳
ایک اورموقف ۱۴
خلاصہ کلام.. ۱۶
یزید کے قاتل ہونے کا اقرار اوراس کے کام کی تائید.................................. ۱۷
ابن خلدون اورشہادت سید الشہداء علیہ السلام کی مخالفت ۱۷

ابن عربی مالکی کا نظریہ...۱۹
نظریات کا خلاصہ ۲۴
واقعہ عاشورہ کے خلاف جہاد کیوں ۲۵
عبدالمغیث حنبلی بغدادی کا نظریہ..۲۶
خلفاء پر لعن کے سلسلہ میں تفتازانی کا نظریہ ۲۹
واقعہ کربلا میں معاویہ کے کردار پر ایک نظر......................................۳۰
متعصّب علمائے اہل سنت کے نظریات کا تنقیدی جائزہ ۳۱
ا۔تمام صحابہ کا یزید کی حاکمیت اور ولایت کو قبول کرنا:.........................۳۲
۲۔یزید کی ولایت میں عبداللہ بن عمر کا کردار:....................................۳۲
۳۔یزید پر لعنت نہ بھیجنے کا سبب:..۳۴
معاویہ کی مدح میں من گھڑت حدیث ۳۵
۵۔شیعیان عراق کی امام حسین علیہ السلام کو دعوت: ۴۱

پہلا حصہ

شہادت سید الشہداءعلیہ السلام میں معاویہ کا کردار

یزید کی خلافت اورجانشینی...۴۵
پہلی رکاوٹ: ۴۵
دوسری رکاوٹ:...۴۶
ا۔امام حسن علیہ السلام ، جانشینی یزید کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ: ۴۶

۲۔دوسری رکاوٹ ،سعد بن ابی وقاص: ۵۰
۳۔یزید کی جانشینی کے مسئلہ میں عائشہ کی مخالفت: ۵۱
۴۔معاویہ کی جانب سے نامور شخصیات کا قتل ۵۳
حقائق سے پردہ پوشی ۵۴
۵۔عبدالرحمن بن خالدایک اوررکاوٹ: ۵۵
زیاد بن ابیہ کا انجام ۵۸
دوسری روش مخالفوں کی جلاوطنی ۵۹
مال و زر کے ذریعہ امت کے بزرگوں کی خریداری ۶۱
عبداللہ بن عمر اوران کی خاموشی ۶۲
منذر بن زبیر اوراس کا ناپائیدار سکوت ۶۲
کوفہ میں معاویہ اوراس کے گورنروں کی کوششیں ۶۳
معاویہ کے دور اقتدار میں اس کے گورنروں کی سرگرمیاں ۶۴
کوفہ میں معاویہ کے ناپاک عزائم ۶۶
معاویہ کی ایک اورچال ۶۹
سید الشہداء علیہ السلام کی معاویہ کے ساتھ گفتگو ۷۰
امام حسین علیہ السلام اور معاویہ کے خط کا جواب ۷۲
امام حسین علیہ السلام کی استقامت اور معاویہ کی ناکامی ۷۳
والی مدینہ کی معزولی ۷۴
تین اہم نکات ۷۵

پہلا اہم نکتہ: ۷۵
دوسرا اہم نکتہ : ۷۶
تیسرا نکتہ: ۷۹
مدینہ کے گورنر ولید کو یزید کا خط ۷۹
شیعہ کتابوں میں معاویہ کی یزید کو وصیتیں.. ۸۳
مکہ میں امام حسین علیہ السلام کا ورود ۸۶
امام حسین علیہ السلام اور مکہ کے گورنر کا آپ کے ساتھ سلوک ۸۹
اہل کوفہ کے خطوط اور مسلم کا ان کی طرف بھیجا جانا.. ۹۳
کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر ۹۳
خلاصہ اور نتیجہ ۹۵

دوسرا حصہ

واقعہ کربلا اور یزید ابن معاویہ

معاویہ اور ابن زیاد کی گورنری کا حکم ۱۰۱
ابن عباس کا یزید کو خط ۱۱۲
معاویہ بن یزید کی تقریر ۱۱۴
ابن زیاد کا اقرار ۱۱۵
شہادت حضرت مسلم بن عقیل پر یزید کی خوشی.. ۱۱۶
شہداء کے سر یزید کے دربار میں ۱۱۷

اہل حرم کی اسیری اوریزید کے پاس ان کی روانگی ۱۱۸
یزید کی پریشانی اور دمشق میں کشیدگی ۱۲۵
ا۔سید الشہداء کے سراقدس کا تلاوت قرآن کرنا:.. ۱۲۵
۲۔دمشق کی مسجد میں امام سجاد علیہ السلام کی تقریر : ۱۲۶
۳۔دمشق اور تین دن عمومی سوگ : ۱۲۶
اما م سجاد علیہ السلام کا آیت مودت سے استدلال ۱۲۷
حضرت امام سجاد علیہ السلام کی منہال سے گفتگو ۱۲۸
یزید کی محفل اور صحابی رسول کا اعتراض ۱۲۹
شام میں سید الشہد علیہ السلام کا سر اقدس اور ایک تابعی کی گفتگو ۱۲۹
مؤرخین کے مطابق دمشق کے حالات.. ۱۳۰

تیسرا حصہ

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سلسلہ میں اہل کوفہ کا کردار

امام حسین علیہ السلام کو دعوت دینے والے اہل کوفہ ۱۳۵
مکہ کے گورنر عمروبن سعید کا امان نامہ ۱۳۷
امام حسین علیہ السلام کا شہادت کی خبر دینا ۱۳۷
اما م حسین علیہ السلام کے خوابوں کی تعبیر.. ۱۳۸
پیغمبر اکر م صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امام حسین کی شہادت کی خبر دینا.. ۱۴۱
حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دینا.. ۱۴۳

سید الشہد علیہ السلام کی طرف بھیجے جانے والے خطوط ۱۴۵
امام حسین علیہ السلام کا کوفہ کے شیعوں کو جوابی خط ۱۴۸
نامہ نگاروں کی سازش ۱۵۳
راہ کوفہ اور امام حسین علیہ السلام کی پیشگوئی ۱۵۵
شہر کوفہ کی ساخت وبناوٹ پر ایک نظر ۱۵۸
شیعہ اور تشیّع کی اصطلاح ۱۵۸
خوارج ۱۶۲
امام حسین علیہ السلام کوخط لکھنے والے گروہ ۱۶۳
کوفہ میں ابن زیاد کے منصوبے ۱۶۵
دھمکی ۱۶۵
افواہیں پھیلانا ۱۶۶
قبائل کے سرداروں کو منصوب اور معزول کرنا ۱۶۷
جاسوسوں کی روانگی ۱۶۸
کڑی نگرانی ۱۶۹
قتل وغارت ۱۷۱
۱۔میثم تمار: ۱۷۱
۲۔عبید اللہ بن عمرو بن عزیز کندی: ۱۷۳
۳۔عبیداللہ بن حارث بن نوفل ہمدانی: ۱۷۴
۴۔عبدالاعلی بن یزید کلبی علیمی: ۱۷۵

۵۔عباس بن جعدہ جدلی: ۱۷۵
۶۔عمارة بن صلخب ازدی: ۱۷۶
شیعوں کو قید کرنا ۱۷۶
اہل سنّت کی نگاہ میں سلیمان بن صرد ۱۷۸
فراریوں کا تعاقب ۱۸۰
امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں شامل ہونے والے ۱۸۲
کوفہ سے روانہ ہونی والی فوج کے سردار ۱۸۴
۱۔عمر بن سعد (فوج کا اعلیٰ سربراہ) ۱۸۴
۲۔حصین بن نمیر: ۱۸۵
۳۔شبث بن ربعی: ۱۸۷
۴۔حجار بن ابجر عجلی: ۱۸۷
۵۔حر بن یزید ریاحی: ۱۸۸
۶۔شمر بن ذی الجوشن: ۱۸۸
۷-۸۔قیس و محمد: ۱۸۹
۹۔یزید بن حارث: ۱۹۰
۱۰۔عمرو بن حریث: ۱۹۰
۱۱۔عمرو بن حجاج: ۱۹۱
۱۲۔عزرة بن قیس احمسی: ۱۹۲
کربلا میں سپاہ شام کی موجودگی ۱۹۳

کربلا میں شامی سپاہیوں کے بعض جرائم ۱۹۵
سید الشہداء علیہ السلام کے قاتلوں کے عقیدے پر ایک نظر........................ ۱۹۷
امام حسین علیہ السلام کے اقوال میں دشمنان اہل بیت کی تصویر ۱۹۹
یزید اور معاویہ کے دفاع میں گھڑی جانے والی حدیثیں ۲۰۲
عاشورہ کے حقائق میں تحریف ۲۰۵
دوسری ناکام کوششیں ۲۰۸
یزید کی تکفیر اوراس پر لعن........................ ۲۰۹
یزید پر لعن کے معتقد علماء........................ ۲۱۰
تفتازانی کا نظریہ ۲۱۱
طبری اور لعن یزید ۲۱۴
آلوسی کا نظریہ ۲۱۷
ابن حزم اندلسی کا نظریہ ۲۲۰
قاضی شوکانی کا نظریہ ۲۲۱
متضاد نظریات ۲۲۲
خلاصہ........................ ۲۲۴

آخری حصہ

واقعہ کربلا سے متعلق بعض مسائل پر ایک اجمالی نظر

دنیاوی انقلاب اور حوادث........................ ۲۲۷

سیدالشہداء علیہ السلام پر گریہ اورعزاداری ۲۳۰
روایات اہل سنت کے ذکر کا مقصد ۲۳۳
بکاء اور گریہ کو جاری رکھنا ۲۳۴
عزاداری اورسوگواری پر ایک نظر ۲۳۵
مجلس عزا میں شرکت ۲۳۶
عزاداروں کو کھانا کھلانا ۲۳۹
سیاہ لباس ۲۳۹
خواتین کا بناؤ سنگھار نہ کرنا ۲۴۰
بازاروں کا بند کرنا ۲۴۱
کتاب کا خلاصہ ۲۴۲
پہلا مطلب: ۲۴۲
دوسرا مطلب: ۲۴۲
تیسرا مطلب: ۲۴۳
چوتھا مطلب: ۲۴۳
پانچواں مطلب: ۲۴۴
چھٹا مطلب: ۲۴۴
منابع و مآخذ ۲۴۶

مقدمہ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصّلاۃ والسّلام علی خیر خلقہ أشرف بریّتہ محمّد و آلہ الطّاھرین ولعنۃ اللہ علی أعدائھم أجمعین

واقعہ کربلا اور حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت، تاریخ کا انتہائی اہم واقعہ ہے۔ جس کی وسعت نے دانشوروں اور مفکرین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ مجموعی طور پر اس واقعہ میں تین پہلوئوں کا تجزیہ کیا جاسکتا ہے:

۱۔ واقعہ عاشورہ کے وقوع پذیر ہونے کے علل واسباب؛

۲۔ واقعہ کربلا میں پیش آنے والے واقعات؛

۳۔ تاریخ اسلام اور انسانی معاشروں پر اس عظیم واقعہ کے اثرات۔

مندرجہ بالا جہات میں سے ہر جہت کے مختلف پہلو ہیں۔ جن میں سے بعض کا تجزیہ کرتے ہوئے واقعہ کربلا کے بارے میں پیدا ہونے والے بعض شکوک وشبہات کے جوابات دیں گے۔

قابل ذکر ہے کہ یہ تصنیف کسی کے نظریات کی نفی ہے اور نہ ہی کسی شخصیت کا انکار ہے، بلکہ یہ اس عظیم واقعہ کی مختلف جہات سے تحقیق ہے اور اس سے جو نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابھی تک کسی نے ان سے پردہ نہ اٹھایا تھا۔ اسی وجہ سے اس تصنیف کا نام "حقائق عاشورہ کے مخفی پہلو"[1] رکھا گیا ہے۔

۱۔ واضح رہے کہ محرم الحرام ۱۴۲۸ ھ کے آخر میں مرکز حقائق اسلامی میں حوزہ علمیہ قم المقدس کے طلباء کرام کے لئے حضرت آیت اللہ میلانی نے "**حقائق عاشورہ کے مخفی پہلو**" کے عنوان سے درس دیئے تھے۔ جنہیں مدون و مرتب کر کے محققین اور محبّانِ اہل بیت علیہم السلام کی خدمت میں کتابی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔

اس بحث میں ہم اپنے مذہب کے علماءاور بزرگان کا طرز اسلوب اپنائیں گے وہی اسلوب جو زمانہ قدیم سے لے کر دور حاضر تک اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ مربوط مسائل کے سلسلہ میں اپنایا گیا ہے یعنی دفاعی طریقہ کار اور شبہات کو دور کرنا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ علماءِ امامیہ ہمیشہ سے مکتبِ تشیّع کے مبانی کو بیان کرتے چلے آرہے ہیں اور تاریخی واقعات سے بھی پردہ اٹھاتے رہے ہیں۔ جن میں اغیار کی طرف سے اس مکتب پر کئے گے حملوں کا جواب بھی شامل رہا ہے اور تقریر و تحریر میں زیادہ تر دفاعی حالت میں رہے تھے اور اب بھی ہیں اور ہمارے مذہب کے دشمن ہمیشہ سے مختلف ہتھکنڈوں سے ہمارے بنیادی مبانی پر حملہ کرتے رہے ہیں، جس کے جواب میں علمائِ امامیہ ہمیشہ ان کے جوابات دیتے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ مکتب تشیّع کے دانشمند اپنی بحث و گفتگو میں ہمیشہ دوسرے مذاہب اور مکاتبِ فکر کے ساتھ حسنِ معاشرت اور ان کے ادب واحترام کا خیال رکھتے آئے ہیں اور شیعیان علی ابن طالب علیہ السلام کو بھی اس کی تعلیم دیتے رہے ہیں کہ دوسرے مذہب کے پیرو کاروں بلکہ دوسرے ادیان کے پیرو کاروں کے ساتھ بحث وتمحیص کے موقع پر اپنے کردار و گفتار میں ہمیشہ ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

جبکہ اس کے برعکس تاریخ کے اوراق گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے مخالفین نے اپنی گفتگو، کتب اور تقاریر میں ہمیشہ سے ہمارے مذہب اور شیعیان علی کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا ہے۔ انہوں نے ہر ممکن طریقہ سے اس مذہب اور اس کے پیر کاروں کے خلاف محاذ جنگ کھڑا کیا ہے، حتیٰ کہ بعض اوقات تو قتل کرنے میں بھی دریغ نہیں کیا ہے اور آج بھی بعض ممالک میں یہ سلسلہ جاری ہے۔

اسی وجہ سے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ ہمیشہ اسلامی فرقوں کے مابین اختلافات کو ہوا دینے اور ان میں تفرقہ ڈالنے میں پیش قدم رہے ہیں اور غالباً ہمارے علماء کی روش ان حملوں کا دفاع رہی ہے۔ اس بنیاد پر ہم نے بھی اس تصنیف میں ادب و متانت کا دامن تھاما ہے اور پوری کوشش کی ہے کہ تند و سخت گفتگو سے اجتناب کیا جائے۔

قابل ذکر ہے کہ اس تصنیف میں درج ذیل مآخذ اور منابع سے استفادہ کیا گیا ہے:

- انساب الاشراف، فتوح البلدان، بلاذری؛

- الطبقات الکبری، ابن سعد؛
- تاریخ طبری؛
- تاریخ مدینہ دمشق، ابن عساکر؛
- تاریخ حلب، ابن عدیم حلبی؛
- المعجم الکبیر، ابوالقاسم طبرانی؛
- کتب ابوالفرج ابن جوزی حنبلی بغدادی؛
- تاریخ الاسلام و سیر اعلام النبلاء، شمس الدین ذہبی؛
- الکامل فی التاریخ، ابن اثیر؛
- البدایۃ والنہایہ، ابن کثیر دمشقی؛
- الفتوح، ابن الاعثم کوفی؛
- الاخبار الطوال، دینوری؛
- مروج الذہب، مسعودی؛
- مقاتل الطالبیین، ابوالفرج اصفہانی؛
- المستدرک علی الصحیحین، حاکم نیشاپوری؛
- مسند احمد بن حنبل؛
- الاستیعاب، ابن عبدالبر مالکی قرطبی؛
- اسد الغابہ، ابن اثیر۔

اسی طرح ابن حجر عسقلانی کی کتب اور اہل سنت کی تفاسیر، تواریخ اور حدیثی کتب جو ان کے قدیمی مآخذ میں شمار ہوتی ہیں اور ہمارے زمانے میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی ہیں اور غالباً گذشتہ علماء کی دسترس سے باہر تھیں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ نیز اس کتاب کو شیعہ علماء کی کتب سے بھی مزین کیا گیا ہے جو درج ذیل ہیں:

- الارشاد، شیخ مفید؛
- لہوف، سید ابن طاؤوس؛
- بحار الانوار، علامہ مجلسی۔

واقعۂ کربلا

تاریخ کے آئینہ میں

واقعہ کربلا کو زندہ رکھنے کے لئے ائمہ طاہرین علیہم السّلام کی کوششیں

شیعہ اثناء عشری ہمیشہ سے ہی مخالفین کے حملوں کا نشانہ بنتے آئے ہیں اور ہمارے علماء اعتقادی، فقہی ... محاذ پر مکتبِ تشیّع کا دفاع کرتے رہے ہیں۔ حیلہ بازوں نے جن بہانوں کے ذریعہ مکتب تشیّع پر حملہ کیا ہے ان میں سے ایک ''واقعہ کربلا'' بھی ہے۔

محرم ۶۱ ہجری جس سال یہ دلخراش واقعہ پیش آیا اسی دن سے ائمہ طاہرین علیہم السلام اوران کے شیعوں نے اپنے رہبروں کی پیروی کرتے ہوئے اس عظیم دن کو زندہ رکھا ہے، البتہ سید الشہداء علیہ السلام کی عزاداری کی بنیاد خود سرور کونین صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے رکھی تھی اوراس مطلب پر شیعہ اور سنّی احادیث کی کثرت، تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔ (۱)

دوسری طرف ہمارے دشمنوں اور مخالفین کی پوری کوشش رہی ہے کہ اس دن کو طاق نسیان میں رکھ دیا جائے اوراس واقعہ کے آثار کو ختم کردیا جائے۔ درحقیقت ائمہ طاہرین علیہم السلام اور خاندان رسالت کے دوسرے افراد نے جتنی کوشش اس واقعہ کو زندہ رکھنے کے سلسلہ میں کی ہے اوراس عظیم دن کو باقی رکھنے میں صرف کی ہے اتنی ہی کوشش مخالفین نے کی ہے کہ اس واقعہ کے اثرات ونتائج کو ختم کردیا جائے اور یہ دن صفحہ تاریخ سے محو ہوجائے۔

اس بناء پر روزعاشورہ، موافق اور مخالف دو محاذوں میں تقسیم ہوگیا ہے۔ ایک جماعت کی پوری جدوجہد ہے کہ یہ دن ہمیشہ باقی رہے اور دوسری جماعت کی حتّی المقدور یہ کوشش وسعی ہے کہ اس اہم اور تاریخی دن کو محو کردیا جائے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ تاریخ اسلام میں ان خصوصیات کا حامل کوئی اور دن نہیں ہے۔

البتہ بطور نمونہ روزِ غدیر کو اس دن جیسا قرار دے سکتے ہیں کہ جیسے ہی واقعہ غدیر رونما ہوا ہے اس وقت کچھ افراد ایسے تھے جنھوں نے کوشش کی کہ اس واقعہ کا انکار کریں، بعض نے اپنی توانائیاں اس بات پر صرف کردی ہیں کہ واقعہ غدیر کو

۱۔ قارئین گرامی! اس سلسلہ میں اہل سنت کی روایات سے آگاہی کے لئے علامہ امینی رحمہ اللہ علیہ کی کتاب ''سیرتنا وسنتنا'' اور علامہ سید شرف الدین کی کتاب ''المجالس الفاخرہ'' کے مقدمہ کی طرف رجوع کریں۔

بے اہمیت یاکم اہمیت پیش کریں اوراس کے برعکس اہل ولایت نے پوری کوشش کی ہے کہ اس تاریخی وجاودانہ دن کوہمیشہ زندہ رکھاجائے۔یہ خصوصیات اوراہتمام روزِ غدیراورروزِعاشورہ کی عظمت اوراہمیت پردلالت کرتاہے۔

یہ بات روزِروشن کی طرح عیاں ہے کہ جس دن واقعہ عاشورہ وقوع پذیرہوا،اس دن معاویہ،یزیداورنہ ہی بنی امیہ کسی کے ذہن میں یہ بات کھٹکی تھی کہ یہ واقعہ اوراس کے نتائج بنی امیہ اوران کے پیروکاروں کے خلاف اورمکتب اہل بیت کے حق میں نکلیں گے۔

اس لئے عزداری کوبپاکرنااورسیدالشہداء علیہ السلام اوران کے باوفااصحاب کی عزاداری کے سلسلہ میں تقریبات منعقدکرناتمام شیعیان حیدرکرارکی ذمہ داری ہے۔ہمیں حکم دیاگیاہے کہ اس دن کے احترام کوہمیشہ زندہ رکھیں،یہ ہمارے واجبات میں شامل ہے۔لہٰذاجوشخص جس منصب اورعہدہ پرفائزہے وہ اپنے مقام اورحیثیت کے مطابق اس دن کوزندہ رکھنے میں سعی وکوشش کرے۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ عزاداری سیدالشہداء علیہ السلام کے احکام اورآداب ہوتے ہیں۔جنہیں ملحوظ خاطررکھنے کے لئے مومنین اپنے مراجع تقلیدکی طرف رجوع کریں اوردوسرے مذہبی امورکی طرح عزاداری سیدالشہداء علیہ السلام کوبھی شرعی حدودکے اندررہ کربرپاکرناچاہیے۔

البتہ خالق اکبراورحضرت ولی عصرعلیہ السلام کے لطف وکرم کے طفیل ایران میں عزاداری سیدالشہداء علیہ السلام احسن طریقہ سے برپاہوتی ہے اوران باشکوہ تقریبات میں دوسرے ادیان کے پیروکاربھی شرکت کرتے ہیں اوران مجالس کی برکات کوانہوں نے بھی محسوس کیاہے،سیدالشہداء علیہ السلام کی مجالس،مذہبی تقریبات ہیں اس لئے ان پرپابندی لگاناشائستہ حرکت نہیں ہے،لیکن بعض اسلامی ممالک میں سیدالشہداء علیہ السلام کی عزاداری کے بارے میں فتنہ انگیزگفتگواورحرکات کاارتکاب کیاجاتاہے جس کے انتہائی تلخ اورقابل افسوس نتائج برآمدہوتے ہیں۔

واقعہ کربلا کو مٹانے کی ناکام کوششیں

اس سے قبل اشارہ کیا جاچکا ہے کہ بعض دشمنوں کی یہ پوری کوشش رہی ہے کہ ہر ممکنہ طریقہ سے اس عظیم اور تاریخی واقعہ کو فراموش اور طاق نیسان میں رکھ دیا جائے۔ بعض علمائے اہل سنت نے کتابیں، مقالہ جات اور مختلف حربے استعمال کیے ہیں تاکہ واقعہ عاشورہ اور عزاداری سید الشہداء کی حیات جاودانی کو روکا جاسکے۔

ذیل میں چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

ا۔ عرفان وتصوف:

شیخ عبدالقادر جیلانی اہل سنت کے نامور عالم دین اور سلسلہ تصوف کے بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں جن کا مزار بغداد میں زیارت گاہ بنا ہوا ہے وہ کہتے ہیں:

«قد طعن قوم على من صام هذا اليوم العظيم و ما ورد فيه من التعظيم وزعموا انّه لايجوز صيامه لأجل قتل الحسين بن على رضى الله عنهما فيه. وقالوا: ينبغى أن تكون المصيبة فيه عامّةً لجميع الناس لفقده فيه، وأنتم تتخذونه يوم فرح وسرور و تأمرون فيه بالتوسعة على العيال و النفقة الكثيرة و الصدقة على الفقراء والضعفاء والمساكين و ليس هذا من حق الحسين رضى الله عنه على جماعة المسلمين»

بعض لوگ اہل سنت پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ روزِ عاشورہ روزہ کیوں رکھتے ہیں! یہ صحیح کام نہیں ہے کیونکہ اس دن نواسہ رسول حسین بن علی کو شہید کیا گیا ہے اور فرزند رسول اللہ کی مصیبت کے دن سزاوار ہے کہ تمام افراد عزاداری

ا۔ بشمول، اس مقام کے کتاب کے ترجمہ میں صلوات کی جگہ صرف "ﷺ" لکھا ہوا ہے اور ثانیاً، عبارت میں آگے چلے کر عبد القادر جیلانی نے (صلی اللہ علیہ وآلہ) مکمل لکھا ہے۔

برپا کریں۔ لیکن اہل سنت حضرات نے اس دن کو خوشی و سرور کا دن قرار دیا ہے اور لوگوں کو خوشی و شادمانی کی محافل برپا کرنے اور نئی پوشاکیں اور ایسی غذا تناول کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں جو عید کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے یہ کام صحیح نہیں ہے۔

اس کے بعد وہ یوں جواب دیتے ہیں:

«وهذا القائل خاطی ومذهبه قبیح فاسد، لأن الله تعالی اختار لسبط نبیه صلی الله علیه و آله الشهادة... یوم عاشوراء لا یتّخذ یوم مصیبة لأنّ یوم عاشوراء أن یتّخذ یوم مصیبة لیس بأولی من أن یتّخذ یوم موته فرح وسرور...»

اعتراض کرنے والے نے اشتباہ کیا ہے اور اُس کا عقیدہ صحیح نہیں ہے کیونکہ خالق اکبر نے سبط رسول کو شہادت کے اعلیٰ منصب پر فائز کیا ہے اس لئے روزِ عاشورہ کو روزِ مصیبت قرار دینا معقول نہیں ہے، کیونکہ اس دن عاشق کو اپنے معشوق کا وصال نصیب ہوا ہے اس لئے اس دن کو خوشی و سرور کا دن قرار دینا چاہئے۔

عبدالقادر مزید لکھتے ہیں:

«ولوجاز أن تتّخذ یوم موته (یوم) مصیبة لکان یوم الاثنین أولی بذلك، اذ قبض الله تعالیٰ نبیه محمّداً صلی الله علیه و آله فیه و کذلك أبوبکر الصّدیق قبض فیه... »[1]

اگر یہ طے پاجائے کہ روز عاشورہ کو روز عزا و ماتم قرار دیا جائے تو پھر بدرجہ اولیٰ سوموار کے دن کو روز غم قرار دیں کیونکہ اس دن پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر کی رحلت ہوئی تھی۔

۱۔ غنیۃ الطالبین: ۶۸۴-۶۸۷؛ نفحات الازھار: ۴/ ۲۴۵۔

۲۔ تقدس اور پرہیز گاری :

علمائے اہل سنت کے بعض علماء ایک اور انداز سے امام حسین علیہ السلام کے قاتل کو مشتبہ بنا کر مقابلے پر اتر آئے ہیں۔ غزالی نے اپنی کتاب ''احیاء علوم الدین''میں تقدس اور پرہیز گاری کا سہارا لے کر پوری کوشش کی ہے کہ عزاداری سید الشہداء علیہ السلام کو کم اہمیت ثابت کریں وہ لکھتے ہیں:

پہلی بات تو یہ ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام کے قتل کا یزید کی طرف منسوب ہونا اور یزید کا امام حسین علیہ السلام کا قاتل ہونا ثابت نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص حسین بن علی کا قاتل تھا ممکن ہے اس نے مرنے سے پہلے توبہ کر لی ہو۔ چنانچہ سید الشہداء علیہ السلام کے قاتل پر لعنت بھیجنا صحیح نہیں ہے!

آگے چل کر لکھتے ہیں:

سید الشہداء علیہ السلام کے قاتل پر لعنت بھیجنے سے ذکر الٰہی کرنا زیادہ بہتر ہے۔[۱] یعنی ''لا الہ الا اللہ''اور امام حسین علیہ السلام کے قاتل پر لعنت بھیجنے سے ''لا الہ الا اللہ''کا ذکر کرنا زیادہ ثواب کا حامل ہے۔

غزالی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے:

۱) معلوم نہیں ہے کہ یزید، سید الشہداء علیہ السلام کا قاتل ہے اور پھر جو بھی قاتل تھا شاید اس نے مرنے سے قبل توبہ کر لی ہو۔

۲) امام حسین علیہ السلام کے قاتل پر لعنت بھیجنے سے بہتر یہ ہے کہ ہم ذکرِ الٰہی کریں۔

۱۔ احیاء علوم الدین، ۳ / ۱۲۵-۱۲۶۔

۳۔ تکذیب واقعہ:

تیسرا طریقہ کار جو استعمال کیا گیا ہے وہ واقعہ عاشورہ کی تکذیب ہے اور یہ طریقہ ابن تیمیہ نے اختیار کیا ہے کہ یزید نے امام حسین علیہ السلام کو ہرگز قتل نہیں کیا ہے اور نہ ہی امام حسین کی ازواج اور خاندان رسالت، رشتہ داروں اور حامیوں کو اسیر کیا ہے۔ چنانچہ ان باتوں کا یزید کی طرف منسوب کرنا جھوٹ ہے، وہ اس طرح لکھتا ہے:

«انّ یزید لم یأمر بقتل الحسین باتّفاق أھل النقل و لکن کتب الی ابن زیاد ان یمنعه عن ولایۃ العراق و الحسین رضی الله عنه کان یظنّ أنّ أھل العراق ینصرونه...فقاتلوه حتّی قتل شھیداً مظلوماً رضی الله عنه.

ولمّا بلغ ذلك یزید أظھر التوجّع علی ذلك و ظھر البکاء فی داره و لم یسب له حریماً أصلاً، بل أکرم أھل بیته و أجازھم حتّی ردّھم الی بلدھم... » (۱)

تمام علماء (راوی اور تاریخ نویس) اس مطلب پر اتفاق نظر رکھتے ہیں کہ یزید نے سید الشہداء علیہ السلام کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ یزید نے ابن زیاد کو خط لکھ کر اس بات پر مامور کیا تھا کہ عراق میں حسین کی حکومت قائم نہ ہونے دو۔ حضرت حسین یہ سوچ رہے تھے کہ اہل عراق ان کی مدد کریں گے لیکن وہ حسین بن علی کے خلاف جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے حتی کہ انہیں مظلومیت کے ساتھ شہید کر دیا۔ جب اس بات کی خبر یزید کو پہنچی تو اس نے غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے گریہ کیا۔ اس نے سید الشہداء علیہ السلام کے اہل خاندان کو ہرگز اسیر نہیں بنایا، بلکہ انہیں عزت و احترام سے نوازا یہاں تک وہ اپنے شہر واپس چلے گئے۔

چنانچہ سید الشہداء علیہ السلام شہید ہیں اور انہیں مظلومیت کے ساتھ شہید کیا گیا لہٰذا بہتر ہے کہ انہیں ”رضی اللہ عنہ“ کہا جائے لیکن امام حسین علیہ السلام کا قاتل یزید نہیں ہے اور نہ ہی اس نے سید الشہداء علیہ السلام کے خاندان کو اسیر کیا ہے وہ مزید لکھتا ہے:

۱۔ منہاج السنۃ: ۴/ ۴۷۲۔

«ليس ما وقع من ذلك بأعظم من قتل الأنبيائ... وقتل النبى أعظم ذنباً و مصيبةً »(۱)

امام حسین علیہ السلام کی مصیبت اوران کا قتل انبیاءِ الٰہی کے قتل سے عظیم نہیں ہے لہٰذا اگر عزاداری کرنا ہی ہے تو پھر انبیائے الٰہی کے قتل پر کی جائے۔

جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔ عبدالقادر جیلانی کا بھی عقیدہ تھا کہ عاشورہ کے دن عزا اور عزاداری برپا کرنے سے تو بہتر یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر کی وفات پر عزاداری کی جائے۔ دوسری طرف ابن تیمیہ نے بھی اسی انداز کو اپناتے ہوئے کہا ہے کہ:

امام حسین علیہ السلام کا قتل انبیائے الٰہی کے قتل کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا تو پھر انبیاء کے قتل کے دن کو کیوں روز عزا قرار نہیں دیتے اس بنا پر بعض اہل سنّت علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا قتل یزید بن معاویہ کے توسط سے یا اس کی ایما پر نہیں کیا گیا۔ لہٰذا یزید کو امام حسین علیہ السلام کا قاتل نہیں کہہ سکتے یا کم از کم اس بات میں (کہ یزید قاتل امام حسین علیہ السلام ہے) شک پایا جاتا ہے اور اس بات میں کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کوئی نیک عمل تھا اور شرعی تقاضوں کے مطابق تھی یا نہ تھی... اہل سنت کی تاریخ خاموش ہے۔

جی ہاں! ان کا یہ عقیدہ ضرور ہے کہ امام حسین علیہ السلام اعلیٰ درجے پر فائز ہوئے ہیں لہٰذا جس دن ان کی روح ملکوتی نے پرواز کی ہے اس دن کو سرور اور خوش حالی کا قرار دینا چاہئے اور ایسی محافل جو اعیاد کے شایان شان ہیں بپا کرنا چاہیں۔ یہ سب کچھ کسی غرض و مقصد کی خاطر ہے.....

۱۔ منہاج السنۃ: ۲/ ۲۴۷، ۴/ ۵۵۰۔

حقائق کا ایک جلوہ

جیساکہ پہلے گزر چکا ہے کہ علمائے عرفان اور تصوف، اپنے مخصوص طریقہ کار کے مطابق واقعہ عاشورہ کے خلاف کمر بستہ ہوئے ہیں اوراس روش کے بانی عبدالقادر جیلانی ہیں جو اہل سنت کے یہاں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں لیکن ان سب واقعات کے باوجود کبھی بھی حقیقت پنہاں نہیں رہی اور بعض علمائے اہل سنت کی قلم وگفتار سے اِن نظریات کی ردّ میں حقائق منظر عام پر آتے رہے ہیں۔

ابوالفرج ابن جوزی حنبلی جو اہل سنت کے نامور علماء میں سے ہیں۔اس بارے میں کچھ اس طرح رقمطراز ہیں:

«قد تمذهب قوم من الجهّال بمذهب أهل السنّة، فقصدوا غيظ الرافضة، فوضعوا أحاديث في فضل عاشورائ، ونحن برآء من الفريقين» (۱)

ان کاموں (یعنی عاشورہ کے روز جشن اور خوشی وسرور کی محافل کا انعقاد کرنا) کو شام کے ناصبی انجام دیتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ شیعیان علی کو اذیت دے سکیں۔حتیٰ کہ انہوں نے ان کاموں کے جواز میں احادیث بھی گھڑ رکھی ہیں ہم دونوں گروہوں سے (یعنی وہ گروہ جو اس دن عزاداری برپا کرتا ہے اور وہ گروہ جو اس دن خوشی وسرور کی محافل منعقد کرتا ہے) بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔

اہل سنت کے ایک اور محقق ''مناوی'' اس نظریے کو رد کرتے ہوئے مجد الدین فیروز آبادی صاحبِ ''قاموس'' کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

«ما يروى في فضل صوم يوم عاشوراء و الصلاة فيه و الانفاق و الخضاب و لادهان و الاكتحال، بدعة ابتدعها قتلة الحسين رضي الله عنه. وفي القنية للحنفية الاكتحال يوم عاشورا لما صار علامة لبغض أهل البيت وجب تركه» (۲)

۱۔ الموضوعات: ۲/۱۹۹۔

۲۔ فیض القدیر: ۶/۳۰۶۔

عاشورہ کے دن روزہ رکھنا، نماز، انفاق، خضاب، تیل اور سرمہ لگانا کی فضلیت میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ بدعت ہے۔ جیسے قاتلین امام حسین علیہ السلام نے شروع کیا ہے لہٰذا عاشورہ کے دن سرمہ لگانا، اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ دشمنی کی علامت ہے، لہٰذا اس کا ترک کرنا واجب ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ عاشورہ کا دن عید کا دن ہے اور اہل بیت اور شیعیان علی کو اذیت دینے کی خاطر احادیث گھڑی ہوئی ہیں انہیں ''ناصبی'' کہا جاتا ہے۔

ایک اور موقف

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ ایک گروہ ایسا ہے جو یزید کو امام حسین کی شہادت اور قتل کا ذمہ دار نہیں ٹھہراتا بلکہ اس کا انکار کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں کچھ دوسرے گروہ بھی ہیں جن کا موقف مختلف ہے، یہ اہل سنّت کے بلند پایہ علماء اور ان کے نزدیک عظیم قدر و منزلت پر فائز ہیں۔ انہوں نے اس بات کا واضح طور پر اقرار کیا ہے کہ امام حسین کا قاتل یزید ہے البتہ واقعہ کربلا کے بارے میں ان کا کوئی خاص نظریہ نہیں ہے اور اس عظیم تاریخی واقعہ سے چشم پوشی کرتے ہیں۔

ابن تیمیہ کے نامور شاگرد ابن قیم جوزی کہتے ہیں:

«ونعتقد حبّ آل محمد وأزواجه و سائر أصحابه رضوان الله تعالى عليهم، و نذكر محاسنهم وتنشر فضائلهم ونجلّ ألسنتنا وقلوبنا عن التطلّع فيما شجر بينهم، ونستغفر الله لهم و تتوسّل الى الله تعالى باتّباعهم ونرى الجهاد و الجماعة ماضياً الى يوم القيامة و السمع والطاعة لولاة الأمر من المسلمين واجباً في طاعة الله تعالى دون معصيته، لايجوز الخروج عليهم و لا المفارقة لهم. ولانكفّر أحداً من المسلمين بذنبٍ عمله ولو كبر، ولا ندع الصلاة عليهم، بل نحكم فيهم بحكم النبي، ونترحّم على معاوية، ونكل سريرة يزيد الى الله تعالى»

ہم رسول خدا ﷺ کے خاندان، ازواج رسول اور دوسرے صحابہ سے محبت کرتے ہیں اور ان پر اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کے فضائل اور مناقب نقل کرتے ہیں اور ان سے جو غیر شائستہ حرکات سرزد ہوئی ہیں ان سے اپنی زبان اور دل سے کوئی چیز بھی نقل نہیں کرتے ان کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں اور ان کی پیروی کو بارگاہ خداوندی میں وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ [۱]

...اور حاکم وقت کے خلاف قیام کرنا کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے اگرچہ اس سے گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ سرزد ہو جائے! کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اسے کافر کہا جائے...اور معاویہ کے لئے رحمت طلب کرتے ہیں اور یزید کا معاملہ خدا پر چھوڑتے ہیں تاکہ وہ جو چاہے انجام دے۔ [۲]

شمس الدین ذہبی بھی اہل سنّت کے بزرگ علماء میں شمار ہوتے ہیں وہ بھی یزید کے قاتل اور امام حسین کے شہید ہونے کا اعتراف کرنے کے باوجود واقعہ کربلا کی طرف عدم توجہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

«افتتح دولته بمقتل الشهيد الحسين عليه السلام واختتمها بواقعة الحرّة، فمقته النّاس» [۳]

یزید نے امام حسین کو شہید کرکے اپنی حکومت کا آغاز کیا اور اس کی حکومت کا اختتام واقعہ حرہ پر ہوا...

وہ آگے چل کر لکھتے ہیں:

«يزيد ممّن لا نَسُبّه ولا نحبّه» [۴]

یزید ان افراد میں سے ہے جنہیں ہم گالیاں دیتے ہیں اور نہ ہی ان کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔

۱۔ اجتماع الجیوش الاسلامیہ: ۱/۱۰۴۔

۲۔ ابن قیم کی طرف خداوند عالم کی بارگاہ میں توسل کا اظہار محققین کے لئے بذات خود ایک جالب مطلب ہے۔

۳۔ سیر اعلام النبلاء: ۴/۳۸۔

۴۔ سیر اعلام النبلاء: ۴/۳۶۔

کربلا کے واقعہ کی طرف عدم توجہ یہ بھی ایک حربہ ہے تاکہ واقعہ کربلا کو کم اہمیت ظاہر کیا جائے اہل سنت کے بعض علماء نے اسی ہتھکنڈے کو استعمال کیا ہے۔

کیا یہ علمائے تاریخ وعلوم دینی پر لکھی گئی اتنی تالیفات کے باوجود حقیقت کو نہیں جانتے اگر حقیقتِ حال ان پر واضح ہے تو پھر خاموشی کیوں سادھ رکھی ہے انکار کرتے ہیں اور نہ ہی تائید کرتے ہیں یزید کے اعمال پر سوالیہ نشان کیوں نہیں لگاتے اور اسی طرح کے دسیوں سوالات

پیش نظر تحقیق میں مذکورہ بالا سوالات کے جوابات بعض اہل سنت کے اقوال سے تلاش کر کے منظر عام پر لائے جائیں گے جس میں بعض اہل سنت کے علماء کا یہ بیان واضح طور پر موجود ہے کہ یزید نے حسین بن علی کو قتل کر کے اچھا کام کیا ہے۔

جی ہاں! یہ افراد نہ صرف امامیہ کے ہاں قابل نفرت ہیں بلکہ ان پر اہل سنت کے بزرگان نے بھی لعنت اور پھٹکار بھیجی ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

خلاصہ کلام

اہل سنّت کے بعض علماء نے مختلف حربوں سے روز عاشورہ کی مخالفت کی ہے اوراس دن کو زندہ رکھنے اور سید الشہداء علیہ السلام کے نام کو باقی رکھنے کے خلاف نبرد آزما رہے ہیں۔ انھیں اس بات کا بخوبی علم تھا کہ مسلمان ان مصائب اور مظالم کو جو نواسہ رسول پر ڈھائے گئے ہیں سننے کے بعد ظلم وجور کی حکومت پر انگلیاں اُٹھائیں گے، لہٰذا وہ اس دن کو زندہ رکھنے کے خلاف برسرپیکار ہو گئے۔ انہوں نے کبھی تقویٰ کا راستہ اور کبھی واقعہ کربلا اور یزید کے قاتل ہونے میں شک و تردید اور کبھی عرفانی طریقہ اپنایا جس کی بناء پر امام حسین وہ شہید ہیں جنہوں نے روز عاشورہ کمال وعظمت کا اعلیٰ مقام حاصل کیا ہے۔ چنانچہ اس دن کو خوشی وسرور کے دن کے طور پر یاد کیا جانا چاہیے۔

یزید کے قاتل ہونے کا اقرار اور اس کے کام کی تائید

اہل سنّت کے ایک اور گروہ نے چراغ ہدایت کو خاموش کرنے کے لئے نیا انداز اپنایا اور پہلے محققین سے بھی آگے نکل گے ہیں۔ انہوں نے یزید کے قاتل ہونے کا اقرار کیا ہے، لیکن یزید بن معاویہ کے اس فعل پر شرعی رنگ چڑھا کر اس کے جرائم کی تائید کر ڈالی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یزید کی حکومت شرعی حکومت تھی لہٰذا امام حسین نے ایک شرعی والٰہی حکومت کے خلاف قیام کیا ہے! باالفاظ دیگر یزید اور یزیدیوں کی شرعی ذمہ داری یہی بنتی تھی کہ وہ (العیاذ باللہ) امام حسین کو قتل کر دیں۔ حسین بن علی کے قاتلوں نے رسول خدا کے فرمان پر عمل کیا ہے!

ابن خلدون اور شہادت سید الشہداء علیہ السلام کی مخالفت

مشہور اور نامی گرامی مورخ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کی کتاب میں ایک مقدمہ تحریر کیا ہے جو علمی محافل میں مقدمہ ابن خلدون کے نام سے معروف ہے۔ البتہ اہل سنت کے ہاں یہ کتاب ایک خاص پہلو سے قابل توجہ ہے شاید اسی وجہ سے ہمارے ملک کے اہل قلم، کتاب اور صاحب کتاب کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

حافظ سخاوی کا شمار اہل سنّت کے عظیم راویان حدیث اور تاریخ نویسوں میں ہوتا ہے وہ ابن خلدون کے حالات زندگی میں لکھتے ہیں کہ میرے استاد ابن حجر عسقلانی نے اپنے استاد ابوالحسن ہیثمی سے ابن خلدون کے بارے میں کچھ یوں بیان کیا ہے کہ:

میں نے ابوالحسن ہیثمی کو دیکھا جو بڑے غیظ و غضب میں ابن خلدون کو برا بھلا اور اس کے خلاف کلمات کہہ رہے تھے، ابن حجر کہتے ہیں کہ میں نے ہیثمی سے ابن خلدون کے بارے میں اس موقف کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا:

«أنّه بلغه أنّه ذکر الحسین بن علی رضی الله عنهما فی تأریخه فقال: قتل بسیف جدّه»

ابن خلدون اپنی تاریخ میں امام حسین کے بارے میں کہتا ہے:

جس تلوار سے امام حسین شہید کئے گئے وہ ان کے جدبزرگوار رسول خدا کی تلوار تھی!

ابن حجر مزید لکھتے ہیں:

«ولمّا نطق شیخنا بهذه اللفظة أردفها بلعن ابن خلدون وسبّه وهو يبكى» [1]

جب ہمارے شیخ نے ابن خلدون کے قول کو نقل کیا تو اس پر لعنت بھیجی اور وہ اس وقت رو رہے تھے اور آنسو بہا رہے تھے۔

اس کے بعد سخاوی، ابن حجر عسقلانی سے نقل کرتے ہیں کہ تاریخ ابن خلدون میں ایسی کوئی بات موجود نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں سے پتہ چلتا ہے کے تاریخ ابن خلدون کے بھی مختلف نسخہ جات تھے اور جو نسخہ حافظ ابوالحسن ہیثمی کے پاس تھا۔ اس میں ابن خلدون کا شہادت امام حسین کے سلسلہ میں یہی نظریہ تھا۔ تاریخی کتب میں اس طرح کا ردّوبدل بڑی کثرت سے کیا گیا ہے چنانچہ میں نے جب تاریخ ابن خلدون کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ اس کتاب کے تین یا چار صفحات حذف کر دیے گئے ہیں۔

چنانچہ ابن خلدون کا جو نسخہ میرے پاس ہے اس میں سرے سے واقعہ کربلا اور شہادت امام حسین کے بارے میں ابن خلدون کا کوئی کلام ذکر ہی نہیں ہوا ہے۔ [2]

واقعہ کربلا پر پردہ ڈالنے کا ایک اور انداز یہ ہے کہ اہل بیت کے حالات زندگی کو نقل ہی نہ کیا جائے چنانچہ "الطبقات الکبری" نامی کتاب میں امام عالی مقام سید الشہداء علیہ السلام اور واقعہ کربلا کو ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ البتہ ایک محقق کو اس کتاب کا خطی نسخہ ملا ہے جس میں سید الشہداء علیہ السلام کے حالات کو "ترجمة الامام حسين عليه السلام من تايخ ابن سعد" جدا جلد کے طور پر لکھا گیا ہے۔

۱۔ الضوء اللامع: ۴/ ۱۴۷۔

۲۔ تاریخ ابن خلدون: ۵/ ۵۰۔

اس پر ستم تو یہ ہے کہ ہمارے پاس جو مقدمہ ابن خلدون ہے اور شاید اس کا فارسی میں ترجمہ بھی کیا گیا ہے اس میں ایک باب "ولی عہد" کے عنوان سے موجود ہے جس میں امیر معاویہ کے زمانہ میں یزید کی ولی عہدی کے بارے میں حالات لکھے ہوئے ہیں۔

شاید ابن حجر نے مذکورہ عبارت کو اس جگہ سے نقل کیا ہے البتہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں جیسا کہ ابن حجر نے اشارہ کیا ہے ذکر نہیں کیا ہے لیکن اس باب میں سید الشہداء علیہ السلام کے حق میں بڑی گستاخی کی ہے اور یزید کا بہت زیادہ دفاع کیا ہے اور نہ صرف یزید کا دفاع کیا ہے بلکہ امیر معاویہ اور وہ صحابہ جو یزید کے ہمراہ تھے ان کی حمایت بھی کی ہے! چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

حسین بن علی نے یزید کی بیعت کو توڑ دیا جبکہ رسول خدا کے صحابہ کا اعتقاد تھا کہ یزید کی حکومت شرعی اور برحق ہے لہٰذا یزید کے خلاف قیام کرنا صحیح نہیں ہے...!

اس نے اپنے تعصب کا اظہار کچھ اس انداز سے کیا ہے کہ گویا سید الشہداء علیہ السلام نے یزید کی بیعت کی تھی اور بعد میں اُسے توڑ دیا[1] ابن خلدون کی عبارت سے جو اہم نکتہ حاصل ہوتا ہے اور ہماری بحث میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے وہ شہادت سید الشہداء علیہ السلام کے سلسلہ میں صحابہ اور امیر معاویہ کا دخیل ہونا ہے۔

ابن عربی مالکی کا نظریہ

ابن عربی مالکی[2] (متوفی ۵۴۳ ہجری) اہل سنت کی بلند مرتبہ شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے حالات زندگی، تاریخی کتب اور ان کتابوں میں جو مفسرین اور راویوں کے حالات زندگی پر مشتمل ہیں دیکھے جا سکتے ہیں۔

ان کے حالات زندگی کے بارے میں لکھا جاتا ہے:

«الامام، العلامہ، الحافظ والقاضی... »[3]

۱۔ تاریخ ابن خلدون: ۱/ ۲۱۲۔

۲۔ یہ ابن عربی مالکی، ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ کے علاوہ ہے۔

۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۲۰/ ۱۹۷۔

وہ اہل سنت کے حافظ،عالم، پیشوا اور منصب قضاوت پر فائز تھے۔ابن عربی مالکی کے بارے میں بس اتنا ہی کافی ہے کہ اس نے اپنی کتاب ''العواصم من القواصم'' میں اہل بیت کے ساتھ دشمنی کی ہے اور مکتب تشیّع کے ساتھ دشمنی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ابن تیمیہ نے بہت سارے مطالب اس شخص اور اس کی کتابوں سے اخذ کیے ہیں۔وہ سید الشہداء کے بارے میں اپنے نظریات کچھ یوں بیان کرتا ہے:

«الحسین لم یقتل الا بسیف جدّہ»[۱]

حسین اپنے نانا کی تلوار سے قتل ہوئے ہیں۔

دوسرے علماء نے ابن عربی کے کلام پر تنقید کی ہے ابن حجر مکی شیعوں کے ساتھ دشمنی و عداوت کے باوجود وہ ابھی ابن عربی مالکی کے کلام کے بارے میں کہتے ہیں: ''یقشعر منه الجلد''[۲] اس کے کلام سے بدن میں لرزہ طاری ہوجاتا ہے۔

اب ہم ان دو سوالوں کے ضمن میں اہل سنت کے نزدیک خلافت وولایت تک پہنچنے کی بنیاد کیا ہے اور ابن عربی کے کلام کا کیا نتیجہ نکلتا ہے اپنی بحث کو جاری رکھتے ہیں۔

ابن حجر مکی، ابن عربی کے کلام کو یوں نقل کرتے ہیں اور اس کی وضاحت بیان کرتے ہیں:

«أی بحسب اعتقاده الباطل انّه الخلیفة، والحسین باغ علیه و البیعة سبقت لیزید و یکفی فیها بعض أهل الحلّ والعقد، و بیعته کذلك، لأنّ کثیرین أقدموا علیها مختارین

۱۔ شرح قصدہ ہمزیہ، ۲۷۱؛ فیض القدیر: ۱/۲۶۵، ح ۲۸۱؛ العواصم من القوصم: ۲۱۴۔

۲۔ شرح قصدۃ الہمزۃ: ۲۷۱۔

لها. هذا مع عدم النظرالى استخلاف ابيه له، امّا مع النظرلذلك، فلايشترط موافقة احد من اهل الحلّ والعقد على ذلك. » (۱)

اُن کے باطل عقیدہ کے مطابق یزید خلیفہ ہے اور کسی حکومت یا خلافت کی شرعی حیثیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اہل حل و عقد میں سے بعض اس کی بیعت کرلیں۔ یزید کی حاکمیت، بیعت کی صورت میں تشکیل پائی ہے کیونکہ بعض صحابہ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بیعت کو قبول کیا ہے اور اسے انجام دیا ہے اور اس عمل کو انجام دینے میں مکمل طور پر بااختیار تھے۔ البتہ ہمیں صرف اس صورت میں اہل حل و عقد کی بیعت کرنے کی ضرورت ہے جب یزید کی ولایت عہدی اور جانشینی معاویہ کے توسطہ سے وقوع پذیر نہ ہوئی ہو لہٰذا یزید کی جانشینی جو معاویہ کے توسط سے وقوع پذیر ہوئی ہے اور اس نے خود یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کیا ہے اس صورت میں اہل حل و عقد میں سے کسی شخص کی موافقت کی شرط نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر تمام اہل حل و عقد بھی اس کی مخالفت کریں پھر بھی اس کی شرعی حیثیت کے لئے معاویہ کی وساطت سے یزید کو پیش کیا جانا اور اسے جانشین بنانا کافی ہے۔

ابن حجر، ابن عربی کے کلام کی اس طرح وضاحت کرتے اور پھر اس پر تنقید کرتے ہیں۔ البتہ اہم بات ابن حجر مکی کی یہی وضاحت تھی کہ "یقشعر منہ الجلد" اس کے کلام سے لرزہ براندام ہوجاتا ہے۔

جب علمائے اہل سنت کے ثابت شدہ مآخذ سے اس قسم کی گفتگو کی حکایت کی جائے تو اس صورت میں یزید کی حکومت کی حقانیت اور حجت کے لئے معاویہ کا اسے جانشین بنانا ہی کافی ہوگا اور یزید کے خلاف کیا جانے والا قیام باطل ہوگا۔ خواہ قیام کرنے والے حسین بن علی ہی کیوں نہ ہوں وہ حسین جو جگر گوشہ بتول ہے اور.....

لہٰذا اگر وہ قیام کرنے کے نتیجہ میں قتل کیے جاتے ہیں تو ان کا قتل کیا جانا برحق ہے اور ان کا قیام کرنا ایک باطل عمل تھا۔ مناوی بھی ابن عربی کے کلام کو بے ہودہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

«وقد غلب على ابن العربي الغض من أهل البيت حتّى قال: قتله بسيف جدّه » (۱)

۱۔ ایضاً۔

اہل بیت کے ساتھ دشمنی اورانہیں حقیر دکھانا، ابن عربی کے دل ودماغ پر غلبہ پاچکا ہے اور یہ باعث بنا ہے کہ وہ یہاں تک کہہ ڈالے کہ "حسین اپنے نانا کی تلوار سے قتل ہوئے ہیں۔"

ابن حجر کی طرف سے دوبارہ معاویہ اور صحابہ کا ذکر کرنا ناقابل فراموش ہے، درحقیقت یہی وہ صحابہ تھے جن کی یزید کے ساتھ ہمراہی سبب بنی کہ یزید کی حکومت کی بنیادیں انہی کے کاندھوں پر استوار کی جائیں۔ یہ کون سے صحابہ تھے کیا وہی لوگ تھے اگر نہ ہوتے تو یزید کی حکومت کو استحکام نہ ملتا مختلف ابحاث کے ذیل میں ان سوالات کے جواب دیں گے۔

ابن عربی مالکی، معاویہ کی وساطت سے یزید کی جانشین اور اس کی طرف سے اپنے بیٹے کے لئے بیعت لینے کی بحث میں اس منصب خلافت کے لئے یزید کی لیاقت وصلاحیت کی گفتگو کے بعد صحیح بخاری [۲] کی ایک یا چند احادیث کو ذکر کرتا ہے کہ عبداللہ بن عمر نے یزید کی بیعت کی تھی وہ مزید لکھتا ہے:

«فهذه الاخبار الصحاح كلّها تعطيك أنّ ابن عمر كان مسلّماً في أمر يزيد وانّه بايع وعقد له و التزم ما التزم الناس ودخل فيما دخل فيه المسلمون، وحرّم على نفسه ومن اليه بعد ذلك أن يخرج على هذا أو ينقضه، وظهرلك أنّ من قال: انّ معاوية كذب في قوله: بايع ابن عمرو لم يبايع وأنّ ابن عمرو أصحابه سئلوا فقالوا: لم نبايع. فقد كذب، وقد صدق البخاري في روايته قول معاوية على المنبر: انّ ابن عمر قد بايع؛»

ان احادیث سے یہی اخذ ہوتا ہے کہ ابن عمر یزید کی خلافت کے تابع تھے اوراس کی ولایت کو قبول کیا اوراس کی بیعت کی اور جس طرح دوسرے لوگ یزید کی خلافت کے پابند تھے اسی طرح وہ بھی تھے اور جس بیعت کے حصار میں دوسرے مسلمان تھے یہ بھی داخل ہوگئے۔ اس کے علاوہ اپنے اور اپنے اہل وعیال

۱۔ رجوع کریں، فیض القدیر: ۱/ ۲۶۵۔

۲۔ واضح رہے کہ صحیح بخاری ایک ایسی کتاب ہے جس میں کوئی بھی اہل سنّت شک نہیں کر سکتا۔

اور اپنے دوستوں پر یزید کی مخالفت کو حرام قرار دیا۔ اس کے بعد معاویہ نے فراز منبر سے اعلان کیا: عبداللہ بن عمر نے یزید کی بیعت کر لی ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ عبداللہ بن عمر نے یزید کی بیعت نہیں کی ہے اور معاویہ جھوٹ بولتا ہے وہ شخص خود جھوٹا ہے۔

اس بناء پر پہلا صحابی جس کی طرف یزید کی حکومت، خلافت اور ولایت کے قبول کرنے کی نسبت دی گئی اور اس کی حکومت کو استحکام ملا وہ عبداللہ بن عمر ہے۔

ابن عربی مالکی مزید لکھتا ہے:

«فان قیل: کان یزید خماراً، قلنا: لایحل الاّ بشاھدین، فمن شھد بذلك علیه...» [1]

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یزید تو شرابی تھا (تو پھر کس طرح اسلامی حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی) تو اس کے جواب میں کہیں گے: کہ آپ کے لئے ایسے کلمات کہنا جائز نہیں ہے بلکہ دو عادل گواہ اس بات کی گواہی دیں کہ ہم نے دیکھا ہے کہ یزید نے شراب پی ہے۔ اب کس میں دم ہے جو یہ کہے کہ یزید نے شراب پی ہے

شہادت امام حسین کے سلسلہ میں ابن عربی مالکی کے تنقیدی کلام کا خلاصہ کچھ اس طرح ہوگا:

۱۔ جب اہل کوفہ نے امام حسین کو دعوت دی اور امام کوفہ کی جانب سے چل پڑے تو امام کا یہ اقدام صحابہ میں سے ایک بزرگ ہستی یعنی ابن عمر کی رائے کے خلاف تھا! گویا یہ بھی سید الشہداء کا ایک کمزور پہلو ہے کہ انہوں نے ابن عمر کی بات کو قبول نہیں کیا اور کوفیوں کی دعوت کو قبول کر لیا۔ [2]

۲۔ جب لوگوں نے سید الشہداء علیہ السلام کو شہید کیا اور امام کے ساتھ جنگ و قتال کیا تو انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں یہ اقدام کیا تھا ہم سوال کرتے ہیں کہ پیغمبر خاتم نے اس سلسلہ میں کیا فرمایا ہے تو

۱۔ العواصم من القواصم: ۲۰۹-۲۱۱۔

۲۔ «عَدَلَ عن رأی شیخ الصحابة ابن عمر»

جواب دیتے ہیں کہ رسول خدا فرما گئے ہیں کہ اگر امت متحد ہو اور کوئی شخص امت میں تفرقہ اندازی کرے تو اسے قتل کر دیا جائے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ (۱)

حتیٰ وہ شخص "حسین بن علی" ہو!

جی ہاں! اگرچہ وہ حسین بن علی ہی کیوں نہ ہو۔

اگر یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہوئی ہے تو ابن عربی مالکی نے اس حدیث کا مصداق سید الشہداء کو قرار دیا ہے اور امام عالی مقام کو اس حدیث کی روشنی میں واجب القتل سمجھا ہے۔

نظریات کا خلاصہ

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے نتیجہ اخذ کرنے کے لئے ہم یوں کہہ سکتے ہیں:

۱۔ یزید کی حکومت شرعی والٰہی تھی۔

۲۔ معاویہ کو برا بھلا کہنا صحیح نہیں ہے۔

ابن خلدون اس سلسلہ میں لکھتا ہے:

«ایاك أن تظنّ بمعاویة رضی اللّٰه عنه انه علم ذلك من یزید فانّه أعدل من ذلك و أفضل» (۲)

معاویہ کے لئے غیر شائستہ گمان سے پرہیز کرو بے شک اس کی عدالت اس سے کہیں زیادہ ہے اور ان کا مرتبہ عظیم ہے۔

۱۔ «...فمن اراد ان یفرق امر هذا الامة وهی جمیع فاضربوه بالسیف کائناً من کان» مسند احمد: ۴/۲۶۱، ۳۴۱؛ صحیح مسلم: ۶/۲۲ اور دوسرے مآخذ۔

۲۔ تاریخ ابن خلدون: ۱/۲۱۲۔

۳۔ یزید کی حکومت پر اعتراض کرنا حقیقت میں معاویہ اور صحابہ اور خصوصاً شیخ الصحابہ ابن عمر پر اعتراض کرنے کے مترادف ہے۔ یہ وہ صحابی ہے کہ بخاری نے اس کی طرف سے یزید کی بیعت کرنے کو ذکر کیا ہے اور صحابہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا کفر کے مساوی ہے۔

۴۔ سید الشہداء امام حسین نے برحق حکومت کے خلاف قیام و خروج کیا لہذا وہ خارجی ہیں!

۵۔ جن لوگوں نے بھی شہادت امام حسین میں حصہ لیا ہے انہوں نے قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کیا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی واطاعت میں اس عمل کو انجام دیا ہے۔ ایسے کلمات جن کو لکھنے اور کہنے سے دل کانپتا ہے ہم خدا وند عالم کہ پناہ میں جاتے ہیں کہ امام حسین نے یزید کی برحق حکومت کے خلاف قیام کیا تھا لہذا وہ واجب القتل تھے، امام حسین کے قاتلوں نے نا صرف کوئی گناہ نہیں کیا ہے بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر عمل کیا ہے، لہذا اجر و ثواب کے مستحق بھی ہیں۔

جی ہاں! ایسے اعتقادات رکھ کر ہماری سرزنش کرتے ہیں۔ وہ شخص جو واجب القتل تھا اور برحق قتل کیا گیا، اس کی عزاداری کرتے ہو اور عاشورہ کے دن اس کے لئے مجالس عزا برپا کرتے ہو لہذا ہم تمہارے خلاف برسرپیکار رہیں گے اور ان مجالس عزاء کو ختم کر کے دم لیں گے حتیٰ کہ اگر ہمارا بس چلا تو عزاداران حسین کو بھی ختم کر دیں گے۔

واقعہ عاشورہ کے خلاف جہاد کیوں

سید الشہداء علیہ السلام کی عزاداری برپا کرنا ایک ایسا تیر ہے جو معاویہ کے سینے میں پیوست ہوتا ہے اگر امام حسین کا تذکرہ کریں تو لامحالہ اس کا نتیجہ معاویہ کی طعن و تشنیع پر ختم ہوتا ہے لہذا ان کے لئے ایک ہی راہ حل ہے کہ عزاداری کے خلاف کمربستہ ہو جائیں اور عاشورہ کی مجالس میں رخنہ ڈالیں تا کہ ان صحابہ کی آبروریزی نہ ہو سکے جو معاویہ اور یزید کے ہمراہ تھے اور انہوں نے یزید کی بیعت کی تھی۔

عبد المغیث حنبلی بغدادی کا نظریہ

ایک اور محقق جس نے واقعہ عاشورہ کے بارے میں اظہار نظر کیا ہے وہ عبد المغیث بن زہیر حنبلی بغدادی ہے جس کا انتقال ۵۸۳ہجری قمری کو ہوا۔ اہل سنت کے سیرہ نویس اس کے حالات زندگی میں کچھ یوں لکھتے ہیں:

«کان صالحاً متدیناً صدوقاً، ثقةً، ورعاً أمیناً حسن الطریقة جمیل السیرة حمید الأخلاق مجتهداً في اتباع السنّة»[1]

وہ صالح، متدین، صادق، پرہیزگار، مطمئن، امین، خوش رفتار، با اخلاق اور ہمیشہ سنتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں کوشاں رہنے والے شخص تھا۔

اہل سنّت کے نزدیک ان تمام اوصاف والقاب وعظیم منزلت والے محقق نے یزید بن معاویہ کے فضائل ومناقب پر مشتمل کتاب کو تالیف کیا ہے۔ وہ معاویہ کی شان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو یوں نقل کرتا ہے:

«اللّٰهم اجعله هادیاً واهد به»[2]

پالنے والے تو معاویہ کو ہادی قرار دے اور لوگوں کو یہ توفیق عنایت فرما کہ وہ معاویہ کے طفیل ہدایت کر سکیں۔

لہٰذا اس حدیث کی مدد سے ہمیں معاویہ کے فرزند کی ولایت کو قبول کرنا چاہئے اس لئے یہ محقق آگے چل کر یوں کہتا ہے:

«ومن کان هادٍ لایجوز أن یطعن علیه فیما اختار من ولایة یزید»[3]

۱۔ شذرات الذہب، ۴/ ۲۷۵۔

۲۔ الرد علی المتعصب العنید، ۷۵۔

۳۔ ایضاً۔

وہ شخص جو خود ہادی ہے اس کے خلاف کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ایسے شخص کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنائے اور کہے کہ معاویہ نے یزید کو اپنا جانشین کیوں مقرر کیا ہے.....!

آگے چل کر لکھتا ہے کہ

«ولایة یزید ثبتت برضی الامّة...»[1]

یزید کی ولایت امت کی رضایت سے ثابت ہو جاتی ہے۔

علمائے اہل سنت کے متعصب علماء کے نظریات کا خلاصہ ایک جملے میں یوں ہوگا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث جو خلفاء اور امراء کی پیروی کو واجب گردانتی ہیں کا تقاضا یہ ہے کہ ہم کہیں کہ حسین بن علی ایک باغی ہیں!

جی ہاں! ایسی باتوں کو لکھنے اور پڑھنے سے وہ دل جو سید الشہداء علیہ السلام کی محبت سے سرشار ہے۔ وہ غم و پریشانی میں مبتلاء ہو جاتا ہے اگر مذہب اور مکتب اہل بیت کا دفاع ہماری ذمہ داری نہ ہوتی تو ایسے کلمات کو ہرگز نقل نہ کرتے۔

اس کے بعد عبد المغیث حنبلی بغدادی یزید پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جواب میں لکھتا ہے کہ یزید کے باپ کے احترام میں یزید کو برا بھلا نہیں کہنا چاہئے۔

جی ہاں! یہ نہ کہو کہ یزید شراب پیتا تھا...، یہ بھی نہ کہو کہ یزید محارم کے ساتھ نکاح کرتا تھا...، کسی کو بھی حق نہیں پہنچتا کہ وہ یزیدی کردار کو دوسروں کے سامنے بیان کرے...

زبان پر مہر خاموشی کیوں لگادیں! یزید کے باپ کے احترام میں لب کشائی نہ کریں! یہ سب مطالب اس کتاب میں ملتے ہیں جسے حنبلی بغدادی نے تاریخ کے حقائق پر پردہ ڈالنے کے لئے تحریر کیا ہے۔

لیکن حقائق پر کبھی بھی پردہ نہیں ڈالا جا سکتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات یہ حقائق انہی کے مذہب کے علماء اور دانشوروں کی نوک قلم سے جاری ہو جاتے ہیں اور یہ دلیل اور سرچشمہ بن جاتے ہیں کہ اہل سنّت کے بعض علماء یزید اور اس کی بدکرداری کا دفاع کریں اور پھر دوسرے علماء اس کے بارے میں گفتگو اور کتابیں لکھیں۔

۱۔ الرد علی المتعصب العنید، ۷۷۔

عبدالمغیث حنبلی کی کتاب کے جواب میں ابوالفرج ابن جوزی حنبلی نے کتاب لکھی ہے وہ عبدالمغیث کے ہم عصر تھے اوران کاانتقال ۵۹۷ ہجری میں ہوا تھا۔البتہ عبدالمغیث کی کتاب جو یزید کے دفاع اوراس کے فضائل پر مشتمل ہے ہماری دسترس میں نہیں آئی لیکن ابن جوزی کی کتاب ''الرّدعلی المتعصب العنید المانع من ذم یزید'' ہمارے پاس موجود ہے ۔اہل سنت کے بزرگ محققین ذہبی،ابن کثیر دمشقی اوردوسرے علماء نے واضح طور پر کہاہے کہ اے کاش! عبدالمغیث اس نوعیت کی کتاب نہ لکھتے۔[1]

اب اگر خوداس شخص یعنی عبدالمغیث ابن زہیر حنبلی سے سوال کیاجائے کہ کس دلیل کی وجہ سے آپ اورآپ جیسے دوسرے محققین یزیدبن معاویہ کادفاع کرتے ہیں وہ جواب دیں گے :

«انّما قصدتُ کفَّ الألسنة عن لعن الخلفاء و الاّ فلو فتحنا هذ ا لکان خلیفة الوقت احقّ اللعن»[2]

میں نے یزید کااس لئے دفاع کیاہے تاکہ اس کام کے ذریعہ خلفاء پر لعنت بھیجنے والی زبانوں کوقطع کروں ورنہ اگرلعن وطعن کونہ روکاجائے اوراس کام کی اجازت دے دی جائے توہمارے زمانہ کے خلفاء لعنت کے زیادہ مستحق ہیں۔

جی ہاں!ایساکام کریں جس کی وجہ سے خلفاء لعنت کی زدمیں نہ آئیں اب تک معاویہ اور عبداللہ بن عمر کاسہارالے کر یزید کولعنت سے بری الذمہ قرار دیاجارہاتھااوراب خلفاء کاراگ الاپناشروع کردیاہے۔پس آہستہ آہستہ شعائر حسینی اور عزاداری حضرت سیدالشہداءکی مخالفت کارازکھل رہاہے اوردوسری طرف شیعیان علی کی طرف سے عزاداری سیدا لشہداء کوبرپاکرنااوراسے مستحکم کرنے کی علت بھی واضح ہورہی ہے۔امام حسین علیہ السلام کے حق کی قسم اتنی عظیم الشان

۱۔سیر اعلام النبلاء: ۲۱/۱۶۰۔

۲۔سیر اعلام النبلاء: ۲۱/۱۶۱۔

عزاداری برپا کرنے کے باوجود ابھی تک ہم نے عزاداری سید الشہداء کا حق ادا نہیں کیا ہے اور یہ حق ہماری گردن پر موجود ہے۔

خلفاء پر لعن کے سلسلہ میں تفتازانی کا نظریہ

اہل سنت کے ایک اور محقق جس نے خلفاء کو لعن وطعن سے بچانے پر کمر ہمت باندھی ہے وہ سعد الدین تفتازانی ہیں۔ وہ گذشتہ عبارت کی نسبت زیادہ واضح الفاظ میں یزید پر لعنت نہ کرنے کی علت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

«فان قیل: فمن علمائ، المذھب من لم یجوّز اللعن علی یزید مع علمھم بانّہ یستحق مایربو علی ذلك ویزید قلنا: تحامیاً عن أن یرتقی الی الاعلی فالاعلی»[1]

اگر کوئی کہے کہ علماء مذہب یہ جانتے ہوئے کہ یزید لعنت کا مستحق ہے بلکہ لعنت کا زیادہ سزاوار ہے پھر بھی اس پر لعنت کرنے کو جائز نہیں جانتے پس یزید پر لعنت کرنے سے کس لئے روکتے ہیں تو ان کے جواب میں کہا جائے گا کہ یزید پر لعنت کرنے سے اس لئے روکا گیا ہے کہ مبادا یہ لعنت اس کے باپ اور پھر معاویہ سے قبل دوسرے خلفاء تک سرایت نہ کر جائے۔ گویا کہیں لعنت یزید کا سلسلہ معاویہ سے ہوتا ہوا دوسرے خلفاء تک نہ جا پہنچے۔

اس لئے ابن خلدون، ابن عربی مالکی، عبد المغیث بن زہیر اور تفتازانی میں سے کسی نے بھی حقیقت حال کو بیان نہیں کیا ہے کیونکہ اس تاریخی واقعہ کے کچھ حقائق ہیں۔ جن کی ہم کمال ادب واحترام کے ساتھ تحقیق کرتے ہیں۔ وہ مجبور ہیں کہ حسین بن علی کو واجب القتل سمجھیں اور تاریخ کے اس دائمی حماسہ یعنی شہادت سید الشہداء کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جائیں کیونکہ وہ موعظہ ونصیحت کے طریقہ کار سے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے کہ عزاداری سید الشہداء علیہ السلام کو سبوتاژ کریں۔

۱۔ شرح المقاصد: ۲/ ۳۰۷۔

یہ سوچنے کا مقام ہے کہ وہ عزاداری سید الشہداء علیہ السلام کے ساتھ کیوں برسرِ پیکار ہیں اس لئے کہ اس واقعہ میں صحابہ کا کردار بھی شامل ہے... کیوں کہ معاویہ اور اس سے پہلے دوسرے خلفاء بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں۔

واقعۂ کربلا میں معاویہ کے کردار پر ایک نظر

واقعۂ کربلا میں معاویہ کا کردار اس وقت شروع ہو گیا تھا جب اس نے اپنے فاسق و فاجر بیٹے کو اپنا ولی عہد بنایا کیوں کہ یزید کی عیب جوئی خود بخود اس شخص کی جانب منتقل ہو جائے گی جس نے اسے یہ منصب سونپا تھا اور مزید یہ کہ خلفاء ماقبل بھی اس جرم میں شریک قرار پائیں گے۔

ہمارے نزدیک عراق میں سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کا منصوبہ خود معاویہ نے تشکیل دیا تھا۔ یزید نے تو اس کو عملی جامہ پہنایا ہے۔ آنے والے عاشورہ کے مخفی پہلوؤں میں صبر و دقت کے ساتھ، غور و فکر کرنے سے ان حقائق سے پردہ اٹھ جائے گا۔

اب تحقیق و بحث کے لئے مجبور ہیں کہ جو مطالب بیان کیے گئے ہیں ان میں مزید دقت اور چھان بین کریں، اس سے قبل اس متعصب گروہ کے سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کے سلسلہ میں جو نظریات بیان کیے جا چکے ہیں کہ بعض دوسرے اہل سنّت کے محققین نے اس متعصب گروہ پر شدید نکتہ چینی کی ہے۔

حافظ ابن حجر مکی، ابن عربی ملکی کے موقف کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اس کے کلام سے تو انسان لرزا بر اندام ہو جاتا ہے۔ عبد القادر جیلانی جس نے کہا تھا کہ روز عاشورہ خوشی اور شادمانی کا دن ہونا چاہئے اس کے جواب میں ابن جوزی حنبلی نے کہا ہے کہ یہ بے ہودہ اور باطل گفتگو ہے۔

ہم آگے چل کر اہل سنت کے مختلف ادوار کے دوسرے محققین اور دانشوروں احمد بن حنبل سے لے کر شہاب الدین آلوسی بغدادی اور شیخ محمد عبدہ مصری تک کے اقوال آپ کی خدمت پیش کریں گے اور آپ ملاحظہ کریں گے کہ یہ تمام بزرگان یزید پر لعنت بھیجنے اور اس کے کام سے بیزاری و نفرت کا اعلان کرتے ہیں حتیٰ کے بعض نے تو یزید کو واضح طور پر کافر بھی کہا ہے۔

لہٰذا امام حسین کو واجب القتل سمجھنا اہل سنت کے مخصوص علماء کے گروہ کا نظریہ ہے انہیں دوسرے علمائے اہل سنت سے جدا سمجھنا چاہئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پیروکار یزید کو "امیرالمومنین یزید بن معاویہ" یا "خلیفۃ المظلوم یزید بن معاویہ" کے نام سے پکارتے ہیں جب یہ ہمارے مولاو آقا حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام کو واجب القتل سمجھتے ہیں تو پھر لا محالہ ہم جو امام عالی مقام کے پیروکار ہیں ہمیں بدرجہ اولی کافر سمجھیں گے اور ہمارے خون کو بھی مباح خیال کریں گے۔

اس سخت گیر گروہ کا اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں تعصب و غصہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ "حجاج بن یوسف" کے بارے میں کتابیں تالیف کرڈالی ہیں اور تاریخ کے اس بڑے مجرم اور خون خوار کا دفاع کرتے ہیں حتیٰ کہ معاویہ کی ماں "ہندہ" جگر خوارہ کے فضائل و مناقب پر مشتمل کتاب لکھ ڈالی ہے۔

ان لوگوں کی عموماً اہل سنت کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہے اور اکثر مسلمان ان سے اظہار برائت کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے کہا تھا کہ شیعوں کے علاوہ عام مسلمان بھی عاشورہ کی مجالس میں شرکت کرتے ہیں۔ اس افراطی و تندرو گروہ کی مخالفت میں خود اہل سنت کے بزرگ علماء کھڑے ہوگئے ہیں اور یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کا شمار ان علماء میں ہوتا ہے جن کے اہل بیت کے بارے میں کوئی اچھے نظریات نہیں ہیں۔

لیکن اس کے باوجود اس افراطی و متعصب ٹولے کے نظریات کو مسترد کرتے ہیں۔ ان علماء میں ابوالحسن ہیثمی، ابن حجر مکی اور ابن جوزی حنبلی وغیرہ شامل ہیں جو اپنے اپنے زمانہ کے حافظ تھے۔

متعصّب علمائے اہل سنت کے نظریات کا تنقیدی جائزہ

گذشتہ بیانات کی روشنی میں ان متعصب و سخت گیر گروہ کے فکری نظریات واضح ہوجاتے ہیں۔ جوانان جنت کے سردار سید الشہداء کی شہادت کے بارے میں ان کے نظریات ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں:

ا۔ تمام صحابہ کا یزید کی حاکمیت اور ولایت کو قبول کرنا:

یہ بات تاریخ حقائق کے خلاف ہے چنانچہ آگے بیان کریں گے کہ اس زمانہ میں بزرگ صحابہ اور نامور شخصیات یزید کی حکومت و ولایت کی مخالف تھیں۔ اسی وجہ سے معاویہ کو بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور یزید کی ولی عہدی کے لئے مختلف حربے استعمال کیے تاکہ اپنے مخالفین کو یزید کی جانشینی قبول کرنے پر مجبور کر سکے۔

جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید خدری، سہل بن سعد انصاری، زید بن ارقم اور دوسرے صحابہ نے یزید کی جانشینی کے مقابلہ میں سکوت اختیار کیا۔ واضح سی بات ہے کہ ان کا سکوت یزید کی جانشینی پر رضامندی کے طور پر نہ تھا بلکہ وہ حالت تقیہ میں تھے اور معاویہ کے دور حکومت میں اصحاب رسول کے مابین تقیہ عام طور پر رائج تھا کیونکہ انہیں خوف تھا کہ جو حشر دوسروں کا ہوا ہے کہیں ان کے ساتھ بھی وہی حشر نہ ہو....!

لہٰذا اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت معاویہ کے کام پر ان کی رضامندی کی دلیل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ صحابہ کا معاویہ کے ساتھ تعاون، طمع، خوف یا ڈرانے دھمکانے کی وجہ سے تھا۔

۲۔ یزید کی ولایت میں عبداللہ بن عمر کا کردار:

ابن عربی مالکی نے صحیح بخاری میں آنے والی احادیث کہ عبداللہ بن عمر نے یزید کی بیعت اور اس کی ولایت کو قبول کر لیا تھا کا حوالہ دیا ہے، اس کے کلام کے نقد میں ہم یہ کہیں گے کہ خود ابن عربی مالکی کہتا ہے:

بعض علماء نے عبداللہ بن عمر کی طرف سے یزید کی بیعت کرنے کی نفی کی ہے اور اس بات کی تصدیق نہیں کرتے۔[1]

اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائِ اہل سنّت عبداللہ بن عمر کی جانب سے یزید کی بیعت کرنے کے سلسلہ میں اختلاف رکھتے ہیں۔ البتہ یہ صحیح بخاری میں ذکر ہوا ہے اور خود بخاری بھی اسی متعصب گروہ سے ہے کہ یزید اور شہادت سید الشہداء کے بارے میں جن کے نظریات بیان کے گئے ہیں۔

ا۔ العواصم من القواصم: ۲۰۸۔

عبداللہ بن عمر کی شخصیت میں معمولی سے تحقیق کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وہ نظریاتی ونفسیاتی طور پر کمزور انسان تھے اوران کی اپنی کوئی شخصیت نہ تھی اوراگران کا احترام کیا بھی جاتا تووہ باپ کی وجہ سے تھااورابن عربی نے انھیں "شیخ الصحابہ" کالقب دے دیاہے تاکہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکے۔

جی ہاں !وہ کبھی بھی "شیخ الصحابہ" نہیں تھے اوراس زمانہ میں وہ کسی مقام پر فائز نہ تھے۔حتیٰ کہ دوسرے خلیفہ عمر جو اُن کے باپ تھے وہ بھی انھیں قبول نہیں کرتے تھے۔جب عمر کو یہ مشورہ دیاگیاکہ اپنے بیٹے عبداللہ کو کوئی منصب یا عہدہ دیں تواُنھوں نے جواب دیاکہ عبداللہ کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ کسی طرح زوجہ کو طلاق دی جاتی ہے اس حالت میں کس طرح اسے کوئی منصب یاعہدہ دیاجاسکتاہے۔[1]

حتیٰ کہ بعض مقامات پر عبداللہ بن عمر اپنے باپ کی مخالفت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں چنانچہ "متعہ" کے مسئلہ میں معروف ہے کہ اُنھوں نے کہاکہ میرے باپ نے حرمت متعہ کا جوحکم صادر کیاہے۔یہ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے اور ہمیں چاہئے ،رسول خداکے حکم کی اطاعت کریں نہ کہ میرے باپ کے حکم کی۔[2] یزید کی ولی عہدی کے سلسلہ میں ملتاہے کہ معاویہ نے عبداللہ بن عمر کوایک لاکھ درہم دیئے اُنھوں نے اس رقم کوقبول کرلیااور یزید کی جانشینی پر خاموشی اختیار کرلی۔[3]

جی ہاں !اس نے خاموشی اختیار کرلی لیکن کیایہ حقیقت ہے کہ عبداللہ بن عمر نے معاویہ کے زمانہ میں یزید کی بیعت بھی کی تھی یانہیں

اس سلسلہ میں علماء اہل سنت اوران کے بزرگان میں اختلاف نظر پایاجاتاہے۔اس شخص کی شخصیت کے کمزور پہلوئوں کوذکر کرتے ہوئے کہاگیاہے کہ عثمان کے قتل کے بعد عبداللہ بن عمر نے امیرالمومنین علیہ السلام کی بیعت نہیں کی۔اس کے برعکس جب مدینہ کے لوگوں نے یزید کے خلاف قیام کیااورواقعہ حرہ رونماہوااس وقت عبداللہ بن عمر

۱۔الطبقات الکبریٰ: ۳/۳۴۳۔

۲۔ قابل ذکر ہے کہ ہم نے متعہ النساءاورحج تمتع کے سلسلہ میں جداگانہ تحقیق کی ہے جوعنقریب زیور طبع سے آراستہ ہوجائے گی۔

۳۔فتح الباری: ۱۳/۶۰؛الکامل فی التاریخ: ۵/۷۳۔

نے یزید کی بیعت کی اور پھر یزید کے بعد جب حکومت کی باگ ڈور عبدالملک بن مروان کے ہاتھوں میں آئی تو عبداللہ بن عمر نے کہا: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس نے وقت کے خلیفہ کی بیعت نہ کی ہو تو وہ شخص مسلمان نہیں ہے۔ اسی وجہ سے رات کی تاریکی میں حجاج بن یوسف ثقفی جو عبدالملک بن مروان کی جانب سے اس علاقہ کا گورنر تھا کے پاس گیا اور بیعت کی، حجاج نے اس سے کہا کہ اتنی بھی جلدی کیا تھی کہ تو رات کی تاریکی میں آگیا صبح تک صبر کر لیتے....!

عبداللہ نے جواب دیا کہ مجھے ڈر ہے کہ آج رات اس دنیا سے کوچ کر جاؤں اور عبدالملک بن مروان کی بیعت میری گردن پر نہ ہو۔ وقت کے خلیفہ کی بیعت نہ کرنے سے کاندھوں پر ذمہ داری آجاتی ہے اور مجھے چاہئے کہ اپنی ذمہ داری کو پورا کروں!

حجاج نے کہا کہ میں کام میں مصروف ہوں اس کے بعد اپنے پاؤں کو دراز کیا اور کہا کہ میرے پاؤں پر بیعت کرو![1]

عبداللہ بن عمر نے حجاج بن یوسف ثقفی کے پاؤں پر بیعت کی تاکہ اس طرح وقت کے خلیفہ عبدالملک بن مروان کی بیعت کر سکے۔

جی ہاں! عبداللہ جس نے امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت نہ کی تھی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسے اتنا رسوا ہونا پڑا۔

۳۔ یزید پر لعنت نہ بھیجنے کا سبب:

اس سے قبل بیان کر چکے ہیں کہ اہل سنّت کے بعض علماء کا عقیدہ ہے کہ یزید پر لعنت نہ بھیجی جائے جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ یزید نے جو مظالم ڈھائے ہیں پھر اس پر لعنت کیوں نہ کی جائے۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اگر یزید پر لعنت کی گئی تو پھر لعنت کا سلسلہ ''الاعلی فالاعلی'' یزید پر رکنے والا نہیں ہے بلکہ اس سے بھی اوپر جائے گا اور ان لوگوں کا دامن بھی اس کی لپیٹ میں آجائے گا جن کے لئے ایسی جسارت کرنا سزاوار نہیں ہے۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ۱۳ / ۲۴۲۔

جی ہاں! واقعہ کربلا میں خلفاء کا کردار اس وقت سے شروع ہو گیا تھا جب عمر بن خطاب کے زمانہ میں مسلمانوں نے شام کے بعض علاقوں کو فتح کیا تھا اور یزید بن ابی سفیان کو عمر بن خطاب کی طرف

سے ان علاقوں کا حاکم بنایا گیا اور یزید کے انتقال کے بعد اس کا بھائی معاویہ اس علاقہ کا حاکم بن گیا اور اس کے بعد جب پورے شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تو معاویہ اس پورے علاقہ کا حاکم مطلق بن گیا۔ عثمان بن عفان نے بھی اپنے عہد حکومت میں معاویہ کو اس علاقہ پر حاکم برقرار رکھا۔[1]

اس موقع پر ابوسفیان نے خوش ہو کر عثمان سے کہا تھا "وصلتك رحمك"[2] تو نے صلہ رحمی کی۔ لہٰذا جن افراد نے بھی معاویہ کو اس مقام تک پہنچایا ہے وہ اس کے اچھے اور برے کاموں میں برابر کے شریک ہیں۔

کیا معاویہ نے کوئی اچھا کام بھی انجام دیا بڑی واضح سی بات ہے کہ معاویہ کے کرتوت "الاعلی فالاعلی" تک پہنچنے والے میں اس کے کاموں کی فہرست میں معمولی سا غور و فکر کرنے سے یہ سوال ابھر کر سامنے آتا ہے کہ کس شخص نے اسے اس منصب پر فائز کیا تھا معاویہ کو کس مقصد کے لئے شام کا حاکم بنایا گیا...

معاویہ کی مدح میں من گھڑت حدیث

بعض اہل سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاویہ کی شان میں فرمایا کہ "اللّٰهم اهده واهد به"[3] پروردگار معاویہ کو ہدایت عطا فرما اور پھر اسی کے طفیل دوسروں کو بھی ہدایت یافتہ بنا!

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۵۹/۵۵

۲۔ الاستیعاب: ۳/۱۴۱۷؛ اسد الغابہ: ۴/۳۸۶؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۶۵/۲۵۱۔

۳۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۵۹/۷۹؛ الاستیعاب: ۲/۸۴۳؛ الطبقات الکبریٰ: ۷/۴۱۸؛ تاریخ بغداد: ۱/۲۲۲ اور دوسرے مآخذ۔

لہٰذا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں یزید کو جانشینی بنانے کی وجہ سے معاویہ کو لعن وطعن نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ معاویہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے ہدایت یافتہ ہے اور امت کا ہادی ہے اور جس شخص کی ذمہ داری امت کی ہدایت ہو وہ غلط کام انجام نہیں دے سکتا لہٰذا معاویہ پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اس نظریہ کی مختلف پہلوؤں سے تحقیق وتجزیہ کی ضرورت ہے:

اولاً: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاویہ کی شان میں کبھی کوئی حدیث بیان نہیں کی ہے۔ یہ ایک بڑا اور کھلا ہوا جھوٹ ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی معاویہ کی فضیلت میں کوئی بھی حدیث بیان نہیں فرمائی اور یہ وہ بات ہے جس پر ایسے مدارک دلالت کرتے ہیں جو سب کے لئے قابل قبول ہیں۔

صحیح بخاری اہل سنت کی معتبر اور صحیح ترین کتاب شمار کی جاتی ہے جس میں اصحاب کے بارے میں ابواب ذکر کیے گے۔ مثلاً ''فضائل فلاں، فضائل فلاں'' وغیرہ اور جب معاویہ کی باری آتی ہے تو اس باب کا عنوان یہ نہیں ہے کہ ''فضائل معاویہ'' بلکہ اس باب کا عنوان ''باب ذکر معاویہ'' رکھا ہے۔

کتاب بخاری کی شرح اور اس کی وضاحت بیان کرنے والوں نے اس کا راز یہ بتایا ہے کہ کیونکہ معاویہ کی فضلیت میں احادیث نہیں تھیں اس لئے بخاری نے باب کا عنوان ''باب فضائل معاویہ'' نہیں رکھا۔ پس کب رسول خدا نے ارشاد فرمایا تھا: ''اللّٰھم اھدہ واھد بہ'' یہ وضاحت اہل سنت کی نامور کتاب شرح صحیح بخاری میں موجود ہے۔ [1]

ثانیاً: کیا معاویہ کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنی زندگی میں یزید کو اپنا جانشین مقرر کرے یا نہیں تھا کیا معاویہ کا یہ اقدم شرع مقدّس میں قابل قبول ہے کیا اہل سنت کے نظریات اس مسئلہ کو صحیح قرار دیتے ہیں

ثالثاً: اگر یہ فرض بھی کرلیں کہ معاویہ کو اس قسم کا حق حاصل تھا کہ وہ اپنے بعد کسی کو جانشین بنائے اور لوگوں سے اس کی بیعت لے تو اس کام کو کس طرح انجام دینا چاہئے تھا بطور مثال یزید کا تعارف کراتا اور کہتا کہ وہ ایک صالح انسان ہے اور میری جانشینی اور حکومتی امور کو چلانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور پھر انتہائی ادب احترام کے ساتھ لوگوں سے تقاضا کرتا کہ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق آزادی کے ساتھ یزید کی بیعت کریں۔

۱۔ رجوع کریں، فتح الباری: ۷/۸۱۔

اگر معاویہ کو اس قسم کا حق حاصل تھا تو کیا اس نے یہ طریقہ کار اپنایا ہے ہرگز نہیں۔اس کے برعکس اس نے اپنے منصوبہ کے مخالفین کو مختلف ہتھکنڈوں سے سرکوب کیا ہے بعض کو لالچ دے کر اور تجوریوں کے منہ کھول کر خریدا ہے اور بعض کو ڈرایا دھمکایا ہے اور کچھ تقیہ اختیار کر کے خاموش ہو گئے۔اس طرح اس نے یزید کو متعارف کروایا ہے آئندہ اس بحث کو تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

رابعاً: تحقیقات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ شدت پسند ٹولہ معاویہ کی عظمت کے گن اس لئے گاتا ہے کہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکے اور انہوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ معاویہ صحابہ کے لئے سد سکندری کی حیثیت رکھتا ہے۔

اگر کوئی شخص معاویہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتا ہے تو پھر یہ لعنت صحابہ تک پہنچ جائے گی۔ان حالات میں معاویہ کی عظمت کو بیان کرنے کے لئے جہاں جعلی اور جھوٹی احادیث کا سہارا لیتے ہیں۔وہیں عام لوگوں حتیٰ کہ شیعیان علی کو بھی منع کیا جاتا ہے کہ وہ معاویہ کو برا بھلا نہ کہیں تا کہ اس کے کام من جملہ یزید کو جانشین بنانا صحیح قرار پائیں۔نمونہ کے طور پر تاریخ مدینہ دمشق ابن عساکر اور دوسری کتب کی طرف رجوع کریں وہ معاویہ کے حالات زندگی کے بارے میں اس طرح رقم طراز ہیں کہ اسلام ایک گھر کی مانند ہے اور ہر گھر کے دروازے ہوتے ہیں اور صحابہ کرام اس گھر کے محافظ اور دروازوں کی مانند ہیں اور معاویہ کی مثال ان دروازوں کی کنڈی کی طرح ہے۔لہٰذا جو شخص معاویہ سے متعرض ہوتا ہے گویا وہ صحابہ اور اسلام سے برسرپیکار ہے۔[۱]

اس نظریہ کو دو طرح سے باطل قرار دیا جا سکتا ہے:

پہلا جواب: اصلاً یہ بات ہی باطل ہے کیونکہ قطعی اور محکم احادیث کے صریحاً خلاف ہے جو رسول اسلام ﷺ سے صادر ہوئی ہیں کیونکہ رسول اسلام ﷺ تو ارشاد فرماتے ہیں:

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق:۵۹/ ۲۱۰۔

«انّی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اهل بیتی»(۱)

یاد رکھو! میں تمہارے درمیان دو گراں بہا چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور اپنے اہل بیت علیہم السلام۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

«انا مدینة العلم وعلی بابها»(۲)

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

ہمارا منبع رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے جسے خود اہل سنت نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس یہ شدت پسند افراد کہتے ہیں صحابہ اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ ہیں اور معاویہ، صحابہ کرام کا محافظ ہے کیوں کیونکہ ان کے خیال میں اگر معاویہ کے بند کو توڑ دیا گیا تو اسلام کا دروازہ ٹوٹ جائے گا جس کے نتیجہ میں اسلام کی ہتک حرمت ہوگی لہٰذا جس نے بھی معاویہ کو برا بھلا کہا اس نے گویا اسلام کے خلاف جسارت کی۔

معاویہ کے بارے میں اس قسم کے باطل نظریات رکھنے کا مقصد کیا ہے صرف اس لئے کہ زبانوں کو معاویہ کی سرزنش کرنے سے روکیں مبادا یہ طعن وتشنیع معاویہ سے اوپر سرایت کرجائے اور صحابہ کا دامن بھی داغدار ہوجائے۔

۱۔ یہ حدیث شریف شیعہ و سنی دونوں کے اہم منابع میں ذکر ہوئی ہے بطور مثال: چند منابع کا ذکر کرتے ہیں: بصائر الدرجات: ۴۳۳، باب، ۱۷؛ امالی، شیخ صدوق رحمہ اللہ: ۵۰۰؛ الارشاد، شیخ مفید: ۱/۲۳۳؛ الاحتجاج: ۱/۲۱۶-۲۱۷؛ بحارالانوار: ۲۳/۱۳۳-۱۳۴؛ مسند احمد: ۳/۱۴-۱۷-۵۹ اور ۱۸۲؛ فضائل الصحابہ، نسائی: ۱۵؛ المستدرک علی الصحیحین: ۳/۱۰۹، ۱۴۸؛ السنن الکبری، نسائی: ۵/۴۵-۱۳۰، مجمع الزوائد: ۹/۱۶۳ منابع دیگر۔

۲۔ یہ حدیث شریف بھی شیعہ و سنی دونوں کے اہم منابع میں ذکر ہوئی ہے بطور مثال: چند منابع کا ذکر کرتے ہیں: امالی شیخ صدوق رحمہ اللہ: ۴۲۵؛ عیون الاخبار الرضا علیہ السلام: ۱/۷۲ح۲۹۸؛ بحارالانوار: ۴۰/۷۰ح۱۰۴؛ المستدرک علی الصحیحین: ۳/۱۲۶؛ المعجم الکبیر: ۱۱/۵۵، سنن ترمذی: ۵/۳۰۱ رقم ۳۸۰۷، کنز العمال: ۱۳/۱۴۸ اور دوسرے مآخذ۔

دوسرا جواب: یہ بات قابل ذکر ہے کہ اہل سنت کے بعض محققین نے ان حقائق سے پردہ اٹھایا ہے اور اس سخت گیر ٹولہ کے نظریات کو باطل قرار دیتے ہیں جیسے نسائی کہ اس نے ان کے کلمات پر مہر بطلان ثبت کر دی ہے۔

نسائی اہل سنت کے نامور محقق ہیں اور ان کی کتاب سنن نسائی اہل سنت کی چھ معروف کتابوں میں شمار ہوتی ہے جسے تمام اہل سنت قبول کرتے ہیں۔ مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ جب نسائی شام میں داخل ہوا تو وہاں کے لوگوں کے دلوں میں علی ابن ابی طالب کے بارے میں سخت دشمنی اور کنیہ پایا جاتا تھا۔ لہٰذا نسائی نے لوگوں کی ہدایت کی خاطر امیر المومنین علی کے مناقب اور فضائل پر مشتمل کتاب لکھ ڈالی۔

شام کے لوگ اس کے پاس آئے اور تقاضا کیا کہ معاویہ کے فضائل و مناقب میں روایات نقل کرو اس نے جواب دیا کہ کیا معاویہ کے بھی فضائل و مناقب ہیں جنہیں بیان کروں جب لوگوں نے نسائی کی زبان سے یہ جواب سنا تو اس پر حملہ کر دیا اور اسے اتنا مارا کہ وہ بیماری میں مبتلا ہو گیا اور اس کے بدن کے نازک حصوں پر بیماری کے اثرات پیدا ہو گے۔ اسے مکہ لے گے اور پھر وہ اسی بیماری میں انتقال کر گئے اس وجہ سے مؤرخین جب نسائی کے حالات زندگی لکھتے ہیں تو کہتے ہیں:

«تؤفی بها مقتولاً شهيداً»[۱]

نسائی کو قتل کیا گیا ہے اور وہ شہید ہے۔

یہ داستان کتاب سیر اعلام النبلاء میں آئی ہے جو کہ بہت بڑا مجموعہ ہے جس میں اہل سنّت کے علماء اور دوسرے فرقوں کے علماء کے حالات زندگی درج ہیں اس کتاب کے مصنّف حافظ ذہبی ہیں جو اہل سنت کے نامور مورخ، رجال شناس اور محدث ہیں۔[۲]

اس کے باوجود ذہبی کا شمار اہل سنت کے متعصب علماء میں ہوتا ہے وہ یزید کے بارے میں کہتے ہیں:

۱۔ تہذیب الکمال: ۱/ ۳۲۹؛ خصائص امیر المومنین علیہ السلام، نسائی: ۱۱؛ تہذیب التہذیب: ۱/ ۳۳؛ البدایۃ والنہایۃ: ۱۱/ ۱۴۱۔

۲۔ سیر اعلام النبلاء: ۱۴/ ۱۲۹-۱۳۰۔

«لانحبّہ ولانسبّہ»[1]

ہم یزید کو دوست رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کو برا بھلا کہتے ہیں۔

یہ جملہ اس کے تعصب کو بیان کرتا ہے اس کو برا بھلا نہیں کہتے کیا یزید نے اہل بیت کو اذیت نہیں دی اس نے فرزند فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کو بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا، اہل بیت کو اذیت دینا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے کے مترادف ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینا خداوند عالم کو اذیت دینے کے مساوی ہے جو کفر ہے۔

اے ذہبی! آپ نے یہ کیوں کہا ہے کہ «لانحبّہ ولانسبّہ»

البتہ اہل سنت کے علماء تعصب اور سخت گیری میں مختلف درجات رکھتے ہیں اہل سنت کے ایک اور محقق جس نے اپنے آپ کو اجازت نہ دی کہ وہ معاویہ کے لئے فضیلت کا قائل ہو وہ حاکم نیشاپوری صاحب کتاب المستدرک علی الصحیحین ہیں اہل سنت انہیں "امام المحدثین" کے عنوان سے یاد کرتے ہیں اور وہ ان کے نزدیک بڑی فضیلت کے حامل ہیں۔ اس کے ساتھ بھی نسائی جیسا واقعہ پیش آیا انھیں کہا گیا کہ معاویہ کی فضیلت کو نقل کرو، انھوں نے جواب دیا کہ کیا معاویہ کی بھی کوئی فضیلت ہے جسے میں نقل کروں

لوگوں نے ان پر دھاوا بول دیا... منبر کو توڑ دیا... اس نے فرار ہو کر اپنے گھر میں پناہ لے لی لوگوں نے اس کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور اس کو گھر میں نظر بند کر دیا! کچھ مدت کے بعد ایک شخص کو اس تک رسائی حاصل ہوئی اس نے حاکم سے کہا کے گھر سے باہر نکل کر معاویہ کی فضیلت میں روایت کو بیان کرو تاکہ لوگوں کے شر سے محفوظ رہ سکو۔ حاکم نیشاپوری نے جواب دیا کہ «لایجی من قلبی»[2] میرا جی نہیں مانتا۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء: ۴/ ۳۶۔

۲۔ سیر اعلام النبلاء: ۱۷/ ۱۷۵؛ الوافی بالوفیات: ۳/ ۲۶۰؛ تاریخ الاسلام ذھبی: ۲۸/ ۱۳۲؛ المنتظم: ۷/ ۷۵۔ کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں اہل سنت کا حوزہ علمیہ نیشاپور میں تھا اور حاکم نیشابوری اس خطہ کا رہنے والا تھا۔ اس شخص کو فارسی زبان میں جواب دیا کہ «دلم نمی آید» میرا دل نہیں چاہتا۔

واضح رہے کہ کہ معاویہ کے بارے میں علماء اہل سنّت کے نظریات بیان کرنے کے لئے جداگانہ کتاب کی ضرورت ہے۔[1] جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ معاویہ اور یزید کا اس حد تک احترام و اکرام مسلمانوں کے مخصوص گروہ کے ساتھ خاص ہے حتیٰ کہ اہل سنّت مسلمانوں کے دوسرے فرقے بھی ان نظریات کے معتقد نہیں ہیں۔

۵۔ شیعیان عراق کی امام حسین علیہ السلام کو دعوت:

واقعہ کربلا کے بارے میں اہل سنت کے شبہات میں سے ایک یہ ہے کہ شیعوں نے امام حسین کو عراق آنے کی دعوت دی اس کے بعد اپنے عہد پر پورا نہ اترے اور انہوں نے امام حسین کو قتل کر دیا۔ یزید نے عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھ کر یہ حکم دیا تھا کہ حسین بن علی کو عراق آنے اور کوفہ میں حکومت قائم کرنے سے روکو لہٰذا امام حسین کی شہادت میں یزید کا کوئی کردار نہیں ہے بلکہ یہ شیعہ ہی ہیں کہ جنھوں نے امام حسین کو شہید کیا ہے انہوں نے اپنی بات کے اثبات کے لئے کتاب "من هم قتلة الحسين عليه السلام" (کن افراد نے امام حسین کو قتل کیا) تالیف کی ہے اور اس میں شیعوں کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ تم شیعوں نے خود ہی امام حسین کو قتل کیا ہے پھر کس لئے عزاداری کرتے ہو

ہم ان کے جواب میں کہیں گے کہ کوفہ کے شیعوں کا امام حسین کے قتل میں کوئی کردار نہیں ہے۔ تحقیقات کی روشنی میں کربلا میں عمر سعد کے سپہ سالار یا تو بنی امیہ سے تھے یا پھر ان کا تعلق خوارج سے تھا۔ حتیٰ کہ بعض لوگ شام سے آئے تھے۔ ایسے شواہد موجود ہیں کہ بعض افراد نے دمشق سے کوفہ تک آٹھ روزہ سفر کو طے کیا تاکہ اپنے آپ کو کربلا پہنچا سکیں، ان مطالب کو چند حصوں میں بیان کریں گے اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہو جائے گی۔

شہادت سید الشہداء علیہ السلام میں معاویہ کا کردار

واقعہ کربلا میں یزید بن معاویہ کا کردار

۱۔ کچھ عرصہ قبل مدینہ منورہ کے سفر کے دوران ہمارے ہم عصر محقق کی لکھی ہوئی کتاب: "اقوال الرسول الاعظم سيدنا محمد واقوال الصحابه الكرام فى معاوية بن ابى سفيان" دیکھی جس میں اس نے معاویہ اور اس کے باپ ابوسفیان کی سرزنش میں رسول خدا ﷺ سے منقول روایات کو جمع کیا ہے اس کے بعد اہل سنت کے ماہرین علم رجال کی روشنی میں ان احادیث کی تحقیق کی ہے اور ان احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

شہادت امام حسین علیہ السلام میں اہل کوفہ کا کردار

اس حصہ میں امام حسین اور عمر بن سعد کے سپہ سالاروں اور خطوط لکھنے والوں کا تعارف کروائیں گے اوراس کے ضمن میں بعض شبہات کے جوابات بھی دیں گے جو آج کل عمداً یا غیر دانستہ طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔

پہلا حصہ

شہادت سید الشہداء علیہ السلام میں معاویہ کا کردار

یزید کی خلافت اور جانشینی

سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کے سلسلہ میں معاویہ کے کردار کی دو پہلوں سے تحقیق کی جائے گی:

پہلا؛ یزید کی خلافت اور جانشینی: اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے کہ خود معاویہ نے ہی یزید کو خلافت سونپی اور اپنا جانشین بنایا ہے۔ اس لحاظ سے یزید کے تمام اعمال اور کردار کو آسانی سے شرعاً، عرفاً اور قانوناً معاویہ کی طرف نسبت دی جاسکتی ہے۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے اسی متعصب اور سخت گیر ٹولے کے کلام سے حاصل کیا گیا ہے۔ وہ گروہ جس نے پوری کوشش کی ہے کہ معاویہ کو لعنت کے طوق سے محفوظ رکھیں تاکہ یہ لعنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان صحابہ تک سرایت نہ کر جائے جنہوں نے معاویہ کو شام کا گورنر بنایا تھا۔

دوسرا؛ تاریخی مسائل میں دقیق جستجو اور اس موضوع کے ساتھ مرتبط دوسرے امور میں تحقیق کرنے سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ سید الشہداء کی عراق میں شہادت کی سازش خود معاویہ نے تیار کی تھی۔ اس نے اس تاریخی جرم کا پروگرام ابتدائی مراحل میں مکمل کئے تھے اور یزید نے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنایا۔ البتہ ہم کتاب کے دوسرے حصہ میں واقعہ عاشورہ میں یزید کے کردار پر بھی روشنی ڈالیں گے۔

ان مقدمات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یزید کی جانشینی اور ولی عہدی انتہائی مشکل کام تھا جسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے زحمت اور سیاست کو بروئے کار لانا پڑا، کیونکہ معاویہ کے ان ناپاک عزائم کے مقابلے میں بہت زیادہ رکاٹیں اور موانع تھے۔

پہلی رکاوٹ:

اس زمانے میں نامور شخصیات موجود تھیں، جن کی موجودگی میں معاویہ کی اتنی جرات نہیں تھی کہ اپنی اس ناپاک فکر کا اظہار بھی کرے چہ جائیکہ اس کو عملی جامہ پہنائے۔

دوسری رکاوٹ:

اس زمانے میں بعض افراد نے لباس خلافت کو زیب تن کرنے کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کرلیا تھا۔اوروہ حاکم ہونے کا دعوی کرتے تھے۔واضح سی بات ہے کہ اس قسم کا گروہ بھی یزید کی ولی عہدی کا مخالف تھا۔

معاویہ نے ناپاک مقاصد کے حصول اوران رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے چند حربوں کا سہارا لیا۔بعض افراد کو زہر دغادے کراپنے راستے سے ہٹایااور بعض افراد کے لئے تجوریوں کے منہ کھول دیئے اورانہیں خرید لیااور بعض کو جلاوطن کردیا تاکہ اپنے بیٹے کی جانشینی کی راہ ہموار ہوسکے۔

نمونے کے طور پر ہم چند مقامات کا تجزیہ وتحلیل کرتے ہیں:

ا۔امام حسن علیہ السلام ،جانشینی یزید کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ:

علماءِاہل سنت کہتے ہیں کہ امام حسن سلام اللہ علیہ کی زندگی میں ہی معاویہ نے یزید کو اپنا جانشین بنانے کا عزم کرلیا تھا۔[1] دولحاظ سے امام حسن کا وجود معاویہ کے لئے بہت بڑی رکاوٹ تھا۔جس کی وجہ سے وہ اپنے ناپاک عزائم کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتا تھا۔

ا۔مدینہ میں امام حسن اوران کے برادر عزیز سید الشہدعلیہ السلام عظیم المرتبت شخصیت کے مالک تھے۔

۲۔امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان طے پایاجانے والاصلح نامہ جس کی ایک شق یہ تھی کہ معاویہ کو یہ حق نہیں ہے کہ اپنے بعد کسی کواپنا جانشینی بنائے ،بلکہ اس کے بعد زمام حکومت امام حسن مجتبیٰ اوراگروہ دنیا میں موجود نہ ہوں توپھران کے بھائی امام حسین کے سپرد کی جائے گی۔

فریقین کے ہاں یہ بات طے شدہ تھی اوراہل سنت کے نامور محققین نے اس مطلب کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے اور شیعہ دانش مندوں نے صلح نامہ کی اس شق کی وضاحت کی ہے۔

ا۔الامامۃ والسیاسۃ: ۱/۱۹۱-۱۹۴۔

اہل سنت کے نامور عالم دین ابن حجر عسقلانی نے ایک قوی سند کے ساتھ مذکورہ مطلب کی روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے معاویہ کے ساتھ شرط رکھی ہے کہ اس کے بعد خلافت مجھے لوٹائی جائے گی۔ آپ نے معاویہ سے فرمایا کہ میں نے اس سے یہ عہد لیا ہوا ہے اور ہمارے درمیان یہ بات طے ہے کہ اس کے بعد خلافت مجھے لوٹائی جائے گی۔

ایک اور جگہ پر بھی ابن حجر عسقلانی اپنی سند کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں:

«لمّا قتل علی سار الحسن بن علی (علیهما السلام) فی اهل العراق و معاویة فی اهل الشام»

جب امام علی علیہ السلام درجہ شہادت پر فائز ہوئے تو اس وقت اہل عراق کی عظیم المرتبت شخصیت امام مجتبیٰ علیہ السلام اور اہل شام کے بزرگ معاویہ تھے۔

امام حسن مجتبیٰ معاویہ کے ساتھ جنگ کی خاطر کوفہ سے ایک لشکر کے ہمراہ نکلے اور معاویہ بھی اہل شام کے ہمراہ میدان کارزار کی جانب چل پڑا۔ پھر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور بعد والے واقعات کے نتیجہ میں فریقین کے درمیان صلح ہوگئی چنانچہ ان کے درمیان جس صلح نامہ پر دستخط کیے گئے اس کی ایک شق یہ تھی:

«علی أن یجعل العهد للحسن من بعده» (۱)

معاویہ کے بعد خلافت کی باگ ڈور امام حسن کے ہاتھوں میں ہوگی۔

امام حسن کی سماجی شخصیت کے مقابلہ میں یزید کی کوئی حیثیت نہ تھی اور یزید وہ شخص تھا جس کی بعض خصوصیات کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اور اس طرح معاویہ اور امام حسن کے مابین طے پانے والے صلح نامہ کی رو سے یزید کا جانشین بننا ممکن نہ تھا۔

حافظ بن عبد البر قرطبی کہتے ہیں:

۱۔ فتح الباری: ۱۳/۵۵، اور رجوع کریں، سیر اعلام النبلاء: ۳/۲۶۴؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۳/۲۶۱؛ الاستیعاب: ۱/۳۸۶؛ تہذیب التہذیب: ۲/۲۵۹؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/۴۱، الاصابۃ فی تمیز الصحابہ: ۲/۱۲؛ تاریخ الخلفاء: ۱۹۴ اور دیگر مآخذ۔

«لاخلاف بین العلماء، انّ الحسن انما سلّم الخلافة لمعاوية حیاته لاغیر، ثمّ تکون له من بعده، وعلی ذلك انعقد بینهما ما انعقد فی ذلك»(۱)

علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے معاویہ کو صرف اس کی حیات تک ہی حکومت دی تھی اور یہ حکومت اس کے مرنے کے بعد دوبارہ امام حسن کو لوٹا دی جائے گی اور فریقین کے درمیان اس بات پر سمجھوتہ ہوا تھا۔

اس بات میں دقت کریں کہ یہ طے پایا تھا کہ معاویہ کو اپنے بعد کسی دوسرے کو خلیفہ بنانے کا کوئی حق نہیں ہے اور خلافت امام حسن کو واپس لوٹا دی جائے گی ان حالات میں معاویہ کے پاس کیا طریقہ تھا کہ اپنے ناخلف بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنائے صرف ایک ہی راستہ باقی تھا کہ وہ امام حسن مجتبیٰ کو اپنے راستہ سے ہٹادے اور آنحضرت کو شہید کرادے۔

احنف بن قیس، معاویہ کے زمانے کی نامور شخصیت ہیں وہ ان حالات میں معاویہ سے کہتے ہیں:

«انّ اهل الحجاز و اهل العراق لایرضون بهذا و لایبایعون لیزید ما کان الحسن حیاً»(۲)

جب تک حسن بن علی زندہ ہیں اس وقت تک حجاز اور عراق کے لوگ یزید کی جانشینی کو قبول نہیں کریں گے اور اس کی بیعت نہیں کریں گے معاویہ صرف اہل عراق ہی نہیں بلکہ شام کے لوگوں کو بھی حسن بن علی کی موجودگی میں یزید کی بیعت پر راضی نہیں کرسکتا تھا کیونکہ وہ یزید کو اچھی طرح جانتے تھے۔ معاویہ کے پاس صرف ایک راستہ تھا کہ وہ جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ زہر دغادے کر امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی زندگی ختم کردے۔

زمخشری اس بارے میں لکھتے ہیں:

«جعل معاویه لجعدة بنت الاشعث امراة الحسن مائة الف حتّی سمته»(۱)

۱۔ الاستیعاب: ۱/ ۳۸۷۔

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ: ۱/ ۱۹۱۔

مسعودی بھی اس بارے میں کہتے ہیں:

«انّ امراته جعدة بنت الاشعث بن قیس الکندی سقته السمّ و قدکان معاویة دسّ الیها انّك ان احتلت فی قتل الحسن وجّهت الیك بمائة الف درهم وزوجتك من یزید» [۲]

معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کے لئے ایک لاکھ درہم مقرر کیے تاکہ وہ حسن بن علی علیہ السلام کو زہر سے شہید کرے۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی تھی۔ جعدہ نے معاویہ کے اکسانے پر امام حسن کو زہر دے دیا۔ معاویہ نے جعدہ کے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر حسن بن علی کو زہر دے ڈالے تو ایک لاکھ درہم کے علاوہ یزید کے ساتھ اس کا عقد بھی کر دیا جائے گا۔

اس کے بعد جب جعدہ بنت اشعث نے زہر دغا دے کر امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا تو معاویہ نے ایک لاکھ درہم اس کے لئے بھیجے لیکن اسے یزید کے حبالہ عقد میں نہ دیا اور کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ جو کام تو نے حسن کے ساتھ کیا ہے کسی دن میرے بیٹے یزید کے ساتھ بھی نہ کر ڈالے۔

امام حسن علیہ السلام کی اسی زہر کے ساتھ شہادت جسے معاویہ نے فراہم کیا تھا ان واقعات میں سے ہے جسے علمائے اہل سنت نے تواتر کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لیکن ابن خلدون جیسے محقق کی آنکھ پر تعصّب اور عناد کی پٹی بندھی ہوئی ہے وہ اس سلسلہ میں کہتا ہے کہ معاویہ نے جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ اس جرم کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔ معاویہ ایسا نہیں کر سکتا! یہ صرف شیعوں کی گھڑی ہوئی داستان ہے۔ [۳]

جی ہاں! اس میں کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش نہیں کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا قاتل معاویہ ہے۔ اور اہل سنت کے مؤرخین مزید اضافہ کرتے ہیں کہ جب معاویہ کو امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچی تو: «أظهر

۱۔ ربیع الابرار: ۴/ ۲۰۹، ۲۰۸۔

۲۔ مروج الذہب: ۱/ ۷۱۳ و ۷۱۴۔

۳۔ تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۱۸۷۔

فرحاً و سروراً حتّى سجد و سجد من كان معه»[1] معاویہ اتنا خوش ہوا کے وہ سجدے میں گر پڑا اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے دوسرے افراد بھی سجدہ ریز ہو گے۔

معاویہ نے اس چال کے ذریعہ یزید کی جانشینی کے سب سے بڑے مانع کو اپنے راستہ سے ہٹا دیا۔

۲۔ دوسری رکاوٹ، سعد بن ابی وقاص:

معاویہ کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے میں ایک مانع سعد بن ابی وقاص بھی تھا اگر چہ اس کے نظریات امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں بھی کوئی اچھے نہ تھے لیکن وہ معاویہ کے احترام کا بھی قائل نہ تھا چہ جائیکہ یزید کو قبول کرے۔

دوسرے الفاظ میں سعد بن ابی وقاص کی طرف سے معاویہ کے ساتھ بے اعتنائی اس وجہ سے نہ تھی کہ وہ امیر المومنین کے محبّین میں سے تھا بلکہ اس لئے کہ اس کے دل میں معاویہ کا بغض تھا لہذا وہ معاویہ کو قبول نہ کرتا تھا۔

اہل سنت سعد بن ابی وقاص کو "عشرہ مبشرہ"[2] میں شمار کرتے ہیں اور اس طرح وہ عمر بن خطاب کی طرف سے بنائی گئی شش نفری کونسل کا بھی رکن تھا جس نے خلیفہ کا تعین کرنا تھا چنانچہ اس کونسل کے

خفیہ اجلاس میں بھی سعد بن ابی وقاص نے امیر المومنین علی علیہ السلام کی طرف داری نہیں کی تھی۔

چنانچہ معاویہ جب مدینہ کے سفر پر آیا تھا اور اس زمانہ کی نامور شخصیات اس سے ملنے کے لئے آئی تھیں ان میں سعد بن ابی وقاص بھی تھا۔ سعد جب ملاقات کے لئے آیا تو معاویہ نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا اور اپنے ساتھ بٹھا کر اس سے مصروف گفتگو ہو گیا۔ حتی کہ معاویہ نے اس سے یہ بھی کہا کہ تم علی ابن ابی طالب پر لعن طعن کیوں نہیں کرتے

تو سعد نے معاویہ کو جواب دیا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے علی بن ابی طالب علیہما السلام کے حق میں فضائل سنے ہیں چنانچہ جب تک وہ میرے ذہن میں محفوظ ہیں اس وقت تک یہ کام ہرگز انجام نہ دوں گا! معاویہ، سعد بن ابی

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ: ۱/۱۹۶-۱۹۷؛ ربیع الابرار: ۴/۱۸۶-۱۸۷ اور ۲۰۹۔

۲۔ "عشرہ مبشرہ" سے مراد وہ دس افراد ہیں جنہیں اہل سنّت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی ایک روایت کی روشنی میں بہشتی خیال کرتے ہیں البتہ دوسرے مقام پر اس حدیث کا من گھڑت ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

وقاص کا جواب سن کر غصہ سے آگ بگولہ ہوگیا اور اسی عالم میں محفل سے اٹھ کر چلا گیا۔[۱] معاویہ اس جیسے شخص کی موجودگی میں آسانی سے اپنے منصوبہ کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتا تھا۔

چنانچہ اس نے سعد ابن ابی وقاص کو بھی اپنے راستہ سے ہٹا دیا اور جس طرح امام حسن مجتبیٰ کو زہر دغا سے شہید کر دیا اسے بھی قتل کرا دیا۔[۲]

۳۔ یزید کی جانشینی کے مسئلہ میں عائشہ کی مخالفت:

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ معاویہ جس وقت مدینہ آیا تھا تو اس نے مختلف شخصیات سے ملاقات کر کے یزید کی جانشینی کے مسئلہ کو بیان کیا تھا۔ ان افراد میں سے ایک عائشہ تھی چنانچہ معاویہ نے ان سے بھی ملاقات کی اور یزید کی جانشینی کے سلسلہ میں کہا:

«...انّ امر یزید قضاء من القضاء و لیس للعباد الخیرة من امرهم و قد اكّد الناس بیعتهم فی اعناقهم و اعطوا عهودهم علی ذلك و مواثیقهم، افترین ان ینقضوا عهودهم، و مواثیقهم»

میں نے یزید کو جانشین بنانے کا ارادہ کیا ہے یہ مشیت الٰہی کے مطابق ہے اور خداوند متعال کا یہی ارادہ ہے یہ بات طے ہو چکی ہے اور اس سلسلہ میں لوگوں کو اظہار رائے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اے عائشہ: کیا تو یہ احتمال دیتی ہے کہ لوگوں نے جو عہد و پیمان کیا ہوا ہے اس سے دستبردار ہو جائیں گے۔

عائشہ نے اسے جواب دیا:

۱۔ سنن ترمذی: ۵/۳۰۱؛ شرح مسلم: ۱۵/۱۷۵؛ فتح الباری: ۷/۶۰؛ السنن الکبری (نسائی): ۵/۱۰۷؛ خصائص امیر المومنین (نسائی): ۴۸؛ الاصابہ: ۴/۴۶۸؛ اسد الغابہ: ۴/۲۵ اور دوسرے مآخذ۔

۲۔ مقاتل الطالبین: ۸۰ و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ۱۶/۴۹۔

«امّا ما ذکرت من عہود و مواثیق، فاتق اللہ فی ہولاء الرھط و لا تعجل فیھم»[1]

خوف خدا کھاؤ، کون سا عہد و پیمان کونسی موافقت کیوں بڑی شخصیات کی جانب جھوٹ کی نسبت دیتے ہو ان کے نظریات کے بر خلاف کوئی ارادہ اور اقدام نہ کرو اور ان کے لئے شرعی وظائف کا تعین نہ کرو۔

جن شیعہ منابع میں عائشہ کی طرف سے مخالفت بیان کی گئی ہے ان میں ایک کتاب صراط مستقیم ہے یہ ایک نہایت ہی عمدہ کتاب ہے اور اس کے مولف قدیم علماء میں شمار ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ معاویہ فراز منبر پر تھا اور یزید کی ولی عہدی کے لئے لوگوں سے بیعت لے رہا تھا۔ اسی اثناء میں عائشہ نے اسے خطاب کرتے ہوئے کہا:

«ھل استدعی الشیوخ لبنیھم البیعۃ»

کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے صحابہ جو خلیفہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے انہوں نے لوگوں سے اپنے بیٹوں کے لئے بیعت لی ہے کیا انہوں نے اپنے بیٹوں کو اپنا جانشین بنایا ہے

معاویہ نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو عائشہ نے کہا کہ: «فبمن تقتدی» پس تو جو اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنا رہا ہے تجھ سے پہلے کس نے یہ کام انجام دیا ہے اس دوران معاویہ کو کافی خفت اٹھانا پڑی۔

اس کے بعد عائشہ نے ارادہ کیا کہ وہ معاویہ کے گھر جا کر اس سے ملاقات کرے وہ اس کے گھر کی جانب گامزن ہو گئیں۔ معاویہ نے حکم دے رکھا تھا کہ راستہ میں گڑھا کھود کر اسے ڈھانپ دیا جائے۔ عائشہ اس گڑھے میں گر کر جاں بحق ہو گئی۔ عبداللہ بن زبیر نے اسی مناسبت سے اشعار کہے ہیں جن میں "کنایۃً معاویہ کا ذکر کیا ہے۔"[2]

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ: ۱/ ۲۰۵۔

۲۔«...فلمّا زارتہ عائشۃ فی بیتہ ھیّأ حفرۃ، فوقعت فیھا وکانت راکبۃ، فماتت فکان عبداللہ بن زبیر یعرّض بہ...»؛ صراط مستقیم: ۳/ ۴۵۔

لہٰذا عائشہ کی موت معاویہ کی سازش کے نتیجہ میں واقع ہوئی ہے کیونکہ عائشہ یزید کی جانشینی کی مخالف تھی۔ لہٰذا انھیں راستہ سے ہٹانا ضروری تھا۔ اسی طرح مدینہ کی دوسری شخصیات بھی یزید کی ولی عہدی کی مخالف تھیں، جن کے نام درج ذیل ہیں:

عبدالرحمن بن ابوبکر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، منذر بن زبیر، سعید بن عثمان، عبدالرحمن بن خالد بن ولید اور زیاد بن ابیہ۔

۴۔ معاویہ کی جانب سے نامور شخصیات کا قتل

عبدالرحمن، ابوبکر کا بیٹا اور عائشہ کا بھائی تھا وہ بھی یزید کی ولی عہدی کا سرسخت مخالف تھا۔ شروع میں معاویہ نے ایک لاکھ درہم اس کے لئے بھیجے تو اس نے معاویہ کو جواب دیا کہ "لاابیع دینی بدنیای" میں دنیا کی خاطر اپنے دین کو نہیں بیچ سکتا۔

"الاستیعاب" ایک معتبر کتاب ہے جس میں آیا ہے کہ جب معاویہ نے عبدالرحمن کے لئے پیسے بھیجے اور اس نے قبول نہ کئے تو کچھ ہی عرصہ کے بعد عبدالرحمن دنیا سے چل بسے۔ [۱]

تھوڑی سی دقت اور جستجو کرنے سے عبدالرحمن کی وفات کے حقائق کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ اہل سنت کے محققین رقمطراز ہیں کہ معاویہ نے عبدالرحمن کو قتل کی دھمکی دی۔ [۲] معاویہ نے باقاعدہ طور پر اسے قتل کی دھمکی دی اور پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد بغیر کسی وجہ سے عبدالرحمن کا مردہ جسد پایا گیا۔

ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ جب مروان مدینہ کا گورنر تھا تو اس نے اپنے خطبہ میں یوں کہا کہ امیر المومنین (معاویہ) نے اپنے بیٹے یزید کو تمہارے لئے اپنا جانشین بنایا ہے۔ یہ بات سن کر عبدالرحمن کھڑا ہو گیا اور کہا

۱۔ الاستیعاب: ۲ / ۸۲۵-۸۲۶۔

۲۔ تاریخ طبری: ۴/ ۲۲۶۔

کہ اے مروان! تم اور معاویہ دونوں جھوٹ بولتے ہو۔تم امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیر خواہ نہیں ہو تم صرف بادشاہت اور سلطنت کے متمنّی ہو تم تو موروثی سلطنت قائم کرنا چاہتے ہو۔

اس طرح کہ جب تم میں سے کوئی ایک مرجائے تو اس کے خاندان کا کوئی دوسرا شخص مسندِ خلافت پر بیٹھ جائے ۔جب عبدالرحمن نے اس انداز سے اعتراض کیا تو حکومتی سپاہیوں نے اسے گرفتار کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے اپنی بہن عائشہ کے گھر میں پناہ لے لی۔عائشہ نے اس کا دفاع کیا اور مروان پر برملا لعن طعن کیا۔[1]

حقائق سے پردہ پوشی

ہم علمائے اہل سنت کے علمی طریقہ کار اور روش میں غور کرنے سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ انہوں نے صرف خلافتِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ انتہائی اہم مسئلہ ہے اسے بازیچہ اطفال بنایا ہوا ہے اور تاریخ و تاریخی واقعات کو نقل کرنے میں بھی یہی روش اختیار کر رکھی ہے۔ عبدالرحمن کے بارے میں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ واقعہ صحیح بخاری میں بھی ردّو بدل کے ساتھ ذکر ہوا ہے لیکن کس انداز کی تبدیلی کی گئی ہے

بخاری اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ جب مروان نے حجاز میں خطبہ دیا اور یزید کی جانشینی اور اس کی بیعت لینے کا تذکرہ کیا تو عبدالرحمن بن ابی بکر نے اسے کچھ کہا![2] بخاری نے صرف اتنا ہی ذکر کیا ہے اس کے علاوہ کچھ ذکر نہیں کیا اور واقعہ کو مزید بیان کرنے سے گریز کیا ہے۔

جی ہاں! عبدالرحمن نے کیا کہا تھا جسے نقل کرنے سے بخاری کو ہچکچاہٹ محسوس ہو رہی ہے عبدالرحمن نے معاویہ کی توہین کی تھی اور کہا تھا: اے مروان تو اور معاویہ دونوں جھوٹے ہو اور چاہتے ہو کہ خلافت کو بادشاہت میں تبدیل کر دو۔

۱۔فقام مروان فيهم وقال: ان اميرالمومنين – معاوية قد اختار لكم فلم يأل وقد استخلف ابنه يزيد بعده. فقام عبدالرحمن بن ابی بكر فقال: كذبت، والله يامروان! وكذب معاوية، ماالخير اردتما الامة محمد ولكنكم تريدون ان تجعلوها هرقلية. كلما مات هرقل قام هرقل...»؛ الکامل فی التاریخ: ۳/۵۰۶ وقایع سال ۵۶ ہجری قمری۔

۲۔ فتح الباری: ۸ /۴۶۷-۴۶۸۔

اس قسم کی باتیں بخاری جیسے افراد کی طبع نازک پر گراں گزرتی ہیں اور قابل تحمل نہیں ہیں کیونکہ ان کا شمار معاویہ کے مدافعین میں ہوتا ہے لہٰذا انہیں چاہئے کہ وہ اس قسم کی باتیں لکھنے سے گریز کریں جن سے ان کے آقا و سردار کا دامن داغدار ہوتا ہو۔

بخاری صرف یہ لکھتے ہیں کہ عبدالرحمن نے کچھ کہا اور مروان نے حکم دیا کہ اسے گرفتار کرلو اور اس نے بھاگ کر عائشہ کے گھر میں پناہ لے لی جس کی وجہ سے اسے گرفتار نہ کرسکے۔ عبدالرحمن کو گرفتار کیوں نہ کرسکے اس لئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ عائشہ وہاں پر موجود تھی اور وہ اس کی حرمت و احترام کے قائل تھے۔

لیکن طبری واضح طور پر حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ معاویہ نے عبدالرحمن کو کہا کہ:

«واللہ لقد هممت ان اقتلك...»[1]

خدا کی قسم میں تمہیں قتل کردوں گا...

اس دھمکی کے کچھ ہی عرصہ بعد عبدالرحمن مردہ حالت میں پائے گئے۔

۵۔ عبدالرحمن بن خالد ایک اور رکاوٹ:

یزید کی جانشینی کے مخالفین میں خالد بن ولید کے بیٹے عبدالرحمن بھی تھے۔ خالد بن ولید کے دو بیٹے عبدالرحمن اور مہاجر تھے۔ خالد بن ولید اہل بیت کا دیرینہ اور ازلی دشمن تھا لیکن یہ ارادہ الٰہی تھا کہ اس کا بیٹا مہاجر جنگ صفین میں امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا علمبردار بھی تھا اور اسے "حامل اللواء الاعظم" بنایا ہوا تھا اور اہل شام اس کو خاص عقیدت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

حافظ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ جب معاویہ نے اہل شام سے یزید کی بیعت لینے کا ارادہ کیا تو خطبہ دیا اور کہا کہ اے لوگو! میں عمر رسیدہ ہوگیا ہوں میں چاہتا ہوں کہ اپنے بعد تمہاری سرپرستی کسی ایسے شخص کو سونپ دوں جو تمہاری وحدت

۱۔ تاریخ طبری: ۴/۲۲۶۔

اور یگانگت کو برقرار رکھ سکے اور حکومت چلا سکے میں بھی تمہاری طرح ایک فرد ہوں لہٰذا اپنی رائے کا اظہار کریں۔ تمام لوگوں نے بیک زبان ہوکر کہا کہ ہم عبدالرحمن بن خالد کو آپ کی جانشینی کے لئے منتخب کرتے ہیں۔

لوگوں کا اس طرح رائے دینا اور اظہار کرنا معاویہ کے لئے انتہائی تکلیف دہ تھا۔ اس نے اپنی ناراضگی کو ظاہر نہ ہونے دیا حتیٰ کہ عبدالرحمن مریض ہوگیا تو معاویہ نے اپنے مخصوص یہودی طبیب کو اس کے علاج کے لئے بھیجا۔

اس نے طبیب کو یہ حکم دیا کہ عبدالرحمن کی دوا میں زہر ہلاہل ملادو جس کی وجہ سے وہ جانبر نہ ہوسکے اور لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ عبدالرحمن اسی بیماری کے سبب طبیعی موت مرا ہے۔

یہودی طبیب نے معاویہ کے دستور پر عمل کیا اور اس کے منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اس دوا نے عبدالرحمن کے پھیپھڑوں اور اندرونی اعضاء کو بری طرح متاثر کیا جس کے نتیجہ میں ان کا انتقال ہوگیا۔[۱]

ابن عبدالبر داستان میں مزید لکھتا ہے کہ: عبدالرحمن کی مشکوک موت کے بعد اس کا بھائی مہاجر بن خالد اپنے غلام کے ہمراہ مخفی طور پر دمشق آیا اور اس یہودی طبیب سے اپنے بھائی کا انتقام لیا اور اسے قتل کردیا یہ واقعہ تمام مؤرخین اور ماہرین علم رجال کے یہاں معروف ہے۔[۲]

معاویہ نے مہاجر کی گرفتاری کا حکم دے دیا اور حکومتی سپاہیوں نے مہاجر کو گرفتار کرکے زندان میں ڈال دیا معاویہ کے مرنے تک وہ زندان میں ہی قید تھا۔[۳]

۱۔ الاستیعاب : ۲/۸۲۹۔

۲۔ «دخل اخوه المهاجر بن خالد دمشق مستخفياً هو وغلام له فرصدا ذلک اليهودی. فخرج ليلاً من عند معاوية فهجم عليه ومعه قوم هربوا عنه. فقتله المهاجر وقصته هذه مشهورة عند اهل السيرة والعلم الآثار و الاخبار...»؛ استیعاب : ۲/۸۳۰، ح ۱۴۰۲۔

۳۔ «ان معاويه حبس مهاجر بن خالد بن الوليد ولم يخرج من الحبس حتى مات معاوية»؛ تاریخ مدینة دمشق: ۱۶/۲۱۵۔

عبدالرحمن جو معاویہ کا قریبی ساتھی اوراس کے سپہ سالاروں میں سے تھا وہ کیوں اس طرح مارا جاتا ہے کیوں کہ وہ معاویہ کے بعد یزید کی جانشینی کا مخالف تھا اور جب تک وہ زندہ رہتا یزید کی جانشینی کا منصوبہ پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ لہٰذا اسے راستہ سے ہٹانے کی ضرورت تھی تاکہ مستقبل میں یزید آسانی سے مسند خلافت پر متمکّن ہو سکے اوراپنے باپ کی جگہ لے سکے۔

ابن عساکر نے اس تمام واقعہ کو بیان کرنے کے بعد اسی یہودی طبیب کے نام کو بھی ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

«فامر ابن اثال ان یحتال فی قتله وضمن له ان هو فعل ذلك ان یضع عنه خراجه ما عاش و ان یولیه جبایة خراج حمص، فلمّا قدم عبدالرحمن حمص منصرفا من بلاد الروم دسّ الیه ابن اثال شربة مسمومة مع بعض ممالیکه، فشربها، فمات بحمص فوفی معاویة بما ضمن له وولاه خراج حمص ووضع عنه خراجه» [1]

معاویہ نے ابن اثال کو حکم دیا کہ عبدالرحمن کے قتل کی منصوبہ بندی کی جائے اوراسی کا انعام یہ ہے کہ جو ٹیکس غیر مسلموں سے لیے جاتے ہیں وہ معاف کر دیے جائیں گے۔ ابن آثال نے معاویہ کے حکم کے مطابق عبدالرحمن بن خالد کو زہر دے دیا اور وہ حمص میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد معاویہ نے اپنے قول وقرار پر عمل کیا۔

۱۔ تاریخ مدینۃ دمشق: ۱۶/ ۱۶۳۔

زیاد بن ابیہ کا انجام

زیاد بن ابیہ یزید کی جانشینی کا مخالف تھا۔ اس کے حالات زندگی سب پر آشکار ہیں وہ ایسا شخص ہے جس کے باپ کا علم نہیں ہے۔[1] (زنازادہ ہے) معاویہ نے زیاد کو اپنے باپ ابوسفیان کی طرف منسوب کیا ہے اور اسے سماج میں اپنے بھائی کے طور پر متعارف کرایا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معاویہ نے ایسے شخص کو کس وجہ سے قتل کر دیا

زیاد، ان افراد میں سے تھا جو یزید کی جانشینی کے سخت مخالف تھے وہ نا صرف یزید کی جانشینی کا مخالت تھا بلکہ معاویہ کے بعد حکومت لینے کی بھی فکر کو اپنے ذہن میں پروان چڑھا رہا تھا۔ لہٰذا اس نے خیر خواہی اور نصیحت کے طور پر معاویہ کو خط لکھا کہ اے معاویہ! اپنے بعد یزید کی جانشینی کے اعلان کرنے میں جلدی نہ کرو۔

جب یہ خط معاویہ کے یہاں پہنچا تو اس نے کہا: عبیدہ کے بیٹے پر پھٹکار ہو۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اس شخص کے دل میں حکومت کرنے کا انگیزہ ہے اور اس نے خیال کیا ہے کہ وہ میرا جانشین بنے گا۔

خدا کی قسم اپنے باپ ابوسفیان کی طرف اس کی نسبت کو ختم کر دوں گا اور معاشرے میں اس کی عزت خاک میں ملا دوں گا۔[2]

۱۔ زیاد کے کثیر باپوں میں سے ایک کا نام عبید تھا جس کی طرف اسے منسوب کیا جاتا ہے۔

۲۔ تاریخ یعقوبی ۲/۲۲۰ میں آیا ہے کہ زیاد بن ابیہ نے معاویہ کو کہا کہ وہ یزید کی خلافت کے اعلان میں جلدی نہ کریں اور بعض دوسری تاریخی کتب سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ وہ خود خلافت کا امیدوار تھا۔ جب معاویہ کے پاس زیاد بن ابیہ کا خط آیا تو معاویہ نے کہا کہ ابن عبیدہ پر پھٹکار ہو مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ زیاد میرے بعد خلیفہ بننے کا سوچ رہا ہے خدا کی قسم! میں اس کے حسب و نسب کو اس کی ماں سمیّہ اور باپ عبیدہ کی طرف پلٹا دوں گا۔

زیاد ابن ابیہ، معاویہ کے ساتھ اس تبادلہ خیال کے چند ہفتے بعد ہاتھ پر زخم کی وجہ سے اس جہاں سے کوچ کر گیا اور لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ وہ طاعون کی بیماری میں مبتلا تھا! بہت سارے لوگوں نے یہ احتمال دیا ہے کہ زیاد بھی ان افراد میں شامل ہے جنہیں معاویہ نے زہر دیا ہے۔[۱]

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ یزید کی ولی عہدی کی مخالفت کرنے والوں کے انجام کے چند نمونے ہیں جنہیں شام اور حجاز میں مختلف طریقوں سے قتل کیا گیا۔

دوسری روش مخالفوں کی جلاوطنی

معاویہ کے پاس یزید کی ولی عہدی کا انکار کرنے والوں کو سرکوب کرنے کا ایک طریقہ جلاوطن کرنا بھی تھا۔ اس نے اس زمانہ کی نامور شخصیات کو جو یزید کی ولی عہدی کی مخالف تھیں دور دراز علاقوں میں جلاوطن کیا تاکہ وہ اس کے منصوبہ میں روڑے نہ اٹکا سکیں۔ اس میں ایک عثمان کا بیٹا سعید بن عثمان بن عفان ہے۔

ابن عساکر اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ مدینہ کے لوگوں کا خیال تھا کہ معاویہ کے بعد خلافت سعید بن عثمان بن عفان کو ملے گی کیونکہ وہ اپنی قوم بنی امیہ اور ان کے پیرو کاروں کے نزدیک قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اور لوگوں کو پختہ یقین تھا کہ معاویہ کے بعد قباء خلافت سعید بن عثمان کے ہی جسم پر سجے گی۔ چنانچہ اس صورت میں یزید کی خلافت تک دسترس مشکل تھی اور اس سلسلہ میں لوگوں نے منظوم کلام بھی کہنا شروع کر دیا تھا اور لوگوں میں یہ شعر بہت معروف تھا۔

واللہ لا ینالہا یزید — حتّی ینال ہامہ الحدید

ان الأمیر بعدہ سعید؛[۲]

۱۔ ایضاً: ۲/۲۳۵، سیر اعلام النبلاء: ۳/۴۹۶، تاریخ مدینہ دمشق: ۱۹/۲۰۳۔

۲۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۲۱/۲۲۳۔

خدا کی قسم! یزید کبھی بھی حکومت تک رسائی نہ کر سکے گا اور اگر وہ اس فکر و سوچ میں ہے تو قتل کر دیا جائے گا۔ معاویہ کے بعد زمام حکومت سعید کے ہاتھوں میں ہے۔

اس سلسلہ میں ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں لکھا ہے کہ ایک دن سعید، معاویہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ تو یزید کو اپنا جانشین مقرر رہا ہے۔

تو سعید نے کہا کہ میرے باپ (عثمان) نے ہمیشہ تجھ پر لطف و کرم کیا ہے اور میرے باپ کے خون کے انتقام کی برکت سے تو اس مقام پر پہنچا ہے اور اب اپنے بیٹے کو مجھ پر مقدم کر رہے ہو

میں یزید سے حسب و نسب (باپ ماں) اور ذاتی کمالات کی بدولت زیادہ مستحق ہوں، خلافت مجھے دی جائے۔ اگر باپ کے لحاظ سے مقائسہ کرنا ہو تو میرا باپ عثمان اور یزید کا باپ معاویہ ہے اس طرح یزید کی ماں نصرانی ہے اور نصرانی اصولوں کے تحت ہی یزید کی پرورش کی گئی ہے۔

معاویہ نے اسے یوں جواب دیا:

«أمّا ما ذكرت من احسان أبيك الى فانّه أمر لاينكر، و امّا كون ابيك خيراً من أبيه فحق و امّك قريشية و أُمّه كلبية فهى خيرمنها، و امّا كونك خيراً منه فوالله لو ملئت الى الغوطة رجالاً مثلك لكان يزيد أحبّ الى منكم كلّكم» (۱)

جی ہاں! تیرے باپ نے میرے حق میں اچھائی کی ہے تیرا باپ واقعاً یزید کے باپ سے بہتر ہے اور تیری ماں بھی یزید کی ماں سے بہتر ہے۔ یہ سب چیز قابل انکار نہیں ہیں ہے لیکن تو خود یزید سے بہتر ہرگز نہیں ہے خدا کی قسم! اگر پورے دمشق کی فضا تجھ جیسے افراد سے بھر جائے پھر بھی یزید مجھے ان سب سے عزیز ہو گا۔

بالآخر معاویہ نے عثمان کے نور نظر کو جو اہل مدینہ کے نزدیک معزز و محترم تھا یہ پیشکش کی کہ تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تو خراسان چلا جا اور وہاں کی گورنری سنبھال لے۔ (۱)

۱۔ البدایہ والنہایہ: ۸/۸۷۔

وہ چاہتا تھا کہ عثمان کا بیٹا مرکز سے دور رہے اور خراسان چلا جائے تاکہ معاویہ اور یزید اس کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ اس کے بعد جب سعید خراسان چلا گیا تو معاویہ کی حکومت کے عہدہ داروں اور غلاموں نے یہ مشورہ دیا کہ سعید کو قتل کرا دیا جائے اور اس کے قتل کی سازش کو بے نقاب ہونے سے بچانے کے لئے غلاموں کو یہ حکم دیا کہ ایک دوسرے کو قتل کرلیں۔

جب ان غلاموں نے سعید کا کام تمام کر دیا تو ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے اور ایک دوسرے کو قتل کر دیا اور ان میں کوئی بھی باقی نہ بچا۔ (۲)

مال وزر کے ذریعہ امت کے بزرگوں کی خریداری

یزید کی ولی عہدی کے اثبات کے لئے معاویہ نے تیسری روش بھی اختیار کی جس کی رو سے اس نے بعض مخالف بزرگ شخصیات کو پیسے دے کر خریدا اور بعض کو سکوت اختیار کرنے کے صلہ میں خرید لیا جیسے کہ پہلے بھی گزر چکا ہے کہ معاویہ نے عبد الرحمن بن ابوبکر کے لئے ایک لاکھ درہم بھیجے لیکن اس نے یہ کہہ کر ٹھکرا دیئے کہ میں اپنے دین کو دنیا کے عوض نہیں بیچنا چاہتا۔

چنانچہ اس سوچی سمجھی اسکیم کے تحت معاویہ نے کوفہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ کو حکم دیا کہ وہ اہل کوفہ کے چند افراد کو شام بھیجے تاکہ وہ معاویہ سے یزید کی جانشین کی درخواست کریں تاکہ یہ کہا جا سکے کے کوفہ کے لوگ یزید کی ولی عہدی چاہتے ہیں۔

مغیرہ نے چالیس افراد کا انتخاب کیا اور انہیں شام بھیج دیا انہوں نے معاویہ کی تقریر میں شرکت کی اور اس سے کہنے لگے کہ اے ہمارے سردار! دیر کیوں لگا رہے ہیں لوگوں کو کیوں انتظار میں رکھا ہے اے معاویہ! ہمیں مستقبل کی کوئی خبر نہیں ہے اور نہیں جانتے کہ کیا ہوگا مصلحت اسی میں ہے کہ یزید کو اپنا جانشین مقرر کردیں...!

۱۔ وفیات الاعیان: ۵/ ۳۸۹-۳۹۰۔

۲۔ تاریخ یعقوبی: ۲/ ۲۳۷۔

معاویہ نے جواب دیا کہ کچھ دن صبر کرو میں اس بارے میں سوچ کر اعلان کروں گا۔

اس گروہ کا سربراہ مغیرہ بن شعبہ کا بیٹا عروہ تھا۔ معاویہ نے اس سے کہا کہ تمہارے باپ نے ان لوگوں کا دین کتنے پیسوں میں خریدا ہے تو عروہ نے جواب دیا تیس ہزار درہم میں اس شخص نے کہا کہ تعجب ہے ان لوگوں کا دین کتنا سستا ہے۔ [۱]

عبداللہ بن عمر اوران کی خاموشی

تنہا وہ شخص جس کی ہمراہی سے معاویہ اور یزید کو بے تحاشا فائدہ ہوا اور اسلام اور اسلامی معاشرہ کو بہت زیادہ نقصان پہنچا وہ عبداللہ بن عمر تھا۔ وہ بھی یزید کی ولی عہدی کا مخالف تھا لیکن پیسے لے کر خاموش ہو گیا۔

جس کے سکوت نے بہت زیادہ اثرات چھوڑے اس لیے کہ عبداللہ بن عمر ظاہری طور پر ایک مقدس شخص تھا اور اس زمانے میں معاشرہ میں ایک نمونہ کے طور پر معروف تھا اور پھر اس کے باپ کی وجہ سے بھی اس کا احترام کیا جاتا ہے۔ اس نے سکوت اختیار کرنے کے لئے ایک لاکھ درہم لیے اور پھر مرتے دم تک سکوت و خاموشی کے ذریعہ معاویہ کی اسکیم اور منصوبے کی تائید کرتا رہا۔ [۲]

منذر بن زبیر اوراس کا ناپائیدار سکوت

منذر، زبیر کا بیٹا تھا وہ بھی یزید کی ولی عہدی کا مخالف تھا اس نے ایک لاکھ درہم لے کر خاموشی سادھ لی لیکن اس کی خاموشی زیادہ دیر نہ رہ سکی اس لے کہ وہ لوگوں کو کہتا تھا:

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۴۰/۲۹۸، الکامل فی التاریخ: ۳/۳۵۰۔

۲۔ فتح الباری: ۱۳/۶۰۔

«انّه قد أجازني بمائة ألف، ولا يمنعني ما صنع بي أن أخبركم خبره، والله انّه ليشرب الخمر، والله انّه ليسكر حتّى يدع الصلاة؛» (۱)

یزید نے میرے لئے ایک لاکھ درہم بھیجے ہیں لیکن یہ سبب نہ بنے گا کہ میں حقیقت کو بیان نہ کروں۔

خدا کی قسم وہ شرابی اور "تارك الصلاة" ہے۔

منذر نے پیسے لے لیے اور ساتھ حقیقت کو بھی عیاں کر دیا لیکن یزید کے ساتھ کسی قسم کا سرو کار نہ رکھا اور اس کے خلاف بغاوت یا مخالفت کا مرتکب نہ ہوا۔ جو کچھ بیان ہوا ہے یہ حجاز اور شام میں یزید کی ولی عہدی کے لئے معاویہ کے منصوبوں کی ایک جھلک تھی کہ مخالفین کو ہر ممکن وسیلہ سے سرکوب کیا جائے تاکہ وہ اس کے ناپاک عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں رکاوٹ نہ بنیں۔

کوفہ میں معاویہ اور اس کے گورنروں کی کوششیں

معاویہ کے دور حکومت میں کوفہ میں چھ گورنر رہے ہیں اور جو بات قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ چھ گورنر اہل بیت علیہم السلام کے سخت ترین دشمن تھے، ان کا تعلق یا تو بنوامیہ سے تھا یا پھر معاویہ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے انداز میں اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ دشمنی روا رکھی ہے۔

مغیرہ بن شعبہ، (۲) زیادہ بن ابیہ، عبداللہ بن خالد بن اسید، (۳) ضحاک بن قیس، (۱) عبدالرحمن بن ام الحکم (۲) اور نعمان بن بشیر۔ (۳)

۱۔ تاریخ طبری: ۴/ ۳۶۸۔

۲۔ اہل بیت علیہم السلام کی دشمنی میں مشہور تھا۔

۳۔ یہ عثمان بن عفان کا داماد اور بنو امیہ میں سے تھا۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کو معاویہ کی جانب سے کوفہ کی گورنری کا عہدہ سونپا گیا تھا۔

معاویہ کے دور اقتدار میں اس کے گورنروں کی سرگرمیاں

معاویہ کے بھانجے عبدالرحمن کے بارے میں ایک داستان تاریخ کے اوراق میں پائی جاتی ہے کہ جن سے اس دور کے اسلامی حکمرانوں کے کردار ورفتار کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ابوالفرج بن جوزی لکھتے ہیں۔ایک دن عربی جوان پریشان حالت میں معاویہ کے دربار میں حاضر ہوا اور جب اس کی باری آئی معاویہ نے سوال کیا: کیسے آئے ہو اس نے کہا: میں کوفہ کا رہنے والا ہوں اور فلاں قبیلہ سے میرا تعلق ہے اور کچھ عرصہ پہلے میں نے اپنے چچا کی بیٹی سے شادی کی۔

میرے پاس چند بھیڑوں اور کچھ اونٹوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا اور ضروریات زندگی کے لئے میں انہیں فروخت کرتا رہا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ میں تہی دست ہوگیا۔تنگدستی کی وجہ سے میرا چچا اپنی بیٹی کو گھر لے گیا ہے اور میں نے والی شہر عبدالرحمن بن اُمّ حکم کے پاس جاکر اس واقعہ کی شکایت کی۔

ا۔ یہ جنگ صفین میں لشکر شام کا کمانڈر تھا اور شام کی پولیس کا سربراہ تھا۔اسی نے معاویہ کی نماز جنازہ پڑھائی، چونکہ یزید ان ایام میں عیاشی اور تفریح کے لئے شہر سے باہر تھا اور ضحاک بن قیس ہی نے معاویہ کی موت کے بعد پورے شہر کو کنڑول میں رکھا تاکہ یزید واپس آجائے، وہ معاویہ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھا۔

۲۔ ابن اُمّ حکم معاویہ کی بہن اور ابوسفیان کی بیٹی ہے روایت کے مطابق امام جعفر صادق علیہ السلام ہر نماز کے بعد اس پر اور کچھ افراد پر باقاعدہ لعنت کرتے تھے۔

۳۔ نعمان اہل بیت علیہم السلام کا سخت ترین دشمن ہے یہ بشیر کا بیٹا ہے اور بشیر وہی ہے جس نے واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے درمیان اختلاف ڈالا اور ابوبکر کی حمایت کی ۔ نعمان کا شمار ان لوگوں میں سے ہوتا ہے جو واقعہ کربلا سے پہلے اور بعد یعنی جب اسراء کو شام کی طرف بھیجا جاتا ہے تمام مراحل میں یزید کے ہمراہ تھا، حضرت مسلم علیہ السلام اور سید الشہد علیہ السلام کے واقعہ میں اس کے کردار کا عنقریب تذکرہ کریں گے۔

عبدالرحمن نے میرے چچا اور اس کی بیٹی کو اپنے دربار میں بلایا اور جب وہ اس کے ہاں حاضر ہوئے اور عبدالرحمن کی نگاہ میری اہلیہ اور اس کے حسن وجمال پر پڑی تو اس نے میرے چچا کو دس ہزار درہم دے کر میری زوجہ کو اپنے حبالہ عقد میں لے لیا اور مجھے قید خانے میں ڈال دیا اور زندان بان کو حکم دیا گیا کہ میرے ساتھ سختی سے پیش آئے کہ میں بیوی کو طلاق دینے پر راضی ہوجاؤں۔ عبدالرحمنطلاق دینے سے پہلے اس لڑکی کو اپنے گھر لے گیا...اور اس جوان نے بھی زندان کی سختیوں کی وجہ سے طلاق دی۔

جب معاویہ نے یہ شکایت سنی تو بہت زیادہ ناراض ہوا اور ایک دھمکی آمیز اور سخت لہجہ میں عبدالرحمن کو خط لکھا اور ایک ایلچی کے ذریعہ خط بھیجا تاکہ عبدالرحمن کو جاکر دے اور معاویہ نے حکم دیا کہ اس عورت کو طلاق دے کر اس کے شوہر کے حوالے کیا جائے۔

جب وہ خط عبدالرحمن کو ملا تو ایک ٹھنڈی آہ کھینچی اور کہا اے کاش معاویہ مجھے ایک سال تک اس عورت کے ساتھ رہنے دیتا اور بعد میں بے شک قتل کر دیتا۔ معاویہ کے ایلچی نے عبدالرحمن سے کہا کہ ابھی اس عورت کو طلاق دیں تو مجبوراً اسے طلاق دے دی۔

عبدالرحمن نے اس عورت کو ایلچی کے ساتھ شام بھیجا اور جب ایلچی کی نگاہ لڑکی کے حُسن وجمال پر پڑی تو دل ہی دل میں کہا ہے کہ صد افسوس کہ یہ عورت اس جوان کے لئے ہو بلکہ یہ عورت معاویہ کے لئے ہونا چاہیے۔

جب وہ دونوں شام پہنچے اور معاویہ کے یہاں حاضر ہوئے تو جیسے ہی معاویہ کی نگاہ اس لڑکی پر پڑی تو اس کی خوبصورتی کا ایسا گرویدہ ہوا کہ اسے آسانی سے چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا۔ معاویہ اس جوان کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے جوان! اس عورت سے ہاتھ اٹھا لے۔

جوان نے کہا: اس کی ایک ہی شرط ہے کہ میرے سر کو تن سے جدا کر دیا جائے۔

معاویہ یہ سن کر ناراض ہوا اور اس عورت سے کہا کہ تجھے میرے اور اس جوان میں سے جس کے ساتھ چاہتی ہو زندگی بسر کرنے میں اختیار ہے۔

اس عورت نے معاویہ کو جواب دیا کہ مجھے دنیا کے زروزیور کی ضرورت نہیں ہے اور مجھے اسی جوان کی ضرورت ہے۔

معاویہ جوان کو مخاطب ہوکر کہتا ہے:

«خذها لابارك الله لك فيها»[١]

اس کو لے لے اور خدا تجھے اس عورت میں برکت نہ دے۔

کوفہ میں معاویہ کے ناپاک عزائم

معاویہ نے کوفہ میں اپنے گورنروں کے ذریعہ سے مخالفین کا قلع قمع کیا، ان گورنروں کو حکم دیا گیا تھا کہ کوفہ کے شیعوں کو ہر ممکن طریقہ سے سرکوب کریں یہ کاروائی درج ذیل دو مقاصد کی خاطر انجام دی گئی:

١۔ یزید کی خلافت کے مخالفوں اور دشمنوں کو ٹھکانے لگایا جائے۔

٢۔ ممکن ہے کہ آئندہ کوفہ سید الشہداء علیہ السلام کی مدد کرے لہٰذا کوفہ کو قابل قدر شخصیات سے خالی کر دیا جائے۔

اکثر شخصیات کو زیاد ابن ابیہ کے ذریعے راستے سے ہٹایا گیا چونکہ وہ کوفہ میں بسنے والے تمام شیعوں کو جانتا تھا اور ان کی کڑی نگرانی بھی کرتا تھا بعض مؤرخین نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس کے شیعوں کے ساتھ سلوک کو بیان کیا ہے:

«كان زياد يتتبّع شيعة علی»[٢]

زیاد ابن ابیہ شیعان علی کے درپے تھا اور ان پر سخت نگرانی کا حکم دے رکھا تھا۔

زیاد ابن ابیہ نے حجر بن عدی[٣] اور عمرو بن حمق[١] جن کا شمار کوفہ کی نامور شخصیات میں ہوتا تھا ان کو ساتھیوں سمیت گرفتار کیا۔

١۔ المنتظم:٥/ ٢٩٥۔

٢۔ المعجم الکبیر: ٣/ ٧٠، حدیث: ٢٦٩٠؛ تاریخ مدینہ دمشق:١٩/ ٢٠٢؛ سیر اعلام النبلاء:٣/ ٤٩٦؛ تاریخ الاسلام:٤/ ٢١٠؛ الفتوح:٤/ ٣١٦۔

٣۔ اسد الغابۃ: ١/ ٦٩٧؛ الاستیعاب، ١/ ٣٢٩۔

علم رجال کے ماہرین ان دو شخصیات کی حالات زندگی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حجر اور عمرو بن حمق کا شمار پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے صحابہ میں ہوتا تھا۔ (۲)

روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ایسی شخصیات کو گرفتار کرنے کے لئے پہلے کچھ مراحل کو طے کرنے کی ضرورت تھی چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ معاشرے میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

انہوں نے حجر بن عدی سے کہا کہ امیر المومنین علیہ السلام پر سب وشتم کریں لیکن انہوں نے انکار کر دیا یہ وہ زمانہ تھا جب امام علی علیہ السلام کو دشنام نہ دینا بہت بڑا جرم سمجھا جاتا تھا اور اس کو ثابت کرنے کے لئے ٹھوس دلائل کی ضرورت تھی۔

انہوں نے حجر بن عدی کے خلاف ایک لمبا چوڑا خط لکھا جس میں کوفہ کی بڑی بڑی شخصیات نے دستخط کیے اور کہا چونکہ حجر نے علی علیہ السلام پر تبرا نہیں کیا لہٰذا وہ قتل کے مستحق ہیں اور جن افراد نے اس خط پر دستخط کئے تھے تاریخ میں ان کے نام کچھ اس طرح ذکر ہوئے ہیں:

عمرو بن حریث، خالد بن عرفطہ، ابو بردۃ بن ابو موسی اشعری، قیس بن ولید بن عبد شمس بن مغیرہ، اسحاق بن طلحہ، موسیٰ بن طلحہ، اسماعیل بن طلحہ، منذر بن زبیر بن عوام، عمر بن سعد بن ابی وقاص، عمارۃ بن سعد بن ابی وقاص، عمارۃ بن عقبہ بن ابی معیط، شبث بن ربعی، قعقاع بن شور ذھلی، حجّار بن ابجر عجلی، عمرو بن حجّاج زبیدی، شمر بن ذی الجوشن، زحر بن قیس، کثیر بن شہاب، عامر بن مسعود بن اُمیّۃ بن خلف، محرز بن جاریۃ بن ربیعۃ بن عبد العزی بن عبد شمس، عبید اللہ بن مسلم بن شعبۃ حضرمی، عناق بن شرجبل بن ابی دہم، وائل بن حجر حضرمی، مصقلۃ بن ھبیرہ شیبانی، قطن بن عبد اللہ بن حصین حارثی، سائب بن اقرع ثقفی، لبید بن عطارد تمیمی، محضر بن ثعلبہ، عبد الرحمن بن قیس اسدی اور عزرۃ بن عزرہ احمسی۔

ہم نے چند مقاصد کے پیش نظر ان کے اسماء کو ذکر کیا ہے:

۱۔ الاستیعاب؛ ۳/ ۱۷۴۔

۲۔ الاستیعاب: ۳/۱۷۴۔

۱۔ کوفہ کی ایسی بڑی شخصیات کی پہچان جو اس زمانے میں اہل بیت علیہم السلام کی مخالف اور دشمن تھیں۔

۲۔ ان میں سے بعض افراد حجر بن عدی کے واقعہ میں سرگرم رہے ہیں وہی حضرت مسلم علیہ السلام اور سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کے موقع پر یزید کے لشکر میں بھی نظر آتے ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ کوفہ کے رہنے والے تھے لیکن یزید کے دوستوں اور پیروکاروں میں شمار ہوتے تھے۔

۳۔ ان میں سے اکثر افراد صحاح ستہ کے راوی ہیں اور علمائے اہل سنت کے محققین ان کو قابل اعتماد اور متقی و پرہیز گار سمجھتے ہیں علم فقہ اور تفسیر میں ان سے روایات نقل کرتے ہیں۔

اب یہاں سے اچھی طرح سمجھ میں آگیا کہ اس زمانے میں کوفہ میں کون لوگ رہتے تھے لہذا کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کہے کہ اس دور میں کوفہ میں رہنے والے امیر المومنین علیہ السلام کے شیعہ یا اکثریت شیعوں کی تھی نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے چونکہ مذکورہ افراد نامور شخصیات تھیں اور ان میں ایک بھی شیعہ نہیں تھا اور جن لوگوں نے لمبے چوڑے خطوں پر دستخط کیے تھے ان میں شمر بن ذی الجوشن اور عمر بن سعد شامل ہیں جو عبید اللہ بن زیاد کے قریبی ساتھی اور آلہ کار تھے ہم عنقریب ان کا تعارف اور ان کے کردار کے بارے میں تحقیق کریں گے۔

عمرو بن حمق وہ ہیں جو زیاد ابن ابیہ کے ہاتھوں درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور ان کی شہادت کے بعد زیاد نے ان کا سر شام بھیجا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اسلام کی تاریخ میں عمرو بن حمق کا سر وہ پہلا سر ہے جسے ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیجا گیا۔[1] زیاد ابن ابیہ کوفہ میں بہت زیادہ جرائم کا مرتکب ہوا ہے ان میں بعض نامور شخصیات جیسے رشید حجری، میثم تمار اور کمیل وغیرہ کی جاسوسی شامل ہے۔

جیسا کہ گزر چکا ہے معاویہ نے مختلف حربوں سے مدینہ، حجاز اور شام اور کوفہ سے اپنے مخالفین کا صفایا کیا ہے۔ تحقیق کی بناء پر حاکم شام کے مخالفین میں سے جو بڑی شخصیت کے مالک تھے ان میں سے دو نامی گرامی شخصیات باقی رہ گئی تھیں ان میں سے ایک سید الشہداء علیہ السلام اور دوسرے عبد اللہ بن زبیر تھے۔

۱۔ الاستیعاب، ۳/ ۱۷۴۔

اس طریقے سے معاویہ نے یزید کی جانشینی کے لئے راستہ ہموار کیا اور یہاں تک کہ اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اور اس کو باقی رکھنے کے لئے ایک وصیت نامہ لکھا اور اسے اپنے مخصوص نصرانی غلام سرجون کے پاس مخفی رکھا تاکہ مناسب وقت آنے پر یزید کو دے۔

تحقیق کی روشنی میں یہ ثابت ہو گیا ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کی منصوبہ بندی خود معاویہ نے کی تھی اور یہ حقیقت تحقیق کی روشنی میں ثابت ہو گئی ہے۔

معاویہ کی ایک اور چال

معاویہ نے اس طریقہ کار کو بروئے کار لاتے ہوئے مدینہ کے گورنر مروان سے استفادہ کیا، تمام مؤرخین کے بیان روز روشن کی طرح واضح ہیں کہ مروان، اہل بیت علیہ السلام کا سخت ترین اور دیرینہ دشمن تھا۔ وہ تمام واقعات کی معاویہ کو رپورٹ پیش کرتا اور سید الشہداء علیہ السلام کے پاس لوگوں کی آمد ورفت سے بھی آگاہ کرتا تھا یہاں تک کہ معاویہ کو خط لکھا کہ کسی صورت میں بھی حسین بن علی علیہما السلام کے ساتھ سمجھوتہ ممکن نہیں۔

نامور مؤرّخ بلاذری اس واقعہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ عراق اور حجاز کی شخصیات ہمیشہ حسین علیہ السلام کے ساتھ آمد ورفت رکھتی تھیں اور حسین علیہ السلام ان کے نزدیک انتہائی قابل احترام تھے اور وہ امام علیہ السلام کے فضائل وکمالات ایک دوسرے سے نقل کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا:

«انّا لك يد وعضد...»

ہم آپ کی مدد ونصرت کے لئے آئے ہیں۔

جب آپ کے یہاں لوگوں کا آنا جانا کثرت سے ہوا تو عمرو بن عثمان، مروان کے پاس آیا اور اسے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تجھے حسین کی طرف سے انتہائی سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جب ایسی صورت حال پیدا ہوئی تو مروان نے معاویہ کو خط لکھا اور اسے مدینہ کی موجودہ صورت حال سے آگاہ کیا معاویہ نے جواب میں لکھا:

«أن اترك حسينا ما تركك...»

جب تک حسین تیرے خلاف قیام نہ کرے، اس کے ساتھ تیرا کوئی واسطہ نہیں۔ (۱)

سید الشہداء علیہ السلام کی معاویہ کے ساتھ گفتگو

معاویہ نے امور حج انجام دینے کے لئے حجاز کی جانب رخت سفر باندھا اور ایک محفل جس میں حضرت سید الشہداء سمیت یزید کی جانشینی کے دوسرے مخالفین بھی موجود تھے۔ اس نے ان حضرات کے درمیان یزید کی شخصیت کا تعارف کرایا۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام کھڑے ہوئے حمد وثنائے الٰہی اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کے بعد ارشاد فرمایا:

«وفهمت ما ذكرته عن يزيد... تريد أن توهم الناس في يزيد، كأنّك تصف محجوباً أو تنعت غائباً أو تخبر عمّا كان ممّا احتويته بعلم خاص وقد دلّ يزيد من نفسه على موقع رأيه...»

تو نے یزید کی تعریف میں جو کچھ کہا ہم سمجھ گئے اور تو لوگوں کو دھوکہ میں رکھنا چاہتا ہے تو یزید کے بارے میں اس طرح گفتگو کر رہا ہے گویا لوگ اس کے حالات کو نہیں جانتے اور تو ایک ایسے شخص کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے کہ کسی نے بھی اسے نہیں دیکھا اور لوگ اس کے حالات سے ناواقف ہیں حالانکہ یزید اپنے کرتوں کی وجہ سے سماج اور معاشرے میں محتاج تعارف نہیں رہا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے خطاب کو جاری رکھتے ہوئے... یزید کے مفاسد اور جرائم کے بارے میں جو لوگوں کے درمیان آشکار اور معروف تھے... معاویہ سے یوں مخاطب ہوئے:

«ودع عنك ما تحاول، فما أغناك أن تلقى الله من وزر هذا الخلق بأكثر ممّا أنت لاقيه، فوالله! ما برحت تقدم باطلاً في جور وحنقاً في ظلم، حتّى ملأت الأسقية، وما بينك و بين الموت الاّ غمضة، فتقدم على عمل محفوظ في يوم مشهود ولات حين مناص»

اس کام سے دستبردار ہوجاؤ اور جو مقصد وہدف تیری نظر میں ہے اس سے منصرف ہوجاؤ اس لئے کہ تو نے اب تک جن جرائم کا ارتکاب کیا ان کا بھی جواب نہیں دے سکتا۔ اب تیرے اور موت کے درمیان

۱۔ انساب الاشراف: ۳/ ۱۵۲۔

پلک جھپکنے سے زیادہ فاصلہ باقی نہیں بچا ہے اور وہ دن دور نہیں جس دن تو اپنے جرائم اور ظلم جس کا تو مرتکب ہوا ہے کا مشاہدہ کرے گا اس سے کوئی راہ فرار نہیں۔ (۱)

معاویہ شام سے اپنے ساتھ ایک ہزار سپاہی لایا تھا اور وہ ننگی تلواریں لیے اس کے اردگرد کھڑے تھے معاویہ نے محسوس کیا کہ اب کذب بیانی کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے تو کہنے لگا یہ کیسی افواہیں ہیں کس نے کہا کہ ان چار افراد (حسین بن علی، عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر) نے یزید کی بیعت نہیں کی ہے اور لوگ جھوٹی خبریں پھیلا رہے اور گمان کرتے ہیں کہ ان محترم شخصیات نے یزید کی بیعت نہیں کی ہے۔

پھر معاویہ نے برہنہ تلوار لیے ہوئے سپاہیوں کی طرف رخ کیا انہوں نے شکایت کے لہجہ میں معاویہ سے کہا تجھے کیا ہو گیا ہے کہ ان چار افراد کی اتنی قدر اور تعریف کر رہا ہے

ان افراد کو چاہیے کہ لوگوں کے سامنے اور علی الاعلان یزید کی بیعت کریں، مخفیانہ بیعت ناقابل قبول ہے تاکہ تمام لوگ جان لیں کہ انہوں نے یزید کی بیعت کی ہے۔ اسکے بعد معاویہ اور ان سپاہیوں کے درمیان پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق معاویہ نے کہا نہیں ان بزرگ شخصیات نے یزید کی بیعت کی ہے انہوں نے اپنی خوشی اور مرضی سے یزید کی بیعت کی ہے۔

اے جانثارو! کیوں فساد پھیلانا چاہتے ہو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ فتنہ پیدا ہو جائے

یہ بزرگوار مسلمان ہیں ان کے بارے میں ایسی بات نہ کہو میں ان سے راضی ہوں۔

محفل برخاست ہونے کے بعد سید الشہداء سے پوچھا کیا آپ نے بیعت کی ہے

تو آپ نے ارشاد فرمایا:

«لا، والله، ما بايعنا ولكن معاوية خدعنا وكادنا...» (۲)

۱۔ الامامۃ والسیاسیہ: ۱/ ۲۰۸ اور ۲۰۹۔

۲۔ «[معاويه] قال: أيّها النّاس! انّا وجدنا أحاديث النّاس ذات عوار، وانّهم قد زعموا أنّ الحسين بن علي، وعبد الرحمان بن أبي بكر، وعبدالله بن عمر وعبدالله بن الزبير، لم يبايعوا يزيد، وهؤلاء الرهط الأربعة هم عندي

خدا کی قسم! ہم نے بیعت نہیں کی لیکن معاویہ نے یہ چال چلی اور لوگوں کو دھوکہ دیا۔

طبرانی اس بارے میں لکھتے ہیں کہ حسین بن علی علیہما السلام نے معاویہ سے کہا:

«انا ـ واللہ ـ أحقّ بها منه، فانّ أبي خير من أبيه وجدّي خير من جدّه وانّ أمي خير من أُمّه وأنا خير منه»[1]

خدا کی قسم میں یزید سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں، ماں باپ کے لحاظ سے بھی اور جد کے لحاظ سے بھی اور میں خود اس سے بہتر ہوں۔

معاویہ نے کہا ماں کے لحاظ سے تو اس سے بڑھ کر ہے لیکن باپ کے لحاظ سے تو کیسے بہتر ہے جبکہ جنگ میں یزید کا باپ تیرے باپ پر غالب رہا ہے اور یزید تجھ سے بہتر ہے۔

امام حسین علیہ السلام اور معاویہ کے خط کا جواب

روایت میں آیا ہے معاویہ نے ایک خط امام حسین علیہ السلام کے نام بھیجا جس میں لکھا تھا:

«اما بعد، فقد انتهت الی منك أمور، لم اكن أطنك بها رغبة عنها...؛»

مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم مختلف امور اور سرگرمیوں میں مشغول ہو یہ تمہارے شایان شان نہیں لہٰذا ان سے گریز کرو۔

سادة المسلمين وخيارهم، وقد دعوتهم الى البيعة فوجدتهم اذا سامعين مطيعين... فضرب أهل الشام بأيديهم الى سيوفهم فسلوها ثمّ قالوا: يا أمير المؤمنين! ماهذا الّذى تعظّمه من أمر هؤلاء الأربعة؟ ائذن لنا أن نضرب أعناقهم، فانّا لانرضى أن يبايعوا سرّاً، ولكن يبايعوا جهراً حتّى يسمع الناس أجمعون. فقال: معاوية... فانّهم قد بايعوا وسلّموا وارتضونی فرضيت عنهم»، الامامہ والسیاسہ: ۱/ ۲۱۳، تاریخ الخلفاء: ۱۹۷، الفتوح: ۴/ ۳۴۳۔

۱۔ المعجم الکبیر: ۱۹/ ۳۵۶۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب میں لکھا:

امابعد.... تیرا خط مجھے ملا۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے معاویہ کو اس کے جرائم سے آگاہ کیا اور آخر میں اسے وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«واعلم انّ للہ کتاباً لا یغادر صغیرة ولا کبیرة الاّ أحصاها.

واعلم، انّ اللہ لیس بناس لك قتلك بالظنّة وأخذك بالتهمة، وامارتك صبیاً یشرب الشراب، ویلعب بالکلاب. ما اراك الاّ وقد أوبقت نفسك وأهلكت دینك، وأضعت الرعیة:»[1]

اے معاویہ! جان لے بے شک خداوندعالم کے پاس ایک کتاب ہے جس میں صغیرہ وکبیرہ گناہ درج کئے جاتے ہیں اور جان لے! تو نے لوگوں کو بغیر کسی وجہ سے صرف گمان کی بنیاد پر قتل کیا اور تو نے اپنے بیٹے کو جو شراب پیتا ہے کتوں سے کھیلتا ہے اپنا ولی عہد بنایا ہے در حقیقت تو نے اپنے دین کو تباہ برباد کیا ہے اور لوگوں کو بدبخت کیا ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی استقامت اور معاویہ کی ناکامی

گزشتہ مطالب کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان حکومتی مسائل پر گفتگو اور خطوط کا تبادلہ بھی ہوا ہے لیکن معاویہ، سید الشہداء علیہ السلام کو یزید کی بیعت پر مجبور نہ کر سکا چونکہ آنحضرت چند خصوصیات کے مالک تھے:

۱۔ معاشرے میں امام حسین علیہ السلام کی ذاتی شخصیت اور سماجی مقام۔

۱۔ الامامة والسیاسیہ ۱ ۲۰۳ اور ۲۰۴۔

۲۔ معاویہ نے سید الشہداء علیہ السلام کے بھائی امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا تھا اور اس واقعہ کو کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا، معاویہ چاہتا تھا کہ یہ سازش چھپی رہے لیکن یہ خبر تمام لوگوں کو معلوم ہوگئی تھی اگر ان حالات میں سید الشہداء علیہ السلام کو بھی کوئی اذیت پہنچاتا تو اسے بھاری قیمت ادا کرنا پڑتی۔

۳۔ جو کچھ کہا گیا ہے اس کے علاوہ، معاویہ اور امام حسن مجتبی علیہ السلام کے درمیان جو صلح نامہ طے پایا تھا اس کی ایک شق یہ تھی کہ معاویہ کی جانب سے امام حسن و حسین علیہما السلام کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا صلح نامہ کی اس شرط کی بعض مؤرخین نے وضاحت کی ہے۔[۱]

والی مدینہ کی معزولی

سید الشہداء علیہ السلام کی استقامت کی وجہ سے معاویہ کے بس میں نہیں تھا کہ امام علیہ السلام سے یزید کے لئے بیعت لے سکے۔ چنانچہ اسی وجہ سے وہ واپس شام چلا گیا اور مرنے سے پہلے مروان کو مدینہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ پر ولید بن عتبہ کو مدینہ کا والی بنا دیا۔[۲] اب اس سیاسی جوڑ توڑ کا راز اور اس سوال کا جواب کہ مروان کو ہٹا کر اس کی جگہ پر ولید کو کیوں گورنر بنایا گیا سے پردہ ہٹاتے ہیں۔

مروان، سید الشہداء علیہ السلام کا سخت ترین دشمن تھا اور اس نے یہ ٹھان لی تھی کی حسین بن علی کو ہر حال میں قتل کیا جائے لیکن ولید بن عتبہ کا سید الشہداء علیہ السلام کے بارے میں ایسا نظریہ نہیں تھا معاویہ نہیں چاہتا تھا کہ موجود حالات میں مدینہ کی باگ ڈور مروان کے ہاتھ میں ہو۔

جس دعویٰ کو ہم ثابت کر رہے ہیں اس کا سرچشمہ بھی سیاسی جوڑ توڑ ہے مروان اور ولید کے درمیان جو اختلاف رائے تھا اس وجہ سے ایک کو معزول کر کے دوسرے کو گورنر بنا دیا گیا۔ لہٰذا یہ جو سیاسی تبدیلی لائی گئی ہے یہ ایک پروگرام

۱۔ الفتوح: ۴/۳۹۱؛ مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول علیہم السلام: ۳۵۷؛ بحار الانوار: ۴۴/۶۵؛ النصائح الکافیہ: ۱۴۸۔

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ: ۱۹۸۱، الفتوح: ۵/۹۔

کے تحت تھی وگرنہ سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کی جو منصوبہ بندی کی گئی تھی وہ سامنے نہ آتی چنانچہ پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت جو پروگرام تشکیل

دیا گیا تھا اس کو آگے چل کر عملی جامہ پہنایا گیا۔ بالفاظ دیگر معاویہ کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ حسین کے ساتھ مدنیہ میں سختی سے پیش آیا جائے لہٰذا مروان کو مدینہ کا حاکم نہیں ہونا چاہیے تھا۔

تین اہم نکات

قارئین کرام کی توجہ تین اہم نکات کی جانب مبذول کرتے ہیں:

پہلا اہم نکتہ:

اہل کوفہ نے معاویہ کے دوران حکومت اور یزید کی بیعت لینے کے بعد امام حسین علیہ السلام کو خطوط بھیجے ہیں۔ ابن کثیر اس بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ جس وقت معاویہ نے لوگوں سے یزید کے لئے بیعت لی تو امام حسین علیہ السلام نے اس کی بیعت نہیں کی چنانچہ کوفہ کے لوگوں نے امام کو خطوط لکھے اور قیام کرنے کی دعوت دی لیکن سید الشہداء علیہ السلام نے ان پر کوئی توجہ نہ دی پھر کچھ لوگ کوفہ سے آئے تاکہ امام علیہ السلام کو دعوت دی جائے۔

لیکن آپ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا پھر وہ لوگ محمد بن حنفیہ کو سفارشی اور واسطہ بنا کر لائے تاکہ وہ امام حسین علیہ السلام کو ان کے ہمراہ کوفہ کی جانب جانے پر راضی کریں۔[1]

امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے جواب میں ارشاد فرمایا:

«ان القوم انما یریدون أن یأکلوا بنا ویستطیلوا بنا ویستنبطوا دماء الناس ودمائنا...»[1]

ا۔ لیکن بعض مورخین کے نزدیک جیسے ابن اعثم کوفی الفتوح میں رقمطراز ہے کہ: جب یزید بر سر اقتدار آیا تو اس نے سب سے پہلے مروان کو معزول اور ولید بن عتبہ کو منصوب کیا۔

یہ قوم ہماری وجہ سے حاکم بننا چاہتی ہے اور پھر ہمارے ہی خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرے گی۔

چنانچہ اس مقام پر دو بنیادی نکات قابل ذکر ہیں:

۱۔ امام عالی مقام کو دعوت معاویہ کے دور حکومت میں دی گئی

۲۔ دعوت دینے والوں کا مقصد طاقت، حکومت اور سید الشہداء کا خون بہانا تھا۔

امام حسین علیہ السلام نے کئی بار اس جملہ کا تکرار فرمایا کہ یہ (اہل کوفہ) مجھے قتل کرنے کے درپے ہیں۔

دوسرا اہم نکتہ:

معاویہ نے یزید کو کیا وصیت کی تھی معاویہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں یزید سے کہا:

«یا بنی انی قد کفیتك الرحلة والرجال، وطّأت لك الأشیائ، وذلّلت لك الأعزّائ، وأخضعت لك أعناق العرب»[۲]

اے میرے بیٹے! میں نے تیرے لئے راستہ ہموار کردیا ہے...اور بڑے بڑے سرداروں اور نامور شخصیات کو ٹھکانے لگادیا ہے اور میں نے تیری خاطر معاشرہ کے عزت مند لوگوں کو ذلیل کیا ہے اور عربوں کی گردنوں کو تیرے سامنے خم کردیا ہے تاکہ تیرے لئے حاکمیت کا راستہ فراہم کروں۔

بالفاظ دیگر یہ بھی نقل کیا گیا ہے معاویہ نے کہا:

«یا بنی! انّی قد کفتیك الشدّ والترحال، وطّأت لك الأُمور، وذلّلت لك الأعدائ، وأخضعت لك رقاب العرب، وجمعت لك مالم یجمعه أحد»[۳]

۱۔ البدایہ والنہایہ: ۸/۱۷۴۔

۲۔ البدیہ والنہایہ: ۸/۱۲۳۔

۳۔ الکامل فی التاریخ: ۴/۶؛ نہایۃ الارب: ۲۰/۳۶۵؛ تاریخ ابن خلدون: ۳/۱۸؛ تاریخ طبری: ۴/۲۳۸۔

ابن اعثم کوفی اسی واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں معاویہ نے اپنے بیٹے یزید سے کہا:

«انّی من أجلك آثرت الدنیا علی الآخرة ودفعت حقّ علی أبی طالب، وحملت الوزر علی ظهری»[۱]

بیٹا میں نے تیری خاطر اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالا اور اس گناہ کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھایا ہے۔

معاویہ نے امام حسین علیہ السلام کے بارے میں یزید کو بہت اہم وصیتیں کی ہیں اور کہا:

«اما الحسین بن علی ،فانّ أهل العراق لن یدعوه حتّی یخرجوه...فلست أشك فی وثوبه، ثم یکفیکه الله بمن قتل أباه وخذل أخاه...»[۲]

عراق کے لوگ حسین بن علی کو دعوت دیں گے تاکہ ان کے ساتھ قیام کریں...اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ تیری بیعت نہیں کریں گے اور جن لوگوں نے ان کے باپ کو قتل کیا اور ان کے بھائی کو زخمی کیا (اہل عراق) وہی لوگ حسین علیہ السلام کو ٹھکانے لگانے کے لئے کافی ہیں۔

خوارزمی کہتا ہے کہ معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو کہا:

۱۔ الفتوح: ۴/۳۴۸۔

۲۔ ترجمہ امام حسین من الطبقات الکبری: ۵۵؛ تہذیب الکمال، ۶/ ۴۱۴؛ سیرۃ اعلام النبلا: ۳/ ۲۹۵؛ تاریخ الاسلام: ۵/۷؛ البدایہ والنہایہ: ۸/۱۲۳؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴/۲۰۶۔

«اما الحسين بن علی ،فأوّه أوّه يايزيد! ماذا أقول لك فيه، فاحذر أن تتعرّض له الاّ بسبيل خير، وامدد له حبلاً طويلاً...ولكن أرعد له وأبرق. واياك والمكاشفة له فی محاربة بسيف أو منازعة بطعن رمح»[1]

حسین بن علی کے ساتھ بڑے آرام اور خوش اسلوبی سے پیش آنا اور انہیں مہلت دینا...لیکن انہیں ڈرائے دھمکائے رکھنا لیکن خبردار قتل نہ کرنا۔

مشہور مورخ ابن سعد الطبقات الکبریٰ میں رقم طراز ہیں کہ معاویہ نے جان کنی کی حالت میں یزید کو بلایا اور اسے وصیتیں کی اور کہا:

«انظرحسين بن علی بن فاطمه بنت رسول الله، فانه احبّ الناس الی الناس،فصل رحمه وارفق به، يصلح لك أمره، فان يك منه شئ فانّی أرجو أن يكفيكه الله بمن قتل اباه وخذل أخاه»[2]

یاد رکھ! حسین بن علی رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ کا لخت جگر ہے اور تمام لوگوں کی نسبت انہیں زیادہ محبوب ہے اس کے ساتھ صلہ رحمی اور نرمی وملائمت سے پیش آنا بالآخر تیرے حق میں فیصلہ ہوجائے گا۔

اگر اسے کوئی حرکت سرزد ہوئی تو تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا مجھے امید ہے کہ جن لوگوں نے ان کے باپ کو قتل کیا اور ان کے بھائی کا ساتھ چھوڑ دیا خدا انہی لوگوں کے ذریعہ تجھے حسین کی طرف سے لاحق خطرات سے محفوظ رکھے گا۔

۱۔مقتل الحسین علیہ السلام:۱/ ۱۷۴؛الفتوح:۴/ ۳۵۰ تھوڑے سے فرق کے ساتھ۔

۲۔ترجمہ امام حسین علیہ السلام من طبقات الکبریٰ ابن سعد:۵۵؛ تاریخ مدینہ دمشق:۱۴/ ۲۰۶؛سیر اعلام النبلاء:۳/ ۲۹۵؛تہذیب الکمال:۶/ ۴۱۴؛البدایۃ النہایۃ: ۸/ ۱۲۳-۱۲۴؛تاریخ طبری: ۴/ ۲۳۹؛تاریخ الاسلام:۵/ ۷۔

اس وصیت پر غور کرنے سے دو نکتے سامنے آتے ہیں کہ معاویہ نے کہا:

۱۔ حسین علیہ السلام سے تجھے کوئی واسطہ نہیں۔

۲۔ اہل عراق ان کو دعوت دیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے۔

اب ان دو نکات کو اہل کوفہ کے ان خطوط میں اضافہ کریں کہ جو انہوں نے معاویہ کے دوران حکومت امام حسین علیہ السلام کو ارسال کئے تھے۔

تیسرا نکتہ:

یزید نے شام میں جو پہلا خطبہ دیا اس نے عراق میں عنقریب لڑی جانے والی ایک جنگ کی پیش گوئی کی اور کہا کہ اس میں ہمیں عبید اللہ بن زیادہ کے ذریعہ کامیابی ملے گی۔ [۱]

مدینہ کے گورنر ولید کو یزید کا خط

معاویہ کا انتقال ہوا اور یزید تخت خلافت پر براجمان ہو گیا اس نے پہلے اقدام کے طور پر مدنیہ کے گورنر کو خط لکھا میرے لئے لوگوں سے عمومی طور پر بیعت لو اور عبد اللہ بن زبیر اور حسین بن علی سے بالخصوص بیعت لو۔ اس خط کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا نوشتہ بھی ولید کے نام ارسال کرتا ہے اس میں کیا لکھا ہوا تھا

اس نوشتہ کو نقل کرنے والے منابع اور ماخذ میں اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ تین مختلف طریقوں سے نقل کیا گیا ہے ہم عنقریب اس کی تحقیق کریں گے۔

ولید نے امام حسین علیہ السلام کو بلایا اور یزید کی بیعت کا تقاضا کیا۔ امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا مجھے مہلت دی جائے تا کہ میں غور و فکر کر سکوں۔

ولید نے امام حسین علیہ السلام سے کہا؛

۱۔ الفتوح:۵/ ۶۔

«فانصرف علی اسم اللہ»[۱]

آپ تشریف لے جائیے خدا آپ کو سلامت رکھے۔

سید الشہداء علیہ السلام ولید کے دربار سے باعافیت نکلے۔ شمس الدین ذہبی اس واقعہ کو لکھتے ہوئے مزید کہتے ہیں:

«لم یشدد علی الحسین...»[۲]

ولید نے حضرت پر سختی نہیں کی...

مروان جس کے پاس اب کوئی حکومتی منصب نہیں تھا اور اس محفل میں حاضر تھا۔ ولید سے کہتا ہے میں نے تجھے کہا تھا کہ حسین کا یہاں پر ہی کام تمام کردے تم نے کیوں گریز کیا

کیا مروان کی اس گفتگو سے اس کا اس منصب سے معزول ہونا اور اس کی جگہ پر ولید کو مدینہ کا گورنر قرار دیئے جانے کا راز نہیں سمجھا جا سکتا

مروان نے مزید کہا:

«عصیتنی، لا واللہ لا یمکنّك مثلها من نفسه أبداً»[۳]

خدا کی قسم! اب حسین تیرے ہاتھ نہیں آئے گا اور تو حسین کو کبھی بھی گرفتار نہیں کر سکے گا۔

ولید نے جواب میں کہا:

«الویح لغیرك یا مروان! انّك اخترت لی الّتی فیها هلاك دینی و دنیای. واللہ ما أحبّ أنّ لی ماطلعت علیه الشمس وغربت عنه من مال الدنیا وملکها وانّی قتلت حسیناً. سبحان

۱۔ البدایة والنهایة، ۸/ ۱۵۷۔

۲۔ سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۵۳۴۔

۳۔ سیرۃ الاعلام النبلاء ۳/ ۵۳۴۔

الله! أقتل حسيناً ان قال: لاأبايع والله انّي لأظن أنّ امرء اً يحاسب بدم الحسين خفيف الميزان عند الله يوم القيامة»[۱]

اے مروان! یہ تو کیا کہہ رہا ہے کیا میں وہ کام انجام دوں جس میں میری دنیا اور آخرت کی ہلاکت ہو۔ خدا کی قسم! اگر ساری کائنات میرے قدموں میں ڈال دی جائے تا کہ میں حسین کو قتل کروں تو ہرگز قبول نہیں کروں گا ۔ سبحان اللہ! حسین کو اس لئے قتل کروں کہ وہ کہتے ہیں کہ یزید کی بیعت نہیں کرتا۔ خدا کی قسم! میں گمان کرتا ہوں کہ روز قیامت قاتل حسین کے نامہ اعمال میں سوائے حسرت کے کچھ نہیں ہوگا۔

ہم نے ولید کی گفتگو کو نقل کیا ہے لیکن کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ولید، سید الشہد علیہ السلام کو چاہنے والا تھا، ہرگز نہیں بلکہ جس طرح منصوبہ بندی کی گئی تھی اس نے اس کے مطابق عمل کیا... ہم اس نکتہ کو عنقریب ثابت کریں گے۔ مذکورہ حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات روز روشن کی طرح واضح وعیاں ہو جاتی ہے کہ ولید بن عتبہ نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جو طریقہ کار اپنایا ہے یہ معاویہ کی طرف سے یزید کو کی گئی اس وصیت کے عین مطابق تھا کہ امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھنا ہے۔

معاویہ نے یزید کو وصیت کی کہ عبداللہ بن زبیر کو جہاں بھی پاؤ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا...[۲] اور سید الشہداء علیہ السلام کے ساتھ نرمی سے پیش آنا یہ وصیتیں اور نصیحتیں امام علیہ السلام کے ساتھ ہمدردی کے لحاظ سے نہ تھیں بلکہ یہ سب کچھ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تھا۔

عبداللہ بن زبیر رات کی تاریکی میں نامعلوم راستوں سے مدینہ سے مکہ کی طرف چل پڑا اور جب ولید بن عتبہ کو خبر ہوئی تو اس کو پکڑنے کے لئے ایک لشکر بھیجا لیکن وہ اسے گرفتار نہ کر سکے۔ لیکن جب امام حسین علیہ السلام مدینہ سے مکہ کی طرف چلے اور ولید کو خبر پہنچی تو ولید نے کہا الحمد للہ۔

۱۔ الارشاد: ۲/ ۳۳، ۳۴؛ تاریخ طبری: ۴/ ۲۵۲، الفتوح: ۵/ ۱۴۔

۲۔ تاریخ طبری ۴/ ۲۳۸۔

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

«وهی لیلة السبت لثلاث بقین من رجب سنة ستّین من الهجرة، واشتغل الولید بن عتبة بمراسلة ابن الزبیر فی البیعة لیزید وامتناعه علیهم... فخرج علیه السلام فی تلك اللیلة وهی لیلة الأحد لیومین بقیا من رجب متوجّها الی مکّة...»

سید الشہداء علیہ السلام ہفتہ کی شب، ۲۷ رجب ۶۰ ہجری مدینہ میں تھے کہ ولید بن عتبہ فرزند زبیر سے بیعت لینے میں مشغول تھا... امام حسین علیہ السلام نے اتوار کی رات کو ماہ رجب سے ابھی دو دن باقی رہتے تھے کہ مکہ کی طرف حرکت کی۔ ولید نے امام علیہ السلام کے گھر میں سپاہی بھیجے تاکہ جائزہ لیا جائے کہ کیا حضرت مدینہ سے نکلے ہیں یا نہیں وہ آتے ہیں لیکن آنحضرت کو گھر میں نہیں پایا اس موقع پر ولید نے کہا:

«الحمد الله الذی خرج ولم یبتلنی بدمه»[۱]

خدا کی حمد ہے کہ وہ نکل گئے ہیں اور میرے ہاتھ ان کے خون سے رنگین نہیں ہوئے۔

امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ولید کی ملاقات کے سلسلہ میں جو اہم ترین اور قابل دید نکتہ ہے وہ بلاذری کی روایت میں پایا جاتا ہے وہ لکھتے ہیں: کہ امام حسین علیہ السلام کو ولید طلب کرنے کے بعد کہتا ہے آپ تشریف لے جائیے اور پھر آپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

«لو اعلمت مایکون بعدنا لأحببتنا کما أبغضتنا»[۲]

اگر آپ کو علم ہو جائے کہ دوسرے آپ کے ساتھ کیا رویہ اختیار کریں گے تو ہم جس قدر اس وقت آپ کو برے لگ رہے ہیں اس سے کہیں زیادہ اچھے لگتے۔

۱۔ الارشاد: ۲/ ۳۴۔

۲۔ الانساب الاشراف: ۳/ ۱۵۷۔

شیعہ کتابوں میں معاویہ کی یزید کو وصیتیں

معاویہ کی طرف سے یزید کو کی گئی وصیتیں شیعہ کتب میں بھی پائی جاتی ہیں۔شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام سے سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں دریافت کیا! توامام نے جواب دیا کہ میرے والد گرامی نے اپنے جدامجد سے نقل کیا ہے کہ معاویہ جان کنی کی حالت میں تھا کہ یزید کو طلب کیا اور اپنے پاس بٹھایا کر اس طرح وصیت کی:

> اے میرے بیٹے! میں نے سرکش افراد کی گردنوں کو تیرے سامنے جھکا دیا ہے اور سرزمینوں کو تیرے قبضہ قدرت دینے کے لئے آمادہ کر دیا ہے اور مجھے تیرے مقابلے میں تین افراد کا خوف ہے اور یہی تیرے لئے مشکلات کھڑی کریں گے وہ تین افراد عبداللہ بن عمر بن خطاب، عبداللہ زبیر اور حسین بن علی ہیں۔

عبداللہ بن عمر تیرا ساتھ دے گا، اسے اپنے ساتھ ملائے رکھنا، عبداللہ بن زبیر کو جہاں بھی پاؤ ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اس کی مثال تیرے ساتھ ایسے ہی ہے جیسے ریوڑ میں شیر ہو اور تم ایک دوسرے کے مقابلے میں ایسے ہی ہو جیسے بھیڑیا اور کتا، لیکن حسین کے بارے میں جیسا تو جانتا ہے کہ اس کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق اور رابطہ ہے وہ مجبوراً اہل عراق کے ساتھ ہو جائے گا اور مدینہ سے ہجرت کرے گا اور وہی عراقی اسے تنہا چھوڑ دیں گے اور قتل کر دیں گے۔ [1]

بہر حال معاویہ کی وصیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حسین کے ساتھ کوئی سروکار نہ رکھنا، عبداللہ بن زبیر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اور عبداللہ بن عمر کی درہم و دینار، نرمی اور ملائمت یا احترام اور بڑے بڑے القاب کے ذریعہ خوشامد کرنا۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ معتبر مآخذ میں ذکر کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن عمر نے (اپنے خیال کے مطابق) سید الشہداء کو نصیحت کی اور کہا:

۱۔ امالی شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ ۲۱۶۔

«لا تخرج ! فان رسول الله صلى الله عليه و آله خيرة الله بين الدنيا والآخرة، فاختار الآخرة وانك بضعة منه...»[1]

تمہیں اپنے نانا کی سیرت کہ جنہوں نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی کی پیروی کرنا چاہیے، تم بھی تو انہی کے جگر گوشہ ہو۔

پوری تاریخ میں اس قسم کے بے شمار موارد موجود ہیں جہاں بعض لوگ مقدس چہروں کے ساتھ ضلالت اور گمراہی کا سبب بنے، ان لوگوں کے ظاہری تقدس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے بلکہ حقیقت کو درک کرنا چاہیے۔

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ معاویہ کے زمانے میں اہل کوفہ نے سید الشہداء علیہ السلام کو دعوت دی... سرکار سید الشہداء علیہ السلام نے محمد بن حنفیہ کے جواب میں فرمایا کہ یہی لوگ میرا خون بہائیں گے....[۲]

حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کا امام عالی مقام کے ساتھ مصالحانہ انداز اپنانا واضح اور عیاں ہے کہ ولید کبھی بھی ایک اچھا انسان نہیں رہا ہے نہ ہی سید الشہد علیہ السلام کے ساتھ کوئی اچھا سلوک کیا تھا چنانچہ اس موقع پر اس کی طرف سے امام کے ساتھ ظاہری طور پر حسن سلوک سے بعض افراد دھوکا کھا گئے ہیں۔

بطور نمونہ مامون رشید کے عمل کو دیکھئے جب اس نے امام رضا علیہ السلام کو زہر دلوا دی اور امام کی شہادت کی خبر اسے ملی تو امام رضا علیہ السلام کے جنازے میں گریہ کرتے ہوئے اور پابرہنہ شرکت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا صدیاں گزر جانے کے بعد اور حتی کہ آج بھی بعض افراد مامون عباسی کے قاتل ہونے میں شک کرتے ہیں!

ولید کا امام حسین علیہ السلام سے نرمی اور حسن سلوک سے پیش آنا پہلے سے طے شدہ پروگرام اور منصوبہ بندی کے تحت تھا اور ہرگز سید الشہد علیہ السلام کے ساتھ محبت اور الفت کارفرما تھی۔

۱۔ تاریخ الاسلام ۵/ ۸۔

۲۔ یہ فقرہ سید الشہداء نے مختلف مواقع اور کئی مقام میں ارشاد فرمایا ہے اور وہ مدینہ میں ہجرت کرنے سے پہلے سارے پروگرام کو جانتے تھے. (.البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۱۶۱)

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ جب عبداللہ بن زبیر نے مدینہ سے مکہ کی طرف حرکت کی تو ولید نے حبیب ذکوان کے ماتحت ۳۰ آدمیوں کو جو گھوڑوں پر سوار تھے اس کے تعاقب کے لئے بھیجا تاکہ اسے گرفتار کیا جاسکے [۱]۔ لیکن جب امام حسین علیہ السلام کے جانے کی خبر ملی تو امام علیہ السلام کے سلسلہ میں اس قسم کا اقدام نہ اٹھایا بلکہ کہا الحمدللہ۔

کیا تحقیق کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ جب ولید نے الحمدللہ کہا تو اس کو حکومت کی طرف سے ڈانٹا گیا ہو؟

اگر ولید کو یہ حکم دیا گیا ہوتا یا حسینؑ سے بیعت لے یا پھر انہیں قتل کردے تو امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے نکلتے وقت اس کا الحمدللہ کہنے کا کوئی معنی نہیں ہے اس لئے کہ اس نے دیے گئے حکم پر ابھی تک عمل نہیں کیا اور یہ تو اسے ڈانٹنے اور اسے برابھلا کہنے کا مقام ہے۔

لیکن ہرگز اس کی سرزنش نہیں کی گئی اور تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا امام حسین علیہ السلام کو آزادی اور اختیار کے ساتھ مدینہ سے حرکت کرنے پر ولید کو سرزنش کی گئی ہو۔ اس کے برعکس عبداللہ بن زبیر کے فرار کرنے پر ولید کو سرزنش کی گئی ہے چونکہ اسے حکم دیا گیا تھا کہ اسے قتل کردینا اور وہ نہ کرسکا۔ اس مطلب پر دلیل یہ ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام کا مدینہ سے نکلنے کے بعد بھی ولید کو بنوامیہ کے یہاں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں کہ ولید بن عتبہ سن ۶۲ھ میں حکومت کی طرف سے حجاج کا امیر تھا اس کے علاوہ جب یزید کا بیٹا معاویہ باپ کے مرنے کے بعد حکومت کو قبول نہیں کرتا اور ظاہراً اسے زہر دیا جاتا ہے تو یہی ولید، معاویہ کی نماز جنازہ پڑھاتا ہے۔

بہرحال ولید کو ملامت نہیں کی گئی چونکہ اس نے اپنے وظیفہ پر عمل کیا تھا یہاں تک معاویہ (فرزند یزید) کے مرنے کے بعد اہل شام نے اس سے تقاضا کیا کہ وہ خلیفہ بن جائے، لیکن اس نے

اس عہدے کو قبول نہیں کیا۔ [۲] کوئی یہ نہ سمجھے کہ ولید محب اہل بیت علیہم السلام تھا اور سید الشہد علیہ السلام کے ساتھ محبت رکھتا تھا بلکہ اسے امام حسین علیہ السلام سے حسن سلوک اور نرمی کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

۱۔ الاخبار الطوال: ۲۲۸۔

۲۔ سیر اعلام النبلا ۳/ ۵۳۴۔

مکہ میں امام حسین علیہ السلام کا ورود

شیخ مفید اعلی اللہ مقامہ کے مطابق جب امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے مکہ کی طرف جانے کا قصد کیا تو اس آیہ کریمہ کی تلاوت کررہے تھے:

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفاً يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ [۱]

پس جب موسیٰ علیہ السلام شہر سے باہر نکلے خوف زدہ اور دائیں بائیں دیکھتے ہوئے کہا کہ پروردگار! مجھے ظالم قوم سے محفوظ رکھنا۔

اس سفر میں سرکار سید الشہداء علیہ السلام نے مکہ جانے کے لئے عمومی راستوں کا انتخاب کیا اور آپ کے اہل بیت نے آنحضرت سے کہا کہ اگر ہم بھی نامعلوم راستوں کا انتخاب کریں جنہیں ابن زبیر نے کیا تھا تو ہم اپنے مقصد تک بہتر انداز میں پہنچ سکتے ہیں۔

امام نے جواب دیا:

«لا، واللہ لا أفارقه يقضى الله ما هو قاض» [۲]

اللہ کی قسم! اس راہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ انتخاب نہیں کروں گا میں قضائے الٰہی کے سامنے سراپا تسلیم ہوں۔

امام حسین علیہ السلام ۳ شعبان المعظم جمعہ کے دن شہر مکہ میں داخل ہوئے اور اس آیہ کریمہ کی تلاوت کی:

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَى رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ [۳]

۱۔ سورہ قصص / ۲۱۔

۲۔ الارشاد: ۲ / ۳۵۔

۳۔ سورہ قصص / ۲۲۔

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے مدین کا رخ کیا تو کہا کہ عنقریب پروردگار مجھے سیدھے راستہ کی ہدایت کردے گا۔

یہ نکتہ خاص اہمیت کا حامل ہے کہ امام علیہ السلام عمرہ مفردہ کی نیت سے مکہ میں داخل ہوئے اور یہ مطلب معتبر سند سے ثابت شدہ ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے کسی شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اگر کوئی حج کے مہینے میں عمرہ بجالائے اور اس کے بعد اپنے وطن لوٹ آئے تو اس کا کیا حکم ہے تو امام علیہ السلام نے جواب دیا:

«لا بأس وان حجّ من عامه ذلك وأفرد الحجّ فليس عليه دم. وانّ الحسين بن على عليهما السلام خرج يوم التروية الى العراق وكان معتمراً»

کوئی حرج نہیں... چونکہ حسین بن علی علیہما السلام روز ترویہ (۸ ذی الحج) جبکہ انہوں نے عمرہ مفردہ کا احرام باندھا ہوا تھا مکہ سے عراق کی طرف چل دیئے۔ ایک اور روایت میں بھی آیا ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

«قد اعتمر الحسين عليه السلام فى ذى الحجّة ثمّ راح يوم التروية الى العراق والناس يروحون الى منى، ولا بأس بالعمرة فى ذى الحجّة لمن لا يريد الحجّ»[1]

امام حسین علیہ السلام نے ذی الحج میں عمرہ کا احرام باندھا پھر ترویہ کے دن عراق کی طرف چل دیئے جبکہ لوگ منیٰ کی طرف جا رہے تھے اور جو حج نہ بجالانا چاہے تو وہ ماہ ذی الحجہ میں عمرہ مفردہ کا احرام باندھ سکتا ہے۔

اس لئے سید الشہداء علیہ السلام عمرہ مفردہ کی حالت میں حرم میں داخل ہوئے اور یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے اور اگر امام علیہ السلام حج کی نیت سے مکہ میں داخل ہوتے تو پھر عمرہ مفردہ کا کوئی معنی نہیں تھا بہرحال امام علیہ السلام عمرہ مفردہ کی نیت سے داخل ہوئے چونکہ جانتے تھے کہ اعمال حج کو بجالانے سے پہلے مکہ کو چھوڑ دیں گے۔

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں مزید تحریر کرتے ہیں:

۱۔ وسائل الشیعہ، ۱۴/ ۳۱۱، باب ۷، ابواب عمرہ مفردہ حدیث ۲ اور ۳۔

«وأقبل أهلها يختلفون اليه، و من كان بها من المعتمرين وأهل الآفاق، وابن الزبير بها، قدلزم جانب الكعبه، وهوقائم يصلّى عندها ويطوف، ويأتي الحسين عليه السلام فيمن يأتيه، فيأتيه اليومين المتوالين ويأتيه بين كلّ يومين مرّةً وهو أثقل خلق الله على ابن الزبير، لأنّه قدعرف أنّ أهل الحجاز لايبايعونه مادام الحسين عليه السلام في البلد...»[1]

اہل مکہ امام حسین علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوگئے اور آپ کے یہاں آمد ورفت شروع ہوگئی اور یہاں تک جو لوگ حج کی نیت سے دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے تھے وہ بھی آپ کی خدمت اقدس میں شرف یاب ہوئے، ابن زبیر جو خانہ خدامیں پہلے سے ہی قیام پذیر تھا۔

طواف میں مشغول رہتا اورآنحضرت کی خدمت اقدس میں شرف یاب ہوتا تھااور کبھی ہر روز کبھی دودن کے بعد آپکی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تھاسید الشہداء علیہ السلام کا مکہ میں ٹھہرنا عبداللہ بن زبیر کے لئے بہت ناگوار تھا چونکہ جانتا تھاجب تک فرزندرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سرزمین میں موجود ہیں حجاز کے لوگ میری طرف توجہ نہیں دیں گے اور نہ ہی بیعت کریں گے اس لئے کہ وہ خود حکومت کا مدعی تھا۔

امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر کے درمیان چند ایک نکات پر تبادلہ خیال بھی ہوالیکن مؤرخین نے ابن زبیر کے مقصد کو بھی بیان کیاہے جس کی وجہ سے اس نے یزید کی مخالفت کی ہے، لکھتے ہیں کچھ نامور شخصیات نے خانہ خدا کے پاس کھڑے ہوکر یہ عہد کیاکہ باری باری حجر اسمٰعیل میں داخل ہوں اور خداوند سے عظیم ترین اور اہم ترین حاجت کو طلب کریں جب ابن زبیر کی باری آئی تو اس نے کہا؛ بارالہا! میری صرف ایک ہی حاجت اور آرزو ہے کہ خلافت تک پہنچ جاؤں۔[2]

چنانچہ یہ بات واضح ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر کے طریقہ کار میں تفاوت پایاجاتا ہے۔

۱۔ الارشاد: ۲/ ۳۶۔

۲۔ وفیات الاعیان: ۲/ ۲۳۵۔

امام حسین علیہ السلام اور مکہ کے گورنر کا آپ کے ساتھ سلوک

امام حسین علیہ السلام مکہ میں داخل ہوئے تو عمرو بن سعید بن عاص اشدق جو والی مکہ تھا وہ حکومت کی طرف سے دی گئی پالیسی کے مطابق سید الشہداء کی خدمت میں پہنچا اور پوچھا اے آقا! آپ مکہ میں کیوں تشریف لائے ہیں

امام علیہ السلام نے فرمایا:

«عائذاً باللہ وبھذا البیت»[1]

میں خانہ خدا میں پناہ لینے کے لئے آیا ہوں۔

تحقیق کی روشنی میں امام حسین علیہ السلام اور عمرو بن سعید کے درمیان اس سے زیادہ گفتگو نہیں ملتی آخر کار امام حسین علیہ السلام مکہ سے نکل پڑے اور اسی موقع پر بعض بنی ہاشم (عبداللہ بن جعفر) کی خدمت میں بھیجا۔ جس میں لکھا تھا کہ اگر آپ مکہ میں رہنا چاہتے ہیں تو ہماری طرف سے تمہیں کوئی تکلیف اور اذیت نہیں پہنچے گی، لیکن امام حسین علیہ السلام نے اس امان نامہ کی پرواہ نہ کی اور اپنے مقصد کی طرف چل دیئے۔

عمرو بن سعید نے کوفہ کے گورنر کو خط لکھا کہ حسین علیہ السلام کوفہ کی طرف آرہے ہیں اور اگر آپ نے ان کو قتل نہ کیا تو تیرا انجام اچھا نہ ہوگا۔

مندرجہ بالا نکات کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے:

۱۔ جس نے بھی بیعت نہیں کی اس کے ساتھ والی مدینہ خوش رفتاری سے پیش آتا ہے۔

۲۔ والی مکہ نے بھی اس قسم کا سلوک روا رکھا ہے۔

اب ہم سوال کرتے ہیں کہ ان مطالب کے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں

اسی موقع پر یزید کی جانب سے عبداللہ بن عباس کے نام ایک خط آتا ہے جس کا مضمون کچھ اس طرح ہے:

۱۔ تذکرۃ الخواص: ۲۳۷۔

«امّابعد فانّ ابن عمّك حسيناً وعدوّ الله ابن الزبير التويا ببيعتي ولحقا بمكّة مرصدين للفتنة، معرّضين أنفسهما للهلكة. فَأمّا ابن الزبير فانّه صريع الفناء وقتيل السيف غداً. وأمّا الحسين، فقد أحببت الأعذار اليكم أهل البيت ممّا كان منه...

وأنت زعيم أهل بيتك وسيد أهل بلادك، فألقه فاردده عن السعي في الفرقه وردّ هذه الامة، عن الفتنة فان قبل منك وأناب اليك، فله عندي الأمان والكرامة الواسعة...»

آپکے چچازاد بھائی حسین اور اسی طرح عبداللہ بن زبیر جو دشمن خدا ہے دونوں نے میری بیعت کی خلاف ورزی کی ہے یہ مکہ میں آئے ہیں تاکہ وہاں فتنہ برپا کریں اور انہوں نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے اور ہم ابن زبیر کو جلد ہی قتل کردیں گے۔

لیکن حسین علیہ السلام نے قطع رحمی کا مظاہرہ کیا ہے۔آپ خاندان بنی ہاشم کے بزرگ ہیں۔ لہٰذا حسین سے ملاقات کرکے اور انہیں اس فتنہ سے باز رکھیں اگر انھوں نے قبول کرلیا تو جس حال میں بھی آپ نے امان دے دی میں آپ کا امان نامہ قبول کرلوں گا۔

ابن عباس نے جواب میں لکھا:

«فامّا ابن زبير، فرجل منقطع عنّا برأيه...وأمّا الحسين فانّه لمّا نزل مكّة وترك حرم جدّه ومنازل آبائه، سألته عن مقدمه، فأخبرني أن عمّالك بالمدينة أساؤوا اليه، وعجّلوا عليه بالكلام الفاحش، فأقبل الى حرم الله مستجيراً به...»

ابن زبیر جیسے شخص سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے... لیکن حسین علیہ السلام اپنے آباء واجداد کا شہر چھوڑ کر نکل پڑے ہیں اور جب میں نے ان کے جانے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ یزید کے گورنروں

نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا لہٰذا ان کے حق میں جسارت کی گئی اور انکی عزت واحترام کا خیال نہ رکھا گیا اور وہ خانہ خدا میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔

ابن عباس آگے چل کر لکھتے ہیں۔

«فاتّق اللہ فی السرّ والعلانیة... ولا تحفر له مھواۃ، فکم من حافر لغیرہ حفر أوقع فیه»

ظاہری اور باطنی صورتوں میں تقویٰ الٰہی اختیار کرو۔ کسی دوسرے کے لئے کنواں نہ کھودو! بہت سارے ایسے ہیں جو دوسروں کے لئے گڑھا کھودتے ہیں، لیکن بعض اوقات خود ہی اس میں گر جاتے ہیں...

اس خط میں ابن عباس نے یزید کو اور بھی نصیحتیں کی ہیں۔[1]

والی مکہ عمرو بن سعید اشدق کی شخصیت پر ایک نگاہ

تاریخ نگار عمرو بن سعید کے بارے میں کہتے ہیں:

«کان جبّاراً من جبابرۃ بنی امیة...»[2]

وہ بنوامیہ کے جابروں میں سے ایک جابر حکمران ہے اور اس کے حسب ونسب پر لعنت کی گئی ہے۔

ابن کثیر، احمد بن حنبل سے نقل کرتے ہیں کہ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«لَیرُعَفَنَّ علی منبری جبّار من جبابرۃ بنی امیة حتّی یسیل رعافه»

میرے منبر پر ظالم اور جابر حکمران مسلط ہو جائیں گے اور اس کی ناک کی خون ریزی منبر تک پہنچ جائے گی۔

ابن کثیر مزید لکھتا ہے:

۱۔ تذکرۃ الخواص:، ۲۳۷- ۲۳۹۔

۲۔ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۳۴۲۔

ایک شخص نے عمروبن سعید بن عاص کو دیکھا اور اسی شخص نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کی ناک سے خون جاری ہوا تھا۔ (۱)

اہل سنت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا مصداق عمروبن سعید کو سمجھتے ہیں۔

لیکن آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اسی عمروبن سعید اشدق نے ابن زبیر کے بارے میں کیا موقف اختیار کیا ہے۔ خدا کی قسم: اگر وہ کعبہ کے اندر بھی کیوں نہ داخل ہوجائے پھر بھی گرفتار کریں گے کعبہ کو آگ لگا کر اس پر ڈھادیں گے جسے ناراض ہونا ہے ہوتا رہے، ہمیں کسی کی ناراضگی کی پروانہیں۔ (۲)

عمروبن سعید وہ شخص ہے جو اہل شام کے ہاں اس قدر محبوب تھا کہ جس کو بعد میں اہل شام نے خلیفہ کہا اور اس کی بیعت کی۔ چونکہ عبدالملک بن مروان اپنے لئے حکومت چاہتا تھا اس نے ایک چال چلی پہلے عمروبن سعید کو امان دی اور بعد میں اس کو قتل کردیا مؤرخین لکھتے ہیں کہ اسے مروان نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا تھا۔ (۳)

بہر حال اس کی اہل شام کے ہاں اس قدر مقبولیت تھی کہ انہوں نے اس کی بیعت کی آخر کار عبدالملک اس پر غالب آگیا اور اسے قتل کردیا۔

جی ہاں! یہ تمام حسن سلوک اور خوش رفتاری چاہے وہ مدینہ کے گورنر یا مکہ کے حاکم کی طرف سے ہو ایک طے شدہ پروگرام کے تحت تھی جو پہلے سے تیار کیا گیا تھا۔

۱۔ ایضاً؛ مسند احمد: ۲/ ۵۲۲۔

۲۔ تاریخ الاسلام: ۴/ ۱۷۰۔

۳۔ سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۴۴۹؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۴۶/ ۲۹۔

اہل کوفہ کے خطوط اور مسلم کا ان کی طرف بھیجا جانا

اہل کوفہ، امام حسین علیہ السلام کو مسلسل خطوط لکھتے رہے یہاں تک کچھ لوگ آپ کو دعوت دینے کے لئے مکہ آئے اور آپ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو حضرت مسلم بن عقیل کو اپنے پاس بلایا اور اپنا نمائندہ بناکر کوفہ بھیجا اور امام علیہ السلام نے انہیں تقویٰ اور اپنے ہدف اور مقصد کو مخفی رکھنے کی وصیت کی۔[1]

کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر

نعمان بن بشیر کوفہ کا حاکم تھا۔ جب اسے علم ہوا کہ حضرت مسلم کوفہ میں داخل ہوئے ہیں اور مختار ثقفیکے یہاں قیام پذیر ہیں تو منبر پر گیا اور کہا کہ تفرقہ ڈالنے سے اجتناب کریں چونکہ فتنہ وفساد کی وجہ سے بزرگ شخصیتوں کو قتل اور ان کے اموال کو غصب کیا جاتا ہے...

اس گفتگو میں غور فکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکام کا یہ رویہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تھا اور اس کا سرچشمہ شام کی مرکزی حکومت تھی۔ نعمان اپنے خطبہ میں مزید کہتا ہے جو میرے خلاف برسرپیکار نہ ہو گا میرا بھی اس کے ساتھ کوئی سروکار نہیں اور جو مجھ سے جنگ کریں گے میں بھی ان کے ساتھ جنگ کروں گا اور میں کسی کو بلاوجہ گرفتار نہیں کروں گا۔

«ولا آخذ بالقرف ولا الظنّة ولا التهمة»

میں بے ہودہ گمان اور تہمتوں کی وجہ سے فیصلے نہیں کروں گا۔

یہ نعمان کی تقریر کا خلاصہ ہے جیسا کہ بیان کریں گے کہ یزید نے ابن زیاد کو یہ حکم دیا اور تاکید کی کہ شک وشبہ کی بنیاد پر بھی لوگوں کو گرفتار کرے ”خذ بالتهمة والظنة“ مشکوک اور متہم افراد کو بھی گرفتار کرلو۔

نعمان آگے چل کر کہتا ہے:

۱۔ الارشاد: ۲/ ۳۹۔

اگر تم میرے مقابلے میں آگئے اور بیعت کو توڑ کر قیام کیا تو میں اپنی تلوار کے ذریعہ تم پر ایسی کاری ضرب لگاؤں گا... حتی کہ میرا کوئی حامی و مددگار بھی نہ ہو۔(۱)

اب نعمان کی تقریر پر غور و فکر کیجئے تو اس کی گفتگو کو موجودہ دور کی اصطلاح میں آزادی اور حریت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے ان مسائل میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نعمان کے اس رد عمل کی وجہ سے حضرت مسلم علیہ السلام کے اصحاب اور چاہنے والے امن و سلامتی کا احساس کرنے لگے جس کے نتیجہ میں جناب مسلم علیہ السلام کا مقصد اور ہدف جس کے لئے ان کو بھیجا گیا تھا واضح ہو گیا۔

بہرحال حضرت مسلم علیہ السلام کا ہدف و مقصد واضح ہو جانے کے بعد کوفہ میں موجود حکومت کے جاسوسوں نے یزید کو خطوط لکھے کہ ان میں ایک عبداللہ بن مسلم بن ربیعہ خضرمی بھی تھا جس نے بنو امیہ کی وفاداری کی قسم کھائی ہوئی تھی اس نے یزید کو لکھا:

«اما بعد! فانّ مسلم بن عقیل قد قدم الکوفه، فبایعته الشیعة للحسین بن علی، فان کان لك بالکوفه حاجة،فابعث الیها رجلاً قویاً، ینفّذ أمرك ویعمل مثل عملك فی عدوّك، فان النّعمان بن بشیر رجل ضعیف أو هو یتضعّف»(۲)

مسلم بن عقیل کوفہ میں داخل ہو چکے ہیں اور حسین بن علی علیہما السلام کے پیروکاروں نے ان کی بیعت کرلی ہے اگر تم کوفہ کو ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتے ہو تو ایسے شخص کو یہاں کا گورنر بناؤ جو تمہارے احکام کو لاگو کرنے کی صلاحیت اور لیاقت

۱۔ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۲۲؛ الفتوح: ۵/ ۳۵؛ تاریخ طبری: ۴/ ۲۶۴، تھوڑے سے فرق کے ساتھ نعمان بن بشیر کے خطبہ کا متن کچھ اس طرح ہے: «فلاتسارعوا الی الفتنة والفرقه، فانّ فیها یهلک الرجال وتسفک الدماء وتغصب الأموال، انّی لااقاتل من لایقاتلنی، ولاآتی علی من لم یأت علی، ولا أنبّه نائمکم، ولا أتحرش بکم، ولاآخذ بالقرف ولاالظّنة ولاالتّهمة، ولکنّکم ان أبدیتم صفحتکم لی... لأضربنکم بسیفی...»

۲۔ تاریخ طبری: ۴/ ۲۶۵۔

رکھتا ہو اور اس کا رویہ دشمن کے ساتھ تمہاری طرح کا ہو۔ موجودہ گورنر نعمان بشیر یا تو واقعاً کمزور شخص ہے اور یا پھر اس نے ناتوانی کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔

عمارہ بن عقبہ اور عمرو بن سعد ابی وقاص نے بھی اسی قسم کے خطوط یزید کو ارسال کیے۔ ان حالات میں حضرت مسلم کے اصحاب اور پیروکاروں نے امن و سلامتی کا احساس کیا دوسرے الفاظ میں اپنے مقصد میں سادہ لوحی سے کام لیتے ہوئے مال اور اسلحہ جمع کرنا شروع کر دیا اور یہ کام مسلم بن عوسجہ کے زیر سرپرستی انجام دیا گیا اور انہی حالات میں حضرت مسلم کا کوفہ میں آنے کا مقصد آشکار ہو گیا۔

امام حسین علیہ السلام نے مسلم بن عقیل کو جن امور کو پنہاں اور مخفی رکھنے کا حکم دیا یہ اس کے برخلاف وقوع پذیر ہوا البتہ یہ بات مخفی نہ رہے کہ حضرت مسلم نے سید الشہداء علیہ السلام کے حکم کی نافرنی نہیں کی۔ بلکہ دشمنوں کی طرف سے سازش اور حضرت مسلم کے بعض اصحاب کی غلطیوں کی وجہ سے راز عیاں ہو گیا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا نعمان بن بشیر کی تقرری اور اس کا حسن سلوک اپنی طرف سے تھا نہیں بلکہ نعمان کو یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ نرمی کا مظاہرہ کرے چنانچہ جب نعمان کو معزول کر کے ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنایا جاتا ہے تو نعمان بڑے آرام و سکون کے ساتھ واپس شام چلا گیا مزے کی بات یہ ہے کہ ابن زیاد کا نام کوفہ اور بصرہ کی سرپرستی معاویہ نے خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر سرجون کے حوالے کی تھی اور معاویہ کے مرنے کے چندماہ بعد وہ راز فاش ہوا۔ جی ہاں! معاویہ نے اپنے ہاتھ سے یہ دستاویز لکھی تھی۔

خلاصہ اور نتیجہ

اب تک کی تحقیق کا نتیجہ اور خلاصہ درج ذیل ہے:

اوّل: امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا سبب معاویہ بلکہ اس سے پہلے والے خلفاء کی طرف لوٹ کر جائے گا چونکہ وہی خلفاء یزید کے حاکم بننے کا سبب ہیں۔

دوم: تحقیق کی روشنی میں سید الشہداء علیہ السلام کی عراق میں شہادت کا منصوبہ خود معاویہ نے تیار کیا تھا اور یزید نے اس کو عملی جامہ پہنایا تھا۔

مجموعی مسائل سے یہ نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں:

۱۔ فریقین کی روایات کی روشنی میں معاویہ نے یہ وصیت کی کہ "ارعد و ابرق لہ۔۔"حسین علیہ السلام کو ڈرائے دھمکائے رکھنا لیکن ہر گز تکلیف نہ پہنچانا اور جہاں بھی جانا چاہے جانے دینا۔

۲۔ جنہوں نے ان کے باپ کو قتل کیا اور بھائی کے ساتھ خیانت کی اور تنہا چھوڑ دیا وہی حسین کو عراق آنے کی دعوت دیں گے۔

۳۔ ان لوگوں کے خطوط جو انہوں نے امام علیہ السلام کوفہ میں نئی حکومت کی بنیاد رکھنے کے لئے لکھے تھے وہ معاویہ کے زمانے میں مدینہ میں پہنچے اور حکومت نے خط لکھنے والوں کے ساتھ کہیں بھی دشمنی کا اظہار نہیں کیا۔

۴۔ مدینہ کی گورنری سے مروان کا معزول ہونا چونکہ وہ ہمیشہ امام علیہ السلام کو قتل کرنے کے در پے تھا۔

۵۔ مدینہ اور مکہ کے حاکم کا امام علیہ السلام کے ساتھ سلوک۔

اس کے باوجود کہ ان گورنروں کا تعلق بھی شجرہ خبیثہ بنوامیہ سے تھا لیکن یہ سید الشہداء علیہ السلام کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے۔

جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مروان نے ولید سے اصرار کیا کہ اسی وقت حسین علیہ السلام کا کام تمام کر دے لیکن ولید نے امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ آپ تشریف لے جائیں۔ "فی امان اللہ" اور جب اس کو اطلاع ملی کہ حسین نے مدینہ سے ہجرت کر دی ہے تو کہا: الحمد اللہ۔

کسی مورخ کی کتاب میں یہ بات نہیں پائی جاتی کہ گورنر مدینہ نے امام علیہ السلام پر سختی کی ہو۔ یہ حکام امام حسین علیہ السلام کے ساتھ سختی سے پیش کیوں نہیں آئے

کیا ان حکومتی اہل کاروں کا اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ اچھا برتائو اس لیے تھا کہ وہ ان کے محب تھے جن افراد کے ذہن میں اس قسم کی بات خطور کرے اور ایسا گمان کریں تو وہ انتہائی غلط فہمی کا شکار میں مکہ و مدینہ کے گورنروں کے برتائو کو حسن سلوک سمجھنا انتہائی غلط سوچ ہے اور انہیں اہل بیت علیہم السلام کا محب کہہ دینا بہت بڑا اشتباہ ہے۔

۶۔ سید الشہداء علیہ السلام کے ارشادات اور مکہ میں آنحضرت کی ابن عباس کے ساتھ گفتگو...

۷۔ یزید کے خط کے جواب میں ابن عباس کا جواب...

۸۔ جس وقت امام حسین علیہ السلام نے جناب مسلم کو کوفہ میں بھیجا تو ارشاد فرمایا! خدا تجھے اور مجھے شہداء میں قرار دے۔

۹۔ تخت خلافت پر متمکّن ہوتے ہی یزید کی پہلی تقریر جس سے اس نے عراق میں لڑی جانے والی جنگ کے بارے میں کہا کہ ہمیں عبید اللہ بن زیاد کے ذریعہ کامیابی ملے گی۔

جی ہاں! خود امام حسین علیہ السلام جانتے تھے کہ میں عراق میں شہید ہوجاؤں گا اور یزید لعنت اللہ علیہ بھی جانتا تھا...

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابن عباس جیسے اصحاب اور ام سلمٰی جیسی ازواج اور دوسرے عام لوگ بھی امام حسین علیہ السلام کی عراق میں شہادت کی خبر سے آگاہ تھے یہاں تک کہ جو خواتین گھروں میں تھیں وہ بھی اس واقعہ سے باخبر تھیں چونکہ امام علیہ السلام کی عراق میں شہادت زبان زد عام و خاص واضح تھی۔

اگر کوئی یہ کہے سید الشہداء علیہ السلام اس واقعہ سے آگاہی نہیں رکھتے تھے وہ نادان ہے یا پھر اس کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔

سوم: اگر امام حسین علیہ السلام یزید کی بیعت کر لیتے تو انہیں ہرگز کسی قسم کی تکلیف نہ دی جاتی اس مطلب کو یزید نے ابن عباس کو لکھے گئے خط میں تحریر کیا ہے...

> حسین کو ان کے ارادے سے روکو... جبکہ ابن زبیر کے بارے میں یہ ارادہ تھا کہ اس کو ہر صورت میں قتل کر دینا ہے۔

امام حسین علیہ السلام ہمیشہ دو نکات کی طرف اشارہ فرماتے رہے:

۱۔ کبھی بھی بیعت نہیں کروں گا۔

۲۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے قتل کر دیں گے اور میں نہیں چاہتا کہ میں قتل ہو جاؤں۔[1]

۱۔ رجوع کریں اسی کتاب میں: ص ۱۷۶ اور ۱۷۷۔

دوسرا حصہ

واقعہ کربلا

اور

یزید بن معاویہ

معاویہ اورابن زیاد کی گورنری کا حکم

کوفہ کی حالت دگرگوں ہوگئی کہ قریب تھا کوفہ ان کے ہاتھ سے نکل جاتا، ایسی صورت حال میں یزید نے سرجون نصرانی سے جو معاویہ کا ہم راز اور مشیر تھا مشورہ لیا کہ اب اس صورت حال سے کیسے نمٹا جائے۔ سرجون نے یزید سے کہا؛ اگر اس وقت تیرا باپ زندہ ہوجائے اور تجھے حکم دے تو کیا تو اطاعت کرے گا

یزید نے کہا کیوں نہیں!. سرجون نے فوراً عبیداللہ بن زیاد کی کوفہ کی گورنری کا حکم نکالا جس کی عبارت کچھ یوں تھی کہ عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ کی گورنری کے ساتھ ساتھ کوفہ کی گورنری بھی سپرد کی جائے۔ معاویہ نے اس حکم کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر سرجون کے حوالے کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ وقت کی نزاکت کو دیکھ کر اس کے حوالے کر دینا۔[1]

جو چیز زیادہ اہم نظر آتی ہے وہ اس تاریخ کے بعد کے مراحل ہیں اس مرحلہ کے بعد سید الشہد علیہ السلام کے قتل کا حکم بڑے واضح انداز سے جاری کیا گیا۔ (اس سے پہلے وصیت اور نصیحت تھی کہ حسین کے ساتھ سلوک اور رویہ کیسا ہونا چاہیے)

یزید نے عبیداللہ بن زیاد کے نام کوفہ کی گورنری پر مشتمل معاویہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط بھیجا یہاں سے یزید کا کردار سامنے آتا ہے۔ یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو اپنے پہلے خط میں ہی سید الشہد علیہ السلام کے قتل کا باقاعدہ حکم جاری کیا یزید نے مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو امام حسین علیہ السلام کے بارے میں جو خط لکھا ہے اس کو مؤرخین نے تین انداز میں ذکر کیا ہے۔

مشہور و معروف مؤرّخ یعقوبی متوفی ۲۹۲ ھ اور دوسرے مؤرخین کچھ اس طرح رقمطراز ہیں یزید نے حکم دیا اگر حسین بن علی علیہ السلام بیعت نہ کریں تو انہیں قتل کر دینا خط کا مضمون کچھ اس طرح ہے:

ا۔ ہم اس حکم کے جلد ہی مآخذ ذکر کریں گے۔

«اذا اتاك كتابي هذا، فأحضر الحسين بن علي وعبدالله بن الزبير فخذهما بالبيعة لي،فان امتنعافاضرب أعناقهما وابعث الي برؤوسهما»[1]

جب میرا خط تیرے پاس پہنچے تو حسین بن علی علیہ السلام اور عبد اللہ بن زبیر سے میری بیعت کا مطالبہ کرو اور اگر انکار کریں تو انہیں قتل کر کے سر میرے پاس بھیج دینا۔

ابن اعثم کوفی اپنی کتاب الفتوح میں لکھتے ہیں: یزید نے ولید بن عتبہ کو اس طرح کا خط لکھا:

«وقد كان عهد الي عهداً وجعلني له خليفةً من بعده وأوصاني أن آخذ آل أبي تراب بآل أبي سفيان...»[2]

میرے باپ نے مجھے اپنا ولی عہد مقرر کیا ہے اور مجھے وصیت کی ہے کہ اولاد علی سے آل ابو سفیان کا انتقام لوں۔

واضح رہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے صدر اسلام میں لڑی جانے والی جنگوں بدر وغیرہ میں آل ابوسفیان کے نامی گرامی اشخاص کو واصل جہنم کیا تھا، لہٰذا اب یہی موقع ہے کہ یزید انتقام چکائے۔

ابن اعثم مزید لکھتے ہیں کہ یزید نے اس خط کے ہمراہ ایک نوشتہ بھی ارسال کیا جس کی عبارت کچھ یوں تھی:

«اما بعد فخذ الحسين بن علي وعبدالرحمان بن أبي بكر وعبدالله بن الزبير وعبدالله بن عمر بن الخطاب أخذاً عنيفاً ليست فيه رخصة، فمن أبي عليك منهم فاضرب عنقه وابعث الي برأسه»[3]

۱۔ تاریخ یعقوبی، ۲/۲۴۱۔

۲۔ الفتوح: ۵/۱۰۔

۳۔ الفتوح: ۵/۱۰۔

حسین بن علی، عبد الرحمان بن ابی بکر، عبد اللہ بن زبیر، اور عبد اللہ بن عمر کو فوراً دربار میں طلب کرو اور انہوں کسی قسم کا موقع فراہم نہ کرنا اگر یہ تیرے سامنے میری بیعت کرنے سے ذرا بھر کوتاہی کریں یا لیت ولعل سے کام لیں تو انہیں قتل کر دینا اور ان کے سر میرے پاس بھیج دینا۔

ابن اعثم کی اس عبارت میں یہ عیب ہے کہ جس وقت یزید کا خط ولید کے ہاں پہنچا تو عبد الرحمان بن ابی بکر انتقال کر چکے تھے اور دوسرا یہ کہ عبد اللہ بن عمر نے اس تاریخ سے پہلے ہی یزید کی بیعت کر لی تھی۔

فتح الباری فی شرح صحیح بخاری کی عبارت عرض کر چکا ہوں کہ عبد اللہ بن عمر نے ایک لاکھ درہم لے کر یزید کی بیعت کر لی تھی۔ اس قسم کے شبہات تاریخ میں موجود ہیں لہٰذا ایک محقق کو چاہیے کہ مختلف تاریخی عبارتوں میں انتہائی غور فکر کر کے ان شبہات کی تحقیق وجستجو کرے۔

ابن جریر طبری اسی واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جب یزید بر سر اقتدار آیا تو اس کو صرف انہیں افراد کی طرف سے مشکل اور پریشانی لاحق تھی۔ جنہوں نے اس کے باپ معاویہ کے دور میں یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

وہ آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

«وكتب في صحيفة كأنّها أذن فارة: «أمّا بعد، فخذ حسيناً وعبد الله بن عمر وعبد الله بن الزبير بالبيعة أخذاً شديداً ليست فيه رخصة حتّى يبايعوا. والسلام»»[1]

یزید نے جو خط ولید کو لکھا اس کے ہمراہ ایک انتہائی چھوٹا سا نامہ بھی بھیجا کہ جس میں لکھا تھا: حسین، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر سے فوراً بیعت لے لو اور جب تک بیعت نہ کر لیں انہیں کسی قسم کی فرصت نہ دینا۔

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے تاریخ طبری میں ان افراد کے سر کاٹنے اور یزید کے ہاں بھیجے کا تذکر نہیں ملتا۔

خوارزمی بھی مقتل الحسین علیہ السلام میں اس موضوع کے بارے میں کچھ یوں لکھتے ہیں:

۱۔ تاریخ طبری: ۴/ ۲۵۰؛ مقتل الحسین علیہ السلام (ابو مخنف): ۳۔

یزید نے ولید بن عتبہ کو جو خط لکھا اس کا مضمون کچھ اس طرح تھا کہ مجھے باپ (معاویہ) نے وصیت کی تھی کہ ال ابو تراب سے پرہیز کرنا... اے ولید جیسا کہ تو جانتا ہے کہ خداوند عالم عثمان بن عفان کے خون کا بدلہ آل ابوسفیان کے ذریعے اولاد علی سے لے گا...[۱]

ابن اعثم کوفی نے جو عبارت نقل کی تھی اس میں صرف آل ابوسفیان کا انتقام امیرالمومنین علیہ السلام کے خاندان سے لیے جانے کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔(لیکن مقتل خوارزمی میں عثمان کی مظلومیت اور اس کے انتقام کا بھی اشارہ موجود ہے۔

ان عبارتوں سے اس انداز کا فرق کیوں پایا جاتا ہے چونکہ وہ مجبور ہیں کہ قتل عثمان کو بھی ایک ہتھکنڈے کے طور پر استعمال کریں اور معاویہ نے یہی حربہ بروئے کار لا کر اسلامی حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تھی تاریخ میں ایک ایسا واقعہ ملتا ہے جو مذکورہ مطلب کی تائید کرتا ہے۔ وہ یہ کہ امیرالمومنینعلیہ السلام کی شہادت اور امام حسن علیہ السلام کی صلح کے بعد جب معاویہ مدینہ آیا تو اسے اطلاع دی گئی کہ عثمان کی بیٹی گریہ زاری کرتی رہتی ہے، معاویہ، عثمان کے گھر آیا اور عثمان کی بیٹی سے ملاقات کی اور اس سے رونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ مجھے اپنے باپ کی یاد آرہی ہے چونکہ اس وقت حکومت کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں ہے تو میں آپ سے تقاضا کرتی ہوں کہ میرے باپ کے خون کا بدلہ لیا جائے۔ علمائے اہل سنت نے بڑے واشگاف الفاظ میں لکھا ہے کہ معاویہ نے عثمان کی بیٹی سے کہا یہ تو کیا کہہ رہی ہے میں حکومت چاہتا تھا اور تجھے مادی حوالے سے آسودہ حال کیا ہے لہٰذا اس کے بعد باپ کے انتقام کے بارے میں گفتگو نہ کرنا۔[۲]

چنانچہ قتل عثمان کا بدلہ صرف ایک بہانہ تھا اور عثمان کے قتل کے بعد معاویہ کی خواہش صرف حکومت حاصل کرنا تھی۔

خوارزمی آگے چل کر لکھتے ہیں اس خط کے ساتھ ایک چھوٹا سا نوشتہ بھی ولید کے ہاں بھیج دیا کہ جس میں لکھا ہوا تھا:

۱۔ مقتل الحسین علیہ السلام: ۱/ ۱۸۰۔

۲۔ رجوع کریں، تاریخ مدینہ دمشق: ۵۹/ ۱۵۵؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۱۴۱۔

«امّابعد، فخذ الحسین وعبدالله بن عمر وعبدالرحمان بن أبی بکر وعبدالله بن الزبیر بالبیعة أخذاً عنیفاً لیست فیه رخصة، فمن أبی علیك منهم فاضرب عنقه وابعث الی برأسه، والسلام»[1]

حسین، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمان بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر سے سختی سے میرے لئے بیعت لے لو اور انہیں موقع نہ دینا اور اگر بیعت کرنے سے انکار کریں تو انہیں قتل کر دینا اور ان کے سر میرے پاس بھیج دینا۔

اس عبارت میں بھی کسی قدر ابہام اور اشتباہ پایا جاتا ہے لیکن متن عبارت میں قتل کا حکم موجود ہے ابن سعد بھی اپنی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں اس موضوع کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

«لمّا حضر معاویة دعا یزید فأوصاه بما أوصاه به وقال: أنظر حسین بن علی ابن فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه و آله، فانّه أحبّ الناس الی الناس، فصل رحمه وارفق به، یصلح لك أمره، فان یك منه شئ فانّی أرجو أن یکفیکه الله بمن قتل أباه وخذل أخاه...»

جب معاویہ کی موت کا وقت نزدیک آیا تو یزید کو اپنے پاس بلایا اور اسے وصیت کی اور کہا دیکھو! حسین بن علی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی بیٹی کا لخت جگر ہے اور لوگوں کے درمیان محبوب ترین شخص ہے ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اور نرمی سے پیش آنا اور ان سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے اور مجھے امید ہے کہ جن لوگوں نے ان کے باپ کو قتل کیا اور ان کے بھائی کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ خدا انہی لوگوں کے ذریعہ تجھے حسین کی فکر سے بھی نجات دے گا۔

۱۔ مقتل الحسین علیہ السلام: ۱/ ۱۸۰؛ تاریخ طبری: ۴/ ۲۵۰؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۱۵۷؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۱۴؛ تاریخ ابن خلدون: ۳/ ۱۹ اور دوسرے مآخذ۔

پھر آگے لکھتے ہیں معاویہ رجب کے وسط ۶۰ ہجری میں فوت ہوا اور لوگوں نے یزید کی بیعت کی اور یزید نے والی مدینہ ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو خط لکھا:

«ادع الناس فبایعهم، وابدأ بوجوه قریش، ولیکن أوّل من تبدأ به الحسین بن علی، فانّ أمیرالمؤمنین (معاویة) عهد الیٰ فی أمره بالرفق به واستصلاحه»[1]

لوگوں کو میری بیعت کے لئے دعوت دیں اور یہ کام قریش کے سرداروں سے شروع کریں لیکن سب سے پہلے حسین بن علی سے بیعت لیں چونکہ میرے باپ امیرالمومنین (معاویہ) نے وصیت کی ہے کہ حسین کے ساتھ نرمی سے پیش آنا۔

بلاذری دوسرے مؤرخین کے برخلاف خط میں اس قسم کی خصوصیات کا تذکرہ نہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

«کتب یزید الی عامله الولید بن عتبه بن ابی سفیان فی أخذ البیعة علی الحسین وعبدالله بن عمرو عبدالله بن الزبیر. فدافع الحسین بالبیعة، ثمّ شخص الی مکّة»[2]

یزید نے اپنے گورنر ولید کو خط لکھا کہ حسین، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر سے بیعت لے لو لیکن حسین نے بیعت کرنے سے انکار کیا اور مکہ کی طرف چل پڑے۔

ابن عساکر اپنی کتاب تاریخ مدینہ دمشق میں ابن سعد کی عبارت سے ملتی جلتی عبارت نقل کرتا ہے اور لکھتا ہے:

۱۔ الطبقات الکبری حالات زندگی امام حسین علیہ السلام؛۵۵۔

۲۔ انساب لاشراف حالات زندگی امام حسین علیہ السلام: ۳/۱۵۵۔

«فکتب یزید مع عبد الله بن عمرو ...أن ادع الناس فبایعهم، وابدأ بوجوه قریش، ولیکن أوّل من تبدء الحسین بن علی، فانّ أمیرالمؤمنین(معاویة)عهد الیٰ فی أمره بالرفق به واستصلاحه»[1]

مشہور و معروف مؤرخین حافظ ابوالحجاج مزید لکھتے ہیں کہ یزید نے ولید کو یوں خط لکھا:

«فان امیرالمومنین(معاویة)عهد الیٰ فی أمره الرفق به واستصلاحه»[2]

مجھے باپ نے وصیت کی تھی کہ حسین سے حسن سلوک اور نرمی سے پیش آنا۔

شمس الدین ذہبی اسی مطلب کو مزید خصوصیات سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یزید نے ولید کو خط لکھا:

«أن ادع الناس وبایعهم وابداء بالوجوه وارفق بالحسین...»

بڑی بڑی شخصیتوں سے میرے لئے بیعت لو اور حسین سے نرمی سے پیش آنا۔

ولید نے رات کو امام حسین علیہ السلام اور ابن زبیر کو اپنے ہاں بلایا دونوں نے کہا:

«نصبح وننظر فیما یعمل الناس...»

صبح تک ہمیں مہلت دیں تاکہ ہم اس بارے میں غور وفکر کریں پھر دونوں مدینہ سے نکل گئے۔

ذہبی کہتے ہیں:

«وقد کان الولید أغلظ للحسین، فشتمه حسین وأخذ بعمامته فنزعها. فقال الولید: ان هجنا بهذا الاّ أسداً...»

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴/ ۲۰۶-۲۰۷۔

۲۔ تہذیب الکمال: ۶/ ۴۱۴؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴/ ۲۰۶؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۱۷۵۔

ولید نے انتہائی سخت لہجہ میں حسین سے گفتگو کی اور امام نے اس پر طعن و تشنیع کیا اور اس کے سر سے عمامہ کھینچا ولید نے کہا ہم نے لاعلمی کی بنا پر ایک بپھرے ہوئے شیر کو ابھارا ہے، پھر مروان نے ولید سے کہا کہ حسین کو قتل کردو ولید نے جواب دیا:

«انّ ذاك لدم مصون.»[1]

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس خون کی حفاظت کروں۔

ذہبی کی عبارت میں غور فکر کرنے سے یہ بات آشکار ہوجاتی ہے کہ ولید نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ نرم سلوک کیا ہے۔ دوسری طرف مروان کی سوچ کھل کر سامنے آگئی ہے اگر مروان اس زمانے مدینہ کا گورنر ہوتا تو امام کو قتل کردیتا تو پھر یزید کی حکومت کو بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا اسی وجہ سے ہم مدینہ کی گورنری سے مروان کی معزول کے راز کو بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

علمائے اہل سنت ان حقائق کا برملا اظہار نہیں کرتے اور اپنی تاریخ میں ایسے واقعات کا تذکرہ نہیں کرتے ہیں، لہٰذا ایسے امور کو تاریخ کے سمندر سے خود نکالنے کی ضرورت ہے۔

جی ہاں! مروان کو مدینہ کی گورنری سے معزول ہی ہونا چاہیے تھا اور اگر اپنے عہدے پر باقی رہتا تو اپنے منصوبے پر عمل پیرا ہوتا اور جو اسے دستور دیا جاتا اس پر عمل نہ کرتا اور جو پروگرام تشکیل دیا گیا تھا وہ آگے نہ بڑھتا۔

ایک اور مورخ ابوالفداء اپنی کتاب "المختصر فی اخبار البشر" جو تاریخی منابع میں شمار ہوتی ہے میں اسی واقعہ کو ایک اور انداز سے نقل کرتے ہیں۔ وہ خط میں قتل یا دھمکی اور حسن سلوک سے پیش آنے کا ذکر نہیں کرتے بلکہ لکھتے ہیں:

«ارسل الی عامله بالمدينة بالزام الحسين وعبد الله بن الزبير وابن عمر بالبيعة»[2]

یزید نے اپنے گورنر کو خط لکھا کہ حسین، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر سے بیعت لے لو۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۲۹۵۔

۲۔ المختصر فی اخبار البشر: ۱/ ۱۳۱؛ تاریخ ابن الوردی: ۱/ ۱۶۲۔

مؤرخین کے اس گروہ نے اس تاریخی واقعہ کو تین انداز سے نقل کیا ہے اور جن مؤرخین کی عبارت میں امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم پایا جاتا ہے وہ مختلف انداز سے نقل ہوئی ہے۔

جو چیز مسلّم ہے وہ یہ ہے کہ ابن سعد کے بعد آنے والے اہل سنت کے مؤرخین نے اس بات کو ذکر نہیں کیا ہے کہ یزید نے خط میں امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے

چونکہ اس وقت تک قتل کا حکم جاری نہیں کیا گیا تھا چنانچہ اس سلسلہ میں جو تحقیقات کی گئی ہیں ان کی رو سے امام علیہ السلام کے قتل کرنے کا حکم یزید کی طرف سے ابن زیاد کو لکھے گئے خط سے ہوا اس سے پہلے ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اس لئے کہ بنوامیہ کی پالیسی سید الشہداء علیہ السلام کے ساتھ (حجاز و عراق میں) متفاوت تھی۔

چنانچہ اپنی سیاست کے مطابق حتی المقدور ان کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح سید الشہد کو سرزمین حجاز سے باہر نکال دیں، چنانچہ مدینہ و مکہ کے گورنروں نے اسی حکمت عملی کی بنیاد امام حسین علیہ السلام کے ساتھ حسن سلوک روا رکھا اور جب امام علیہ السلام حجاز سے باہر نکل آئے تو حکمت عملی بدل گئی۔

ان حقائق کی تائید میں پہلی دلیل وہ خط ہے جو یزید نے ابن زیاد کے نام لکھا۔ یزید اس خط میں ابن زیاد کو لکھتا ہے:

«قد بلغنی أن أهل الکوفة قد کتبوا الی الحسین فی القدوم علیهم و أنّه قد خرج من مکّة متوجّهاً نحوهم وقد بلی به بلدك من بین البلدان و أیامك من بین الأیام، فان قتلته و الاّ رجعت الی نسبك و الی أبیك عبید، فاحذر أن یفوتك»[1]

مجھے خبر ملی ہے کہ اہل کوفہ نے حسین کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دی ہے اور وہ ان کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے کوفہ کی جانب چل پڑے ہیں اور اب کوفہ کی گورنری تیرے لئے امتحان ہے اگر تو نے حسین کو قتل کردیا تو ٹھیک وگرنہ میں اعلان کروں گا کہ تیرا حسب و نسب درست نہیں ہے اور تیرا نسب تیرے باپ عبید کی

۱۔ تاریخ یعقوبی: ۲/ ۲۴۲۔

طرف لوٹادوں گا اور لوگوں سے کہوں گا کہ تو اور تیرا باپ زیاد بن ابیہ آل قریش سے نہیں ہو اور تیرا سابقہ حسب ونسب (یعنی تُو ولد زنا ہے) سے تمام لوگوں کو مطلع کروں گا پس خبر دار حسین کو زندہ نہیں جانا چاہیے۔

یزید نے اس خط میں عبیداللہ بن زیاد کی دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھا کیونکہ ابن زیاد معاشرے میں حسب ونسب کے لحاظ سے اپنا رشتہ ابوسفیان کے ساتھ جوڑتا تھا جس کی وجہ سے لوگوں کے ہاں اسکی عزت وتوقیر کی جاتی تھی۔

اگرچہ جس قبیلہ سے اس نے اپنا ناطہ جوڑا وہ شجرہ خبیثہ تھا۔ لیکن اس زمانے میں بنوامیہ ایک خاص حیثیت کے مالک تھے اور انہوں نے عبیداللہ بن زیاد سے ولد الزنا کی نسبت کو ختم کیا۔

بلاذری اسی واقعہ کے بارے میں رقمطراز ہے کہ یزید نے اپنے خط میں ابن زیاد کو لکھا:

«...بلغني مسير حسين الى الكوفة وقد ابتلي به زمانك من بين الأزمان، وبلدك من بين البلدان، وابتليت به من بين العمال، وعندها تعتق أو تعاود عبداً كما يعتبد العبيد»[1]

مجھے حسینؑ کی کوفہ میں آنے کی خبر موصول ہوئی ہے تمام گورنروں کی نسبت تو امتحان میں مبتلا ہو گیا ہے اگر حسین کو تو نے قتل کر دیا تو پھر تو رئیس زادہ اور بڑی شخصیت کا مالک ہے وگرنہ میں تجھے اپنے سابقہ گمنام اور ولد زنا... حسب ونسب کی طرف لوٹادوں گا۔

طبرانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: یزید نے ابن زیاد کو خط لکھا: اگر تو نے حسین کو قتل نہ کیا تو سابق حسب ونسب کی طرف پلٹ جائے گا اسی وجہ سے عبیداللہ بن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا اور حضرت کا سر مبارک یزید کی طرف بھیجا اور جب یزید نے امام کا سر دیکھا تو کفر آمیز اشعار کہے۔[2]

۱۔ انساب الاشراف:۳/ ۱۶۰؛ تاریخ مدینہ دمشق:۱۴/ ۲۱۴، ۶۵/ ۳۹۶؛ المعجم الکبیر: ۳/ ۱۱۵؛ سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۳۰۵؛ تاریخ الاسلام:۵/ ۱۰؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۱۷۸؛ مجمع الزوائد:۹/ ۱۹۳؛ الوافی بالوفیات: ۱۲/ ۲۶۳-۲۶۴ اور دوسرے مآخذ۔

۲۔ المعجم الکبیر : ۳ ۱۱۵-۱۱۶ اور حدیث ۲۸۴۶؛ تاریخ مدینہ دمشق:۱۴/ ۲۱۴، ۶۵/ ۳۹۶۔

کہا جاتا ہے کہ آلوسی بغدادی اور دوسرے علماء انہیں اشعار کی بناء پر یزید پر کفر کا حکم صادر کرتے ہیں آگے چل کر اس مسئلہ پر مفصل بحث کریں گے۔

یہاں سے سید الشہداء علیہ السلام کے قتل کا سرکاری طور پر اعلان اور ان کی شہادت کی منصوبہ بندی کا آغاز ہوتا ہے اس سے پہلے نرمی اور حسن سلوک روا رکھنے کا دستور دیا جاتا تھا۔ ہیثمی واضح طور پر اس خط کی سند کے صحیح ہونے کی روایت کرتے ہیں۔

ابن عساکر "تاریخ دمشق" میں، ذہبی "سیر اعلام النبلاء" میں، ابوالفرج بن جوزی حنبلی "الرد علی المتعصب العنید" اور سیوطی "تاریخ خلفاء" میں... لکھتے ہیں کہ یزید نے اپنے خط میں ابن زیاد کو امام حسین علیہ السلام کے قتل کرنے کا باقاعدہ حکم دیا تھا۔[1]

لہٰذا ابن تیمیہ کے پیروکار اور دوسرے مقدس ماب جو یزید پر لعنت بھیجنے میں احتیاط سے کام لیتے ہیں وہ یہ بات جان لیں کہ یزید امام حسین علیہ السلام کا قاتل ہے۔

"احیاء علوم الدین" میں غزالی نے یزید کے قاتل ہونے میں شک وشبہ کا اظہار کیا ہے اور احتیاط اور تقدّس کا لبادہ اوڑھ کر یزید پر لعنت کرنے سے منع کیا ہے۔ غزالی سے پہلے اور غزالی کے بعد علمائے اہل سنت نے متفقہ طور پر لکھا ہے یزید نے ابن زیاد کو خط لکھا تھا اس میں امام حسین علیہ السلام کے قتل کا باقاعدہ حکم جاری کیا تھا۔

یہ بات قابل تعجب ہے کہ حقائق آشکار ہونے کے باوجود بھی انسان احتیاط کرے اور یزید پر لعنت کو جائز نہ سمجھے

۱۔ رجوع کریں مجمع الزوائد: ۹ / ۱۹۳؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴ / ۲۱۴؛ سیر اعلام النبلاء: ۳ / ۳۰۵؛ الرد علی المتعصب العنید: ۴۹؛ تاریخ خلفاء: ۲۰۷۔

ابن عباس کا یزید کو خط

یزید کا امام حسین علیہ السلام کے قاتل ہونے کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ جب سید الشہد علیہ السلام مکہ سے خارج ہوئے تو ابن زبیر مکہ میں آسودہ حال ہو گیا اور اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور لوگوں سے بیعت لینے میں مشغول ہو گیا لیکن ابن عباس اور کچھ شخصیتوں نے اس کی بیعت نہیں کی۔

جب یزید اس واقعہ سے مطلع ہوا تو ابن عباس کو عبداللہ بن زبیر کی بیعت نہ کرنے پر شکریہ کا خط لکھا:

> ...ابن عباس! تو نے ابن زبیر کی بیعت نہ کر کے ہمارے اور اپنے درمیان تعلقات کو باقی رکھا۔ خدا تمہیں صلہ رحم کرنے والوں کا اجر عطا کرے اور میں تمہارا احسان کبھی فراموش نہیں کروں گا اور جلد ہی تمہیں اس محبت کا صلہ دوں گا۔

یزید خط کو جاری رکھتے ہوئے لکھتا ہے:

> میں تم سے تقاضا کرتا ہوں کہ دوسرے لوگوں کو بھی حقیقت حال سے آگاہ کرو کہ ابن زبیر کی بیعت نہ کریں چونکہ لوگوں کے نزدیک تمہاری ایک حیثیت ہے اور تمہاری بات کو قبول کرتے ہیں۔

ابن عباس نے یزید کو دوٹوک جواب دیا:

«امّا بعد! فقد جانی کتابك، فأمّا ترکی بیعة ابن الزبیر فوالله ما أرجو بذلك برّك ولاحمدك، ولكن الله بالّذی أنوی علیم، وزعمت أنّك لست بناس برّی،فاحبس أیها الانسان! برّك عنّی فانّی حابس عنك برّی.

وسالت أن أحبّب النّاس الیك... كیف وقد قتلت حسیناً وفتیان عبدالمطلب مصابیح الهدی ونجوم الأعلام... فما أنس من الأشیاء فلست بناس اطّرادك حسیناً من حرم رسول الله صلی الله علیه وآله الی حرم الله، وتسییرك الخیول الیه،فمازلت بذلك حتّی

أشخصته الى العراق، فخرج خائف يترقّب، فنزلت به خيلك عداوة منك لله ولرسوله ولأهل بيته الّذين أذهب الله عنهم الرجس وطهّرهم تطهيراً... فاغتنمتم قلّة أنصاره واستئصال أهل بيته وتعاونتم عليه كأنّكم قتلتم أهل بيت من الشرك والكفر... فلا شئ أعجب عندی من طلبتك ودّی وقد قتلت ولد أبی وسيفك يقطر من دمی، وأنت أحد ثاری...»[1]

اے یزید... خدا کی قسم میرا ابن زبیر کا بیعت نہ کرنا تیری محبت کی وجہ سے نہ تھا خداوند میری نیت کو جانتا ہے اور مجھ پر احسان کرنے سے باز آجائو، مجھے تیرے احسان کی ضرورت نہیں ہے اور مجھ سے کسی خیر خواہی کی توقع نہ کرنا، تو مجھ سے چاہتا ہے کہ میں تیری حمایت کروں تا کہ لوگ تیرے گرویدہ اور وفادار بن جائیں... یہ کیسے ہو سکتا ہے

تو نے حسین علیہ السلام اور اولاد عبد المطلب کو جو ہدایت کے چراغ اور علم و حکمت کے ستارے تھے خاک و خون میں غلطان کر دیا اور یہ سارے کے سارے عراق میں تیرے حکم سے قتل کیے گئے...

میں یہ کبھی بھول نہیں سکتا کہ تو نے حسین علیہ السلام کا تعارف کیا یہاں تک کہ انہوں نے حرم پیغمبر سے نکل کر حرمِ خدا میں پناہ لی لیکن تیری وجہ سے وہ حرم خدا میں بھی نہ رہ سکے اور حجاز سے نکل کر سرزمین عراق چلے گئے۔

یہ کلمات دقیق نکات اور عاشورہ کے مخفی پہلوئوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں ایسے مخفی پہلو جن کا سرچشمہ اس قسم کی حقیقت اور تاریخی باریکیاں ہیں۔ ممکن ہے بعض حضرات تعجب بھی کریں لیکن بُردباری اور غور و فکر سے ان نکات اور حقائق کو جان لیں گے انہوں نے ایسا کام کیا تا کہ سید الشہداء علیہ السلام سرزمین حجاز نکلیں اور وہ حضرت کا تعاقب کریں۔

ابن عباس مزید کہتے ہیں:

۱۔ تاریخ یعقوبی: ۲/ ۲۴۷ - ۲۴۹؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۱۲۷- ۱۲۸۔

کہ تو نے امام حسین علیہ السلام کو خوف اور پریشانی کے عالم میں رسول خدا کے حرم سے باہر نکالا اور تیرے سپاہیوں نے رسول خدا اور اہل بیت کے ساتھ دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا، امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب وانصار کی تعداد بہت کم تھی ان کو اس طریقہ سے قتل کیا جس طرح اہل شرک وکفر کو قتل کیا جاتا ہے۔

اے یزید! ان تمام مصائب کے باوجود تو مجھ سے محبت کی توقع رکھتا ہے میرے خاندان کا خون تیری تلوار سے ٹپک رہا ہے اور مجھے تو تم سے انتقام لینا چاہیے۔

ابن عباس نے جو یزید کو خط لکھا۔ اس میں مختلف نکات ہیں ان میں دو انتہائی اہم ہیں جن کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ امام حسین علیہ السلام کے مدینہ کو ترک کرنے کا سبب خود یزید بنا چونکہ حکومتی کارندوں نے آنحضرت کا تعاقب کیا اور دباؤ ڈالا۔

۲۔ یزید امام حسین علیہ السلام کا قاتل ہے لہٰذا اس سے انتقام لینا چاہیے۔

واقعہ عاشورہ میں یہ خط اہم تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

معاویہ بن یزید کی تقریر

یزید کے قاتل ہونے کا ایک اور ثبوت یزید کے بیٹے معاویہ کی تقریر ہے جب یزید ہلاک ہوا تو معاویہ بن یزید جس کی تعریف میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک صالح جوان تھا اس نے اپنی پہلی تقریر میں کہا میرا باپ حسین علیہ السلام کا قاتل ہے اور مجھے خلافت کی ضرورت نہیں اور میرے دادا نے بھی خلافت غصب کی تھی۔

ہمارے بعض مؤرخین کہتے ہیں وہ شیعہ تھا، جبکہ اس نے لوگوں کو امام سجاد علیہ السلام کی امامت کی طرف راہنمائی نہیں کی لہٰذا میرے نزدیک شیعہ ہونے میں غور وفکر کی ضرورت ہے بہرحال مسلّم ہے کہ اس نے خلافت کو ٹھکرا دیا تھا۔

ابن حجر مکی "الصواعق المحرقہ" میں جو شیخین (ابوبکر وعمر) کے دفاع میں اور شیعوں کے خلاف لکھی گئی ہے کچھ اس طرح اظہار کرتا ہے۔

معاویہ بن یزید لوگوں کے درمیان نہیں آیا اور نہ ہی نماز جماعت کی امامت کی اور حکومتی امور میں بھی اس نے دخل اندازی نہیں کی اس نے صرف چالیس دن حکومت کی اور اس کی وہ خصوصیات جو اس کی اچھائی پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جب منبر پر آیا تو کہا:

«ان هذه الخلافه حبل الله وانّ جدّی معاویة نازع الأمر أهله ومن هو أحق به منه علی بن ابی طالب، ورکب بکم ما تعلمون...ثمّ قلّد أبی الأمر وکان غیرأهل له ونازع ابن بنت رسول الله صلی الله علیه و آله»[1]

بے شک یہ خلافت اللہ کی رسی ہے اور میرے دادا نے علی ابن ابی طالب سے ناحق غصب کی ہے اور جو چاہتا تھا انجام دیتا تھا..... پھر میرے باپ یزید کی باری آئی جو خلافت کی اہلیت نہیں رکھتا تھا اور اس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے سے دشمنی مول لی...

پھر اس نے گریہ کرتے ہوئے کہا:

یزید نے اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا اور شراب کو مباح قرار دیا اور کعبہ کو مسمار کیا... اور وہ جہنمیوں میں سے تھا اور یہ ہمارے لئے انتہائی تکلیف دہ ہے۔

یزید کے بیٹے نے اپنی تقریر میں اقرار کیا ہے کہ میرا باپ قاتل ہے اور یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ وہ اس گناہ کی وجہ سے جہنمی ہے اس کے بعد وہ خلافت سے دستبردار ہوا اور کہا مجھے حکومتی کاموں سے کوئی لگاؤ نہیں اور مجھے اچھے یا برے حکومتی امور میں کوئی دلچسپی نہیں۔

ابن زیاد کا اقرار

یزید کے قاتل ہونے کا ایک اور ثبوت ابن زیاد کا اقرار کرنا ہے وہ کہتا ہے:

۱۔ الصواعق المحرقہ: ۲/ ۶۴۱-۶۴۲۔

«وأمّا قتلي الحسين، فانّه أشار علي يزيد بقتله أو قتلي، فاخترت قتله...»

مجھے دو امور میں سے ایک کو انتخاب کرنے کا اختیار دیا گیا ہے یا حسین کو قتل کر دوں یا خود قتل ہو جاؤں، لہٰذا میں نے حسین کے قتل کا انتخاب کیا ہے۔ (۱)

کہاں ہیں وہ حضرات جو دعویٰ کرتے ہیں کہ اس عظیم گناہ کا علم یزید کو نہیں تھا یا وہ جو کہتے ہیں کہ ہمیں یزید کے قاتل ہونے میں شک ہے!

عاشورہ کی پاسبانی اور حفاظت کرنا ہمارا شرعی وظیفہ ہے، چونکہ آئمہ اطہار علیہم السلام اس دن کو بہت اہمیت دیتے تھے اور بڑے بڑے مجتہدین جو مکتب اہل بیت کے پیرو کار ہیں وہ آئمہ علیہم السلام کی پیروی کرتے ہوئے کوچہ و بازار میں ننگے پاؤں اور ننگے سر عزاداری میں مشغول ہوتے ہیں۔ (۲)

چنانچہ جو لوگ شعائر حسینی کی راہ میں رخنہ ڈالتے ہیں وہ یا تو نادان ہیں یا دشمن کے ایجنٹ اور اس سلسلہ میں ہمارے ذمہ داری اور سنگین ہو جاتی ہے۔

شہادت حضرت مسلم بن عقیل پر یزید کی خوشی

یزید کا امام حسین علیہ السلام کے قاتل ہونے کا ایک اور ثبوت جو تمام تاریخی دستاویزات اور منابع میں موجود ہے وہ یہ ہے کہ یزید کے کہنے کے مطابق ابن زیاد نے جب حضرت مسلم اور ہانی بن عروہ کو شہید کر دیا اور دونوں کے سروں کو شام بھیجا تو یزید نے ابن زیاد کو شکریہ کا خط لکھا اور خوشی کا اظہار کیا۔ (۳)

۱۔ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۱۴۰۔

۲۔ حضرت آیۃ العظمی بروجردی نے سید الشہداء علیہ السلام کے عزاداروں کے پاؤں کی مٹی کو اپنی آنکھوں پر ملا اور ان کی آنکھوں کی بیماری اس طرح برطرف ہوئی کہ زندگی کے آخری لمحات تک آسانی سے دیکھ سکتے تھے اور عمر رسیدہ ہونے کے باوجود کبھی عینک کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

۳۔ انساب الاشراف: ۲/ ۸۵؛ تاریخ طبری: ۲/ ۲۸۵-۲۸۶؛ الفتوح: ۵/ ۶۳؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۸/ ۳۰۷؛ الارشاد: ۲/ ۶۵۔

شہداء کے سر یزید کے دربار میں

"یزید کے قاتل ہونے کی پانچویں دلیل" یہ ہے کہ جب ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک شام بھیجنے سے پہلے زحر بن قیس کو یزید کے ہاں بھیجا تاکہ یزید کو خبر دی جائے۔ [1]

خداوند عالم کبھی ابن تیمیہ کو نہ بخشے اور نہ ہی بخشے گا۔ وہ کہتا ہے اصلاً اہل بیت علیہم السلام کو اسیر نہیں کیا گیا اور امام حسین علیہ السلام کے سر کی تشہیر نہیں کی گئی اور نہ ہی شام بھیجا گیا۔ جبکہ ابن سعد اپنی سند کے ساتھ ایک بہت بڑی راوی زر بن جیش سے نقل کرتے ہیں کہ پہلا سر جو نوک سناں پر تھا وہ سید الشہدا ئعلیہ السلام کا سر مبارک تھا۔

مشہور مورخ بلاذری اس بارے میں لکھتے ہیں:

«نصب ابن زیاد رأس الحسین بالکوفة وجعل یدار به فیها.ثمّ دعا زحر بن قیس الجعفی فسرّح معه برأس الحسین و رؤوس أصحابه وأهل بیته الی یزید بن معاویة» [2]

امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک ابن زیاد نے کوفہ میں نصب کیا....... پھر زحر بن قیس جعفی [3] کو امام حسین علیہ السلام اور دوسرے اصحاب کے سروں کو اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ یزید بن معاویہ کے یہاں بھیج دیا۔

ابن کثیر جو ابن تیمیہ کے شاگردوں میں سے ہے اس واقعہ کے بارے میں رقمطراز ہے:

۱۔ الطبقات الکبریٰ شرح حالات امام حسین : ۸۱۔

۲۔ انساب الاشراف : ۳/۲۱۲؛ نیز رجوع کریں: تاریخ مدینہ دمشق: ۱۸/۴۴۵؛ تاریخ طبری: ۴/۳۵۱؛ الوافی بالوفیات: ۱۴/۱۲۷۔

۳۔ واقعہ کربلا میں موجود بعض افراد کے اسماء لکھنے میں غلطی ہوئی ہے مثلاً بعض مورخین نے زحر بن قیس کا نام زجر بن قیس لکھ دیا ہے ،جس کے سوانح حیات تاریخ مدینہ دمشق میں موجود ہیں۔ الکامل فی التاریخ: ۴/۸۷؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۸/۴۴۳، حدیث: ۲۲۴۲۔

«ثمّ امر ـ ابن زیاد ـ برأس الحسین علیه السلام فنصب بالکوفة وطیف به فی أزقتها ثمّ سیره مع زحر بن قیس و... فخرجوا حتّی قدموا بالرؤوس کلّها علی یزید بن معاویة»[1]

انہوں نے ابن زیاد کے حکم کے مطابق امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک کوفہ میں نصب کیا اور کوفہ کی گلی کوچہ میں تشہیر کی پھر زحر بن قیس کے ہمراہ تمام اصحاب کے سروں کو یزید کے پاس بھیج دیا.... وہ کوفہ سے نکلے تاکہ یزید بن معاویہ کے پاس جائیں۔

اہل حرم کی اسیری اور یزید کے پاس ان کی روانگی

یزید کے امام حسین علیہ السلام کے قاتل ہونے کا چھٹا ثبوت یہ ہے کہ یزید کی طرف سے اہل حرم کی اسیری کا حکم جاری کیا گیا تھا۔

مشہور مورخ طبری لکھتا ہے:

> یزید کی طرف سے خط آیا کہ اُسراء کو میری طرف بھیج دیا جائے چنانچہ عبیداللہ بن زیاد نے محفر بن ثعلبہ اور شمر بن ذی الجوشن کو طلب کیا اور کہا کہ خواتین اور بچوں کو حسین کے سر کے ساتھ امیرالمومنین (یزید بن معاویہ) کے پاس لے جاؤ پھر وہ کوفہ سے نکلے یہاں تک کہ یزید کے پاس پہنچ گئے... جب یزید کی نظر حسین علیہ السلام کے سر مبارک پر پڑی تو یہ شعر پڑھا:

یفلّقن هاماً من رجال أعزّة
علینا وهم کانوا أعق وأظلما[2]

۱۔ البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۰۸۔
۲۔ تاریخ طبری: ۴/ ۳۵۵۔

ہماری تلواروں سے عزیزوں اور پیشواؤں کے سر جدا ہو گئے، کیونکہ انھوں نے ہماری نافرمانی کا ارتکاب کیا تھا۔

ابن سعد اس بارے میں لکھتا ہے کہ:

«قدم رسول من قبل يزيد بن معاوية يأمر عبيد الله أن يرسل اليه بثقل الحسين و من بقي من ولده و أهل بيته و نسائه»[۱]

یزید کا ایلچی عبید اللہ کے پاس آیا اور حکم دیا کہ حسین کا سر اور ان کے زندہ بچ جانے والے اہل حرم کو یزید بن معاویہ کی طرف بھیج دو۔ ابن جوزی بھی اس قسم کا مطلب نقل کرتا ہے۔[۲]

شہاب الدین آلوسی بغدادی جو واقعہ کربلا کے تقریبا بارہ سو سال بعد اس دنیا میں آئے وہ اس بارے میں کہتے ہیں:

جب قیدیوں کو یزید کے پاس لایا گیا تو خواتین اور بچے جو خاندان امیر المومنین میں سے تھے۔ امام حسین علیہ السلام اور شہداء کے سروں کو نوک سناں پر دیکھ رہے تھے اور ایک پرندہ نے اس منظر کو دیکھ کر چیخ و پکار کی اور یزید اس وقت یہ اشعار پڑھے:

لمّا بدت تلك الحمول و أشرفت — نعب الغراب فقلت: قل أو لا تقل

تلك الرؤوس على شفا جيرون — فقد اقضيت من الرسول ديوني[۳]

۱۔ ترجمہ امام حسین علیہ السلام من طبقات ابن سعد: ۸۱۔

۲۔ الرد علی التعصب العنید: ۵۶۔

۳۔ روح المعانی: ۲۶/ ۷۲۔

وہ واضح طور پر لکھتے ہیں کہ جب اسراء اہل بیت علیہم السلام اور شہداء کے سروں کو دربار یزید میں لایا گیا تو یزید نے خوشی کا اظہار کیا اور اسی مناسبت سے محفل شراب سجائی۔

ابن سعد الطبقات الکبریٰ میں اسی موضوع کو لکھتے ہوئے مزید کہتے ہیں کہ یزید کے ہاتھ میں خیزران کی چھڑی تھی وہ اس کے ذریعہ امام حسین علیہ السلام کے لب ہائے مبارک کی گستاخی کر رہا تھا اور یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

یفلّن هاماً من رجال أعزّة

علینا وهم کانوا أعق وأظلما؛

ایک انصاری شخص جو اس مجلس میں موجود تھا اس نے جب یہ منظر دیکھا تو کہا:

«ارفع قضیبك هذا، فانّي رأیت رسول الله صلی الله علیه و آله یقبّل الموضع الّذي وضعته علیه»[1]

اے یزید! اس چھڑی کو ہٹا لے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لبوں کو چومتے ہوئے دیکھا ہے۔

اسی واقعہ کو طبری، بلاذری اور یہاں تک کہ ابن جوزی نے بھی (جو اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ بہت زیادہ بغض اور آئمہ علیہم السلام کے خلاف لکھنے میں مشہور ہے) نقل کیا ہے،[2] ابن جوزی اس واقعہ کے بارے میں تحریر کرتا ہے:

جب شہداء کے سروں کو شام میں لایا گیا تو یزید نے خوشی کی محفل برپا کی اور بزرگان شام کو مدعو کیا وہ بیٹھے ہوئے تھے کہ یزید چھڑی کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک سے گستاخی کرتے ہوئے مذکورہ اشعار کہہ رہا تھا۔[3]

ابن سعد طبقات الکبریٰ میں لکھتا ہے:

۱۔ ترجمہ الامام الحسین علیہ السلام من طبقات ابن سعد: ۸۲۔

۲۔ تاریخ طبری: ۲۹۳/۴، انساب الاشراف: ۲۱۹ حدیث ۲۱۷؛ الرد علی المتعصب العنید: ۵۸۔

۳۔ الرد علی المتعصب العنید: ۵۷-۵۹۔

«ثمّ أُتى يزيد بن معاوية بثقل الحسين ومن بقى من أهله ونسائه، فأُدخلوا عليه قد قرنوا فى الحبال، فوقّفوا بين يديه»[۱]

پھر یزید بن معاویہ کے پاس اہل حرم کو رسن بستہ لایا گیا اور وہ اس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ ان تاریخی حقائق کو خود علمائے اہل سنت نے قلمبند کیا ہے۔ اگر چہ ان واقعات کو سید ابن طاووس نے لہوف میں، شیخ مفید نے ارشاد میں، شیخ طوسی امالی میں اور علامہ مجلسی بحار الانوار میں بھی نقل کیا ہے۔

لیکن یہ تاریخی واقعات صرف شیعوں نے ذکر نہیں کیے، بلکہ جن حضرات کا اہل بیت علیہم السلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں تھا انھوں نے بھی ان واقعات کو نقل کیا ہے۔

ہاں خدا نہ کرے کہ حقائق کے یہ گوشے مخفی رہ جائیں اور جو ظلم سید الشہد کے ساتھ کربلا میں ہوا ہے وہ پوشیدہ رہ جائے، خداوند عالم اس نور کو کبھی ماند نہیں ہونے دے گا لہذا ہمیں چاہیے کہ اس الٰہی تقاضے کو جاری کرنے کے لئے اپنی تمام تر توانیاں بروئے کار لائیں کیونکہ:

وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ[۲]

خدا اس کے علاوہ کچھ ماننے کے لئے تیار نہیں ہے کہ وہ اپنے نور کو تمام کردے چاہے کافروں کو یہ کتنا ہی برا کیوں نہ لگے۔

شمس الدین ذہبی بھی خاندان رسالت ﷺ کی اسارت اور محفل یزید کے دل خراش واقعات کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قیدیوں کو یزید کے یہاں بھیجا گیا... امام سجاد علیہ السلام پابند سلاسل تھے اور یزید کے ہاتھ میں چھڑی تھی... اور وہ مذکورہ اشعار کہہ رہا تھا...

۱۔ ترجمہ امام حسین علیہ السلام من طبقات ابن سعد: ۸۳۔

۲۔ سورہ توبہ / ۳۲۔

چنانچہ اس وقت امام سجاد علیہ السلام نے قرآن مجید کی اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا (۱)

زمین میں کوئی بھی مصیبت وارد ہوتی ہے یا تمہارے نفس پر نازل ہوتی ہے تو نفس کے بیدار ہونے سے پہلے سے وہ کتاب الٰہی میں مقدر ہو چکی ہے اور یہ خدا کے لئے بہت آسان ہے۔

یہ بات یزید کو بہت ناگوار گزری چونکہ اس نے شعر کے ساتھ مثال دی اور امام علیہ السلام نے آیہ قرآن سے اس کا جواب دیا۔ چنانچہ یزید نے بھی امام سجاد علیہ السلام کو جواب دینے کی خاطر قرآن مجید کا سہارا لینا چاہا اور یہ آیت پڑھی:

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ (۲)

اور تم تک جو مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے اور وہ بہت سی باتوں کو معاف بھی کر دیتا ہے۔

جو اس بات کا کنایہ تھا کہ جو کچھ حسین کے ساتھ ہوا یہ ان کے عمل کا نتیجہ تھا۔

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا! اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اس حال میں دیکھ لیں تو ہمیں ان زنجیروں اور طوقوں سے نجات دلاتے۔ (۳)

کیا یہ واقعات شیعوں کے من گھڑت ہیں ہرگز ایسا نہیں ہے بڑے بڑے نامور شیعہ علماء نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سلسلہ میں منبروں پر جو مطالب پیش کیے ہیں وہ سب کے سب برحق ہیں اور اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

۱۔ سورہ حدید / ۲۲۔

۲۔ سورہ شوری / ۳۰۔

۳۔ تاریخ اسلام: ۵ / ۱۷-۱۸؛ مختصر تاریخ مدینہ دمشق: ۲۰ / ۳۵۳؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸ / ۲۱۱؛ الکامل فی التاریخ: ۴ / ۸۶-۸۷؛ سیرہ اعلام النبلاء: ۳ / ۳۱۹- ۳۲۰۔

اہل سنت کے نامور محقق طبری اس بارے میں لکھتے ہیں کہ اسراء میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے جن کی حالت دیکھنے کے قابل نہ تھی یزید کے یہاں حاضر ہوئے۔

فاطمہ بنت علی سلام اللہ علیہا نے کہا! جب ہم یزید کے دربار میں تھے اس نے ہم پر رحم کھاتے ہوئے کہا کہ انہیں کچھ عنایت کیا جائے اور ہمارے حق میں لطف وکرم کیا پھر ایک شخص جو شام کا رہنے والا تھا اٹھا اور یزید کے پاس گیا اور میری طرف اشارہ کرکے کہا اے امیرالمومنین (یزید) یہ خاتون مجھے ہدیہ اور بخش دیں۔ چنانچہ میرا بدن لرزنے لگا اور خوف کی وجہ سے تمام بدن میں کپکپی سی طاری ہوگئی اور میں نے خوف کے مارے اپنی بڑی بہن زینب سلام اللہ علیہا کے دامن کو پکڑلیا۔

زینب سلام اللہ علیہا نے اس شامی مرد کو خطاب کرتے ہوئے کہا: "کذبت واللّٰہ ولومت، ماذلک لک ولہ" اس طرح کا حق تجھے اور نہ تیرے امیر یزید کو ہے۔

یزید اس فقرہ کی وجہ سے آپے سے باہر ہوگیا اور کہا تو جھوٹ کہتی ہے خدا کی قسم! یہ میرے قیدی اور غلام ہیں۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا:

«كلا والله، ماجعل الله ذلك لك الاّ أن تخرج من ملّتنا وتدين بغير ديننا»

خدا کی قسم ہرگز ایسا نہیں خداوند عالم نے تجھے اس قسم کا کوئی حق نہیں دیا ہے...

یزید نے جلدی سے جواب دیا تو اور تیرا باپ اور تیرا بھائی سب کے سب دین سے نکل گئے ہو۔ زینب سلام اللہ علیہا نے جواب دیا۔

«بدين الله دين أبي و دين أخي اهتديت أنت وأبوك وجدّك»

تو اور تیرا باپ "معاویہ" اور تیرا دادا "ابوسفیان" اس دین خدا کے ذریعہ جو میرے باپ کا اور میرے دادا اور میرے بھائی کا دین تھا گمراہی سے ہدایت کی طرف آئے۔

یزید نے کہا اے دشمن خدا تم نے جھوٹ کہا۔

زینب سلام اللہ علیہا نے جواب دیا:

«أنت أمیر مسلّط، تشتم ظالماً و تقهر بسلطانك»[1]

تواب ہم پر حاکم ہے اور ہم تیرے ماتحت ہیں۔

اہل سنت کی قدیمی کتب سے ان حقائق اور اہل بیت علیہم السلام کی خواتین و بچوں کی اسیری کو بیان کیا گیا ہے تا کہ سید الشہداء علیہ السلام کے ساتھ عورتوں اور بچوں کے آنے کا راز معلوم ہو۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ دو و دلیلوں کی بنیاد پر شیعہ اہل سنت کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں:

۱۔ اہل سنت کے اعتراضات اور تہمتوں کو دور کرنے کے لئے تا کہ وہ اپنی کتابوں کا ملاحظہ کرنے کے ساتھ جواب قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

۲۔ تمام حضرات کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ واقعات و حوادث فریقین کی کتب میں موجود ہیں۔

البتہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تاریخ اہل بیت علیہم السلام میں رونما ہونے والے تمام واقعات کو علمائے اہل سنت نے قلمبند نہیں کیا، مؤلف کے عقیدہ کے مطابق انہوں نے دو قسم کے واقعات میں رونما ہونے والی مکمل حقیقت کو بیان اور نقل نہیں کیا ہے۔

الف: حضرت صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کا واقعہ۔

ب: واقعات کربلا کی کیفیت۔

۱۔ تاریخ طبری؛ ۴/ ۳۵۳؛ البدایۃ والنہایۃ، ۸/ ۱۹۴؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۶۹/ ۱۷۷؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۸۶ اور دوسرے مآخذ... پھر اس نے عورتوں اور بچوں کو بلا کر اپنے سامنے بیٹھایا اور ان کی حالت کا مشاہدہ کیا اور کہا خدا ابن مرجانہ خیر و بھلائی نصیب نہ کرے حضرت فاطمہ بن علی سے منقول ہے کہ جب ہم یزید بن معاویہ کے سامنے بیٹھے تو وہ ہم سے ہمدردی اور نرمی سے پیش آنے لگا وہ فرماتی ہیں کہ ایک سرخ رنگ کا شامی شخص یزید کے سامنے کھڑا ہو کر کہنے لگا: اے امیر المومنین! میرے کام کاج کے لئے اس کو مجھے بخش دے۔

البتہ ہم لوگ اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہر مطلب کو مکمل طور پر صحیح نہیں مانتے ہیں، لہذا ہم اپنے مکتب کے مخالفین کو خاموش اور تسلیم کروانے کی وجہ سے دوسروں کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ورنہ ہمارے مذہب کے علمائے کرام نے تاریخی اور غیر تاریخی حقائق کی حفاظت ونقل کے سلسلہ میں بہت زیادہ زحمت اٹھائی ہے اور ان کا قول ہمارے نزدیک دوسروں کے قول پر مقدم اور ترجیح رکھتا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے دشمنان دین اپنے مقالات اور ویب سائٹوں میں ہمارے عقائد پر حملہ آور ہوئے ہیں اور ان عقائد کی حفاظت کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

یزید کی پریشانی اور دمشق میں کشیدگی

واقعہ کربلا کو گزرے ہوئے کوئی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ دمشق میں ایک عجیب وغریب تبدیلی رونما ہوئی اور اسیران اہل بیت کے داخل ہونے کے کچھ ہی مدت بعد یزید ندامت وپشیمانی پر مجبور ہو گیا۔ کون سے اسباب یزید کی پریشانی کا سبب بنے یزید کی پریشانی وپشیمانی کا موجب بننے والے اسباب درج ذیل ہیں:

ا۔ سید الشہداء کے سر اقدس کا تلاوت قرآن کرنا:

ان اسباب میں سے ایک سبب حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے سر اقدس کا نوک نیزہ پر تلاوت قرآن مجید کرنا تھا۔ ابن عساکر جس کا تعلق خود اہل شام سے ہے کہتا ہے: انہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس کو شام میں تین دن ایک مقام پر نصب کیا اور اس سر مطہر سے یہ آیت شریفہ سنائی دیتی تھی:

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا(۱)

کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ہماری قابل تعجب نشانیوں میں سے تھے۔

ا۔ سورہ کہف / ۹۔

ممکن ہے بعض ضعیف الاعتقاد افراد کے لئے یہ بات قابل تعجب اور ان کے ذہن سے بعید ہو کہ کس طرح سید الشہد علیہ السلام کا کٹا ہوا سر قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہے کیوں بعض افراد ایسی فکر کرتے ہیں (۱)

ہاں! زمانہ کی یہ ستم ظریفی ہے کہ اگر لوگوں تک شیخ صدوق، علامہ مجلسی اور شیخ طوسی کے توسط سے کوئی حدیث وروایت پہنچے تو وہ یقین نہیں کرتے اور اسے قبول کرنا ان کے لئے دشوار ہو جاتا ہے لیکن جب یہ کہا جائے کہ یہ مطلب فلاں سنی عالم نے نقل کیا ہے تو بڑے شوق سے اسے قبول کرتے ہیں!

۲۔ دمشق کی مسجد میں امام سجاد علیہ السلام کی تقریر :

اہل شام کی بیداری اور یزید کی پریشانی کا دوسرا سبب امام سجاد علیہ السلام کا وہ خطبہ تھا، جو انہوں نے دمشق کی مسجد میں بیان فرمایا۔ ابن اعثم کوفی متوفی ۳۰۴ھ، خوارزمی اور دوسرے مؤرخین نے اس مشہور خطبہ کو نقل کیا ہے۔ (۲)

۳۔ دمشق اور تین دن عمومی سوگ:

مذکورہ دو عوامل کے مد نظر دمشق کی عمومی حالت بگڑ گئی اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا جیسا کہ بلاذری، طبری اور دوسرے مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ یزید نے حکم دیا کہ خواتین اہل بیت کو اس کے گھر لے جایا جائے اور آل ابوسفیان کی عورتیں ان خواتین کا استقبال کریں اور سید الشہد علیہ السلام کی مصیبت میں نوحہ خوانی اور عزاداری برپا کریں پھر تین روز تک امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی شہادت کے سلسلہ میں عزاداری قائم کی گئی۔

بلاذری نے اس بات کا اضافہ کیا ہے:

«وبعث يزيد برأس الحسين الى نسائه فأخذته عاتكة ابنته ـ وهي أمّ يزيد بن عبد الملك ـ فغسلته و دهنّته و طيبته؛...»(۱)

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۶۰/ ۷۰ ۳۔

۲۔ الفتوح: ۵/ ۱۳۳؛ مقتل الحسین علیہ السلام: ۲/ ۶۷ - ۷۸؛ مقاتل الطالبین: ۸۱؛ مناقب آل بی طالب: ۳/ ۲۶۱۔

یزید کی بیٹی اور یزید بن عبد الملک کی والدہ کہ جس کا نام عاتکہ تھا اس نے امام حسین علیہ السلام کے سرا قدس کی غسل دیا اور تیل و خوشبو سے اسے معطر کیا۔(۱)

امام سجاد علیہ السلام کا آیت مودت سے استدلال

پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ امام سجاد علیہ السلام نے دمشق کی مسجد میں ایک اہم خطبہ دیا۔ اس کے علاوہ امام سجاد علیہ السلام نے ایک شامی کہ جس نے حضرت سے کہا تھا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں نابود اور بے کس بنا دیا اور فتنہ کو ختم کر دیا، کے جواب میں فرمایا:

«أقرأت القرآن»

کیا تونے قرآن پڑھا ہے

اس نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا، کیا تم نے سورہ "شوریٰ" پڑھی ہے

اس نے کہا: میں نے قرآن پڑھا ہے لیکن اس سورہ کو نہیں پڑھا، آپ نے فرمایا: کیا تو اس آیت کو پڑھا جس میں ارشاد باری تعالی ہو رہا ہے:

قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (۲)

اس شخص نے کہا: کیا آپ لوگ اس اس آیت کا مصداق ہیں آپ نے فرمایا: جی ہاں (۳)

۱۔ انساب الاشراف: ۳/۲۱۴، حدیث ۶۲؛ ترجمہ الامام الحسین علیہ السلام من طبقات ابن سعد: ۸۳؛ تاریخ طبری: ۴/۲۵۳؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/۲۱۲؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۶۹/۱۷۷۔

۲۔ سورہ شوری آیت /۲۳۔

۳۔ تفسیر طبری: ۲۵/۳۳-۳۴؛ بحر المحیط: ۷/ ۵۱۶؛ الدر المثنور: ۶/۷؛ روح المعانی: ۲۵/۳۱؛ تفسیر ابن کثیر: ۴/۱۲۱۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام کی منہال سے گفتگو

ابن اعثم لکھتے ہیں: ایک دن امام سجاد علیہ السلام کا دمشق کے بازار میں منہال سے سامنا ہو گیا منہال نے آپ سے عرض کی اے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے دن کیسے گزر رہے ہیں

حضرت نے فرمایا:

«أمسينا كبني اسرائيل في آل فرعون، يذبّحون أبناء هم ويستحيون نساء هم. يامنهال! أمست العرب تفتخر على العجم لأنّ محمداً منهم، وأمست قريش تفتخر على سائر العرب بأنّ محمّداً منها، وأمسينا أهل بيت محمّد ونحن مغصوبون مظلومون مقهورون مقتّلون مثبورون مطرودون. ف انّا لِلّٰهِ وَاِنَّ اِلَيهِ رَاجِعُوْنَ، على ما أمسينا فيه يا منهال»[1]

ہمارا وقت ایسے ہی گزر رہا ہے جیسے آل فرعون کے پاس بنی اسرائیل والوں کی حالت تھی۔ انہوں نے ہماری اولاد کو قتل اور ہماری خواتین کو اسیر بنالیا ہے۔

اے منہال! عرب کا غیر عرب پر افتخار یہ ہے کہ حضرت محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب ہیں اور قریش کا دوسرے عربوں پر فخر یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے ہیں اور ہم بھی اُسی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔ لیکن ہمیں مورد بغض وظلم اور قہر وقتل... قرار دیا گیا ہے۔ ان حالات میں ہم یہ کہیں گے: انّا لِلّٰهِ وَاِنَّ اِلَيهِ رَاجِعُوْنَ۔

۱۔ الفتوح: ۵/ ۱۳۳۔

اس بناء پر یہ تمام اسباب مثلاً سید الشہد کے سر اقدس کا قرآن پڑھنا، حضرت امام سجاد کا خطبہ، آیت قرآن سے امام سجاد کا استدلال، خواتین کے ذریعہ نوحہ خوانی، عزاداری کا قیام اور امام سجاد علیہ السلام کی منہال سے گفتگو، یزید کی پریشانی کا موجب بنے ہیں۔

یزید کی محفل اور صحابی رسول کا اعتراض

پہلے اس بات کی طرف اشارہ ہو چکا ہے کہ جب اہل بیت علیہم السلام کی خواتین کو قیدی بنا کر اور حضرت سید الشہداء علیہ السلام اور دیگر شہداء کے سروں کو لایا گیا تو یزید نے عمومی محفل اور شراب کی بزم سجائی اور اپنی ناپاک چھڑی سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاکیزہ لبوں اور دندان مبارک کی گستاخی کی اچانک حضرت ابوبرزہ اسلمی انصاری نے کھڑے ہو کر یزید سے کہا! کیا تو ان لبوں اور دانتوں پر چھڑی مار رہا ہے جن کا مقام نہایت عظمت کا حامل اور گرانقدر ہے

بے شک میں نے اپنی آنکھوں سے اس چیز کا مشاہدہ کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ کو چومتے تھے [1] اے یزید! تو یاد رکھ قیامت کے دن ابن زیاد تیری شفاعت کرے گا اور اس دن حسین علیہ السلام کے شفیع حضرت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔

اس دوران یزید محفل سے اٹھ کر چلا گیا۔ [2]

شام میں سید الشہد علیہ السلام کا سر اقدس اور ایک تابعی کی گفتگو

خالد بن غفران شام کی ایک نامور شخصیت تھے اور ان کا شمار بزرگ تابعین میں ہوتا تھا۔ ابن عساکر کہتے ہیں:

> جب سید الشہداء علیہ السلام کے سر اقدس کو شام لایا گیا تو خالد بن غفران مخفی ہو گئے اور تقریبا ایک سال تلاش کرنے کے بعد جب وہ ملے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے گوشہ نشینی اور لوگوں سے جدائی کیوں

۱۔ الکامل فی التاریخ: ۴/۸۵۔

۲۔ ایضاً: ۴/۸۵؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/۲۰۹؛ تہذیب الکمال: ۶/۴۲۹؛ سیر اعلام النبلاء: ۳/۳۰۹۔

اختیار کی ہے انہوں نے جواب دیا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہم پر کیا گزری ہے اس وقت انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

جاؤوا برأسك یابن بنت محمد! متزملاً بدمائه تزمیلا

و کانما بك یابن بنت محمد! قتلوا جهارا عامدین رسولا

قتلوك عطشانا و لم یترقّبوا فی قتلك التنزیل والتأویلا

و یکبرون بأن قتلت وانما قتلوا بك التکبیر والتهلیلاً

اے فرزند رسول! آپ کا خون میں غلطاں سر اقدس لیکر آئے ہیں، اے فرزند زہرائ! ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے انہوں نے رسول خداﷺ سے دشمنی کی بناء پر آپ کو علی الاعلان قتل کیا ہے...

انہوں نے آپ کو پیاسا شہید کیا اورآپ کے قتل کے سلسلہ میں کسی تنزیل و تاویل کا بھی لحاظ نہیں کیا ہے اور وہ آپ کو شہید کرنے پر فخر کررہے ہیں۔ بے شک انہوں نے آپ کے ساتھ تکبیر و تہلیل کو بھی شہید کریا ہے...۔[1]

مؤرخین کے مطابق دمشق کے حالات

شام میں رونما ہونے والے واقعات کے علاوہ وہ کفر آمیز کلمات جن کا اظہار یزید نے کیا، وہ ناشائستہ حرکات جو اس نے اسیران اہل بیت اور سید الشہداء کے سر اقدس کے ساتھ روا رکھیں اس بات کا سبب بن گئیں کی تھوڑی سی مدت میں لوگ موجودہ حقائق سے آگاہ ہوگئے اور یزید خوشی و سرور کے اظہار کو غم واندوہ میں تبدیل کرنے پر مجبور ہوگیا۔ مؤرخین نے اس تبدیلی وانقلاب کی طرف اشارہ اور اسے نقل کیا ہے۔

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۶/ ۱۸۱؛ تہذیب الکمال: ۶/ ۴۴۸؛ البدایۃ والنہایۃ: ۶/ ۲۶۱ اور ۸/ ۲۱۶۔

طبری اس بارے میں کہتا ہے:

جس وقت ابن زیاد نے اسیران اہل بیت علیہم السلام کے ہمراہ سید الشہداء علیہ السلام کے سر اقدس کو شام روانہ کیا تو یزید ابتداء میں بہت خوش ہوا اور ابن زیاد سے کہ جس سے اسے محبت نہیں تھی بہت راضی و خوشنود ہوا لیکن زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ وہ اس قتل سے اظہار بیزاری کرنے لگا۔ [1]

ذہبی نے بھی اسی مطلب کو طبری سے نقل اور اس کے قول پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا ہے۔ [2] ابتداء میں یزید امام حسین علیہ السلام کے قتل پر اتنا خوش ہوا کہ اس نے ابن زیاد کے ماہانہ وظیفہ میں اضافہ کر دیا۔

اس سلسلہ میں ابن اثیر لکھتے ہیں: جب امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس کو یزید کے پاس لایا گیا تو ابن زیاد کا مقام و مرتبہ اس کے نزدیک اس قدر اہمیت کا حامل ہو گیا کہ اس نے خوشی کی بناء پر ابن زیاد کے ماہانہ وظیفہ میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ اسے انعام و اکرام سے بھی نوازا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی لوگوں نے یزید کے اس کام پر اسے لعن وطعن کرنا شروع کر دیا اور لوگوں کا یہ غصہ یزید کی پشیمانی کا موجب بنا۔ [3]

جلال الدین سیوطی اس طرح رقمطراز ہیں: جس وقت امام حسین علیہ السلام اور ان کے بھائی شہید ہو چکے تو ابن زیاد نے ان کے سروں کو یزید کے لئے روانہ کیا چنانچہ ابتداء میں یزید نے خوشی و شادمانی کا اظہار کیا اور اس کے بعد مسلمانوں کے قتل پر اظہار ندامت کیا۔ کیونکہ لوگوں نے اس سے بیزاری اختیار کر لی اور یہ لوگوں کا حق تھا کہ وہ یزید پر غضبناک ہوں۔ [4]

۱۔ تاریخ طبری: ۵/ ۵۰۶۔

۲۔ تاریخ الاسلام: ۵/ ۲۰؛ حوادث سال ۶۱؛ سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۳۱۷۔

۳۔ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۸۵-۸۶۔

۴۔ تاریخ الخلفاء: ۲۰۸۔

اس طرح کربلا میں سید الشہداء کے ساتھ خواتین اور بچوں کی ہمراہی کا راز واضح ہوجاتا ہے باوجود اس کے کہ امام حسین علیہ السلام اپنی شہادت کے بارے میں جانتے تھے اور پھر عورتوں و بچوں کو اپنے ساتھ لے آئے تاکہ ان کے بعد ان بچوں وخواتین کی اسیری کے ذریعہ حقائق مخفی نہ رہیں اور تمام لوگوں پر واضح وآشکار ہوجائیں۔

مذکورہ بیان شدہ مطلب کی بناء پر واقعہ کربلا میں یزید کا کردار واضح وروشن ہوجاتا ہے۔

تیسرا حصّہ

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سلسلہ میں اہل کوفہ کا کردار

امام حسین علیہ السلام کو دعوت دینے والے اہل کوفہ

اس سے پہلے بھی اس بات کی طرف اشارہ ہو چکا ہے کہ اہل کوفہ کے ایک گروہ نے خطوط یا نمائندہ بھیجنے کے ذریعہ اصرار کیا کہ امام حسین علیہ السلام کو کوفہ آنے کی دعوت دی جائے۔ہم اس حصّہ میں ان افراد کا تعارف اور ان کے متعلق تحقیق پیش کریں گے۔

سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کیا دعوت دینے والے افراد، اہل بیت کے حقیقی و سچے شیعہ تھے اگر ان کا تعلق شیعہ حضرات سے تھا تو ان کی عاقبت و انجام کیا ہوا ہے

وہابی حضرات اور ان کے پیروکار اس سوال سے استفادہ کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں:

> خود شیعوں نے حسین بن علی علیہما السلام کو دعوت دی اور پھر خود ہی انہیں شہید کر دیا اور اب خود ہی ان کی عزاداری برپا کرتے ہیں۔ان کا یہ کہنا ایک شبہہ سے زیادہ حیثیت کا حامل نہیں ہے۔جس کا جواب تحقیق و دقت کے ساتھ دینا چاہیے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ کن افراد نے امام حسین علیہ السلام کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی

البتہ دعوت دینے والوں سے مراد شہر کوفہ کے معمولی افراد نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد کوفہ کی نامور شخصیات، سردار اور باحیثیت افراد ہیں۔امام حسین کو کوفہ آنے کی دعوت دینے والے افراد کون لوگ تھے ہم اس سوال کا جواب کوفہ کے اس وقت کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے دیں گے۔کوفہ کی حالت اس وقت نا منظم تھی۔نعمان بن بشیر کے حکم کے مطابق لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا اور افراد کیلئے امن و امان کے ماحول کو برقرار رکھے ہوئے تھا۔رفتہ رفتہ حضرت مسلم کے اصحاب جانے و پہچانے گئے۔

ان حالات میں یزید نے سرجون سے مشورہ کیا۔اس نے یزید سے کہا:

اگر تیرا باپ زندہ ہو کر تجھے کوئی حکم دے تو کیا اس کی اطاعت کرو گے

یزید نے کہا! ہاں۔

اس وقت سرجون نے معاویہ کا خط باہر نکال کر یزید کو دیا۔ جس میں معاویہ نے اپنے ہاتھ سے عبید اللہ بن زیاد کے لئے کوفہ کی ولایت کا حکم لکھا تھا اور یہ کہا تھا کہ مناسب موقع پر سرجون اس خط کو یزید کے حوالے کرے۔ یہ واقعہ بہت ساری کتب میں ذکر ہوا ہے۔ [۱]

ہمارا یہ دعویٰ کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کا منصوبہ معاویہ کی طرف سے بنایا گیا تھا اس پر ایک دلیل یہی سرجون کا خط اور اس کے بعد والے واقعات ہیں۔

یزید نے اپنے والد کا خط وصول کرنے کے بعد اپنے خط کے ساتھ اپنے باپ کا حکم ابن زیاد کی طرف روانہ کیا۔ اس خط میں یزید نے لکھا کہ یا تو مسلم کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو یا اس کو قتل کر دو۔

دوسری طرف کوفہ کا سابقہ گورنر بڑے احترام سے شام کی طرف روانہ ہوا اور جس وقت وہ شام پہنچا تو یزید نے اسے شام کا چیف جسٹس بنا دیا، اگر نعمان نے کوفہ میں اپنے وظائف میں سستی و کوتاہی سے کام لیا ہوتا تو یزید کو اس کی سرزنش اور اس سے پوچھ گچھ کرنی چاہیے تھی نہ یہ کہ اسے کسی دوسرے منصب پر فائز کرتا اور اس کے بعد کچھ مدت بعد شہر حمص کا والی بنا دیا۔

مورخ شمس الدین ذہبی نے نعمان کے تعارف کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے:

وہ معاویہ کے قریبی دوستوں اور ساتھیوں میں سے تھا جب اسے کوفہ کی گورنری سے معزول کیا گیا تو یزید کے نزدیک اس کا ایک خاص مقام و عزت تھی۔ [۲]

کیا ان تمام امور سے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ نعمان کی حضرت مسلم اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ نرمی پہلے سے بنائے گئے پروگرام و منصوبے کے مطابق تھی۔

۱۔ رجوع کریں، الارشاد: ۲/ ۴۲؛ تاریخ طبری: ۴/ ۲۵۸؛ الفتوح ۵/ ۳۶؛ مقتل الحسین علیہ السلام: ۱/ ۱۶۴؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۱۶۴، تاریخ بن خلدون: ۳/ ۲۲؛ تہذیب التہذیب: ۲/ ۳۰۲؛ الامامۃ والسیاسیہ: ۲/ ۸ (ان کتابوں میں سرجون کا نام ذکر نہیں ہوا ہے) الکامل فی التاریخ: ۴/ ۲۲-۲۳؛ تہذیب الکمال: ۶/ ۴۲۳۔

۲۔ تاریخ الاسلام: ۵/ ۲۶۲۔

مکہ کے گورنر عمرو بن سعید کا امان نامہ

جس وقت سید الشہداء علیہ السلام نے مکہ سے خروج کرنا چاہا تو عمرو بن سعید نے آنحضرت کو ایک خط کے ذریعہ نصیحت کی کہ اگر آپ کو خوف و ڈر ہے تو میں آپ کو امان دیتا ہوں اور آپ اہل فتنہ و جدائی کا حصہ نہ بنیں۔[۱]

یہ امان نامہ عمرو کی طرف سے حضرت محمد بن حنفیہ یا عبداللہ بن جعفر کی درخواست کے ذریعہ سید الشہداء علیہ السلام کے لئے تحریر کیا گیا تھا اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جب حضرت امام حسین نے اس امان نامہ کی پرواہ کیئے بغیر اپنے راستہ کو جاری رکھا تو اس شخص نے اپنی ظاہری ہمدردی و دل سوزی کے باوجود ابن زیاد کو یہ خط لکھ دیا کہ حسین، عراق کی طرف آ رہے ہیں اور تمہیں جس چیز کو انجام دینا چاہیے اسے انجام دے دو۔

امام حسین علیہ السلام کا شہادت کی خبر دینا

حضرت سید الشہداء علیہ السلام مسلسل اپنی شہادت کے بارے میں خبر دیتے رہے۔ ہمیشہ ان کی گفتگو سے یہ مطلب سمجھا جاتا تھا کہ "وہ مجھے قتل کر دیں گے" امام عالی مقام علیہ السلام نے مدینہ میں ایک شعر کے دو مصرے پڑھے جو واضح طور پر آپ کی شہادت کو بیان کر رہے تھے۔ آپ ہمیشہ اپنے آپ کو حضرت یحییٰ بن زکریا کے ساتھ تشبیہ دیتے اور فرماتے تھے:

«مِن هوان الدنیا علی الله ان رأس یحیی أُهدی الی بغی من بغایا بنی اسرائیل»[۲]

خداوند عالم کی نسبت دنیا کی پستی و حقارت ایک یہ ہے کہ حضرت یحییٰ کے سر اقدس کو بنی اسرائیل کے ظالم شخص کے پاس بھیجا گیا۔

۱۔ ترجمہ الامام الحسین علیہ السلام من طبقات ابن سعد:۵۹؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴/۲۰۹؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/۷۸؛ تہذیب الکمال:۶/ ۴۱۸-۴۱۹؛ تاریخ طبری: ۴/۲۹۲۔

۲۔ مناقب آل ابی طالب:۳/۲۳۷؛ الارشاد:۲/۱۳۲؛ اللہوف:۲۲۔

امام حسین علیہ السلام کے خوابوں کی تعبیر

امام حسین دوران سفر خواب بیان کرتے تھے اور جب ان سے پوچھا جاتا کہ وہ خواب کیا تھا تو آپ فرماتے:

«قد رأیت ھاتفاً یقول أنتم تسرعون والمنایا تسرع بکم الی الجنّة...»[۱]

میں نے ایک منادی کو دیکھا ہے جو یہ کہہ رہا تھا تم بہت تیزی سے آگے بڑھ رہے ہو اور موت بڑی سرعت سے تمہیں جنت کی طرف لے جا رہی ہے۔

ایک دوسرے خواب میں آپ نے فرمایا:

«رأیت کلاباً تنهشنی أشدها علی کلب أبقع»[۲]

میں نے خواب میں کتے دیکھے ہیں جو مجھ پر حملہ آور ہیں۔

اس خواب کی تعبیر کا مصداق شمر بن ذی الجوشن ہے اور خود امام علیہ السلام نے بھی اس کے سامنے اس بات کا ذکر کیا تھا۔ کچھ افراد نے امام حسین سے معذرت کرتے ہوئے ان کی ہمراہی اختیار نہ کی تو حضرت نے ان کے جواب میں فرمایا! یہاں سے دور چلے جائو کیونکہ جو شخص ہماری غربت کی آواز سنے یا ہمارے لشکر کو دیکھے اور ہماری مدد کے لئے نہ آئے تو بے شک خداوند عالم اسے منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔[۳]

ایک عرب کہتا ہے میں بیابان کی طرف گیا تا کہ جب امام حسین علیہ السلام وہاں سے گزریں تو میں ان کے ساتھ ملحق ہو جاوں۔

۱۔ اللھوف: ۴۳۔

۲۔ کامل الزیارات: ۱۵۷، باب ۲۳، حدیث ۱۹۔

۳۔ رجال شیخ طوسی شرح حال عمرو بن قیس المشرقی۔

کیا ان تمام امور کے باوجود حضرت سید الشہداء علیہ السلام اپنی شہادت سے بے خبر تھے امام حسین نے بعض مقامات پر اپنے قلب مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

«واللہ لایدعونی حتّی یستخرجوا ھذہ العلقة من جوفی...»[۱]

خدا کی قسم! یہ لوگ مجھے اس وقت تک نہیں چھوڑیں گئے جب تک میرے قلب کو میرے بدن سے باہر نہ نکال لیں۔

آنحضرت نے مکہ سے خروج کرتے وقت فرمایا:

«واللہ لأن أُقتل خارجاً منھا بشبرٍ أحبّ الی من أن أقتل داخلاً منھا بشبرٍ...»[۲]

خدا کی قسم! میرے لئے مکہ سے باہر ایک بالشت کی حدود میں شہید ہونا اس بات سے بہتر ہے کہ میں مکہ کے اندر اگرچہ ایک بالشت کی حد میں مارا جائوں۔

عبداللہ بن عباس اس بارے میں کہتے ہیں: ہمیں اس بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں تھا اور اہل بیت علیہم السلام کے نزدیک یہ مشہور تھا کی حسین بن علی میدان کربلا میں شہید ہوجائیں گے۔[۳]

ایک دوسری روایت کے مطابق ابن عباس نے کہا:

حضرت سید الشہداء علیہ السلام کیساتھ شہادت کے درجہ پر فائز ہونے والے افراد کی تعداد اور ان کے نام شہادت سے قبل معین تھے۔[۴]

۱۔ الارشاد: ۲/ ۷۶؛ الکامل فی تاریخ: ۴/ ۳۹؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴/ ۲۱۶؛ تاریخ طبری: ۴/ ۲۹۶؛ البدایۃ والنھایۃ: ۸/ ۱۸۳۔

۲۔ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۳۸، تاریخ طبری: ۴/ ۲۸۹۔

۳۔ المستدرک علی الصحیحین: ۳/ ۱۷۹۔

۴۔ مناقب آل ابی طالب: ۳/ ۲۱۱؛ بحار الانوار: ۴۴/ ۱۸۵؛ حدیث ۱۲۔

جس وقت حضرت امام حسین نے جناب مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا تو ان سے فرمایا عنقریب خداوند عالم وہ کام انجام دے گا جسے وہ پسند کرتا اور جس سے وہ راضی و خوشنود ہے اور مجھے امید ہے کہ خداوند عالم مجھے اور آپ کو درجہ شہادت عطا فرمائے۔ (۱)

راوی نقل کرتا ہے: قبیلہ بنی اسد کا ایک شخص بیابان میں امام حسین کی ہمراہی اختیار کرنے کا انتظار کر رہا تھا کہ انکی ہمراہی اختیار کرے حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس کے جنازہ کو ہم نے شہداء کے درمیان پایا۔ (۲)

جس وقت امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے خروج کیا تو عمرہ بنت عبدالرحمان نامی عورت نے درج ذیل خط لکھا:

بے شک میں گواہی دیتی ہوں کہ عائشہ نے مجھ سے یہ بیان کیا ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے: حسین کو بابل (عراق) نام کی سرزمین پر شہید کیا جائے گا۔

جب حضرت امام حسین نے اس خط کو پڑھا تو فرمایا:

«فلا بد لی اذاً من مصرعی» (۳)

پس مجھے ہر صورت میں اپنے محل شہادت کی طرف جانا چاہیے۔

البتہ یہ الٰہی ارادہ ہے اور ظاہری اسباب و وسائل بھی درکار ہونے چاہیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الشہداء علیہ السلام کی مدد کے لئے حکم دیا ہے تو نہایت تعجب کا مقام ہے کہ ابن عباس جیسا شخص... البتہ تعجب سے زیادہ ہم بات نہیں کرتے خود یہ کہتا ہے کہ امام کے ساتھ شہید ہونے والے شہداء معروف و معلوم ہیں تو پھر امام پر اعتراض اور ان سے سوال کیوں کرتے ہیں اور حضرت نے ان کے جواب میں فرمایا:

۱۔ الفتوح، ۵/ ۳۱؛ مقتل الحسین علیہ السلام (خوازمی): ۱/ ۱۹۶۔

۲۔ الطبقات الکبری (شرح حال امام حسین علیہ السلام) ۶/ ۴۲۱، تاریخ مدینہ دمشق، ۱۴/ ۳۱۰۔

۳۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴/ ۲۰۹؛ سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۲۹۷؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۱۷۶؛ تہذیب الکمال: ۶/ ۴۱۸۔

«انّك شيخ قد كبرت»[1]

اس میں شک نہیں آپ بوڑھا ہو چکے ہیں۔

یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ تیرے ہوش و حواس مختل ہو چکے ہیں اور جس وقت آنحضرت کربلا پہنچے تو فرمایا:

«اللّهم انا عترة نبيك محمد وقد اخرجنا وطردنا وأزعجنا عن حرم جدّنا وتعدّت بنواُمية علينا»[2]

خدایا! بے شک ہم تیرے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت ہیں جبکہ ہمیں دربدر اور ہمارا تعاقب کیا جارہا ہے تاکہ ہم اپنے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم سے نکل جائیں اور بنوامیہ نے ہم پر ظلم کیا ہے۔

یہ تمام امور و موارد اس بات پر شاہد و گواہ ہیں کہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام مدینہ سے مکہ کی طرف حرکت اور مکہ سے عراق کی طرف روانگی اور راستہ میں جو واقعات رونما ہوئے اور اس سلسلہ میں یزید کی حکومت کا سید الشہداء علیہ السلام کے ساتھ تمام سلوک و برتاؤ پہلے سے طے شدہ منصوبہ و پروگرام کے مطابق تھا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امام حسین کی شہادت کی خبر دینا

شیعہ و سنی محدثین نے امام حسین کی شہادت کو تواتر کے ساتھ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«لقد دخل على البيت ملك لم يدخل على قبلها فقال لى: أنّ ابنك هذا-حسين- مقتول. وان شئت أريتك من تربة الأرض الّتى يقتل بها»[1]

۱۔ البدایۃ والنہایۃ: ۸/۱۷۸؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴/۲۱۱؛ سیر اعلام النبلاء: ۳/۲۹۷۔

۲۔ بحارالانوار: ۴۴/۳۸۳۔

مجھ پر ایک ایسا فرشتہ نازل ہوا جو پہلے کبھی نازل نہیں ہوا تھا اس نے مجھے کہا: بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند یعنی امام حسین کو لوگ شہید کریں گے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے ہیں تو میں ان کے مقام شہادت کی خاک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھلا دیتا ہوں۔

حافظ ہیثمی اس حدیث کی سند صحیح ہونے کی وضاحت کرتے ہیں۔ طبرانی نے بھی معتبر سلسلہ سند سے رسول خدا سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«أخبرنی جبریل: أنّ هذا یقتل بأرض العراق للحسین فقتلت لجبریل ارنی تربة الارض التی یقتل بها فهذه تربتها»[۲]

حضرت جبرائیل نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ حسین عراق میں شہید کئے جائیں اور یہ اس سرزمین کی تربت ہے۔

لہٰذا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول متواتر روایات کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امام حسین کی شہادت لوگوں کو یاد دلاتے تھے تاکہ جو شخص سید الشہداء علیہ السلام کو ایسی حالت میں پائے تو وہ ان کی مدد و نصرت کرے۔

انس بن حارث کہتا ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«انّ ابنی هذا -یعنی الحسین- یقتل بأرض یقال لها کربلا فمن شهد ذلك منکم فلینصره»[۳]

۱۔ مسند احمد:۶/ ۲۹۴؛ مجمع الزوائد:۹/ ۱۸۷؛ تاریخ مدینہ دمشق:۱۴/ ۱۹۳؛ میزان الاعتدال:۱/ ۱۳۔

۲۔ المعجم الکبیر : ۳/ ۱۰۹، ۱۱۰، شمارہ ۲۸۲۱؛ المستدرک علی الصحیحین: ۴/ ۳۹۸؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴/ ۱۹۲؛ سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۲۹۸؛ البدایۃ والنہایۃ: ۶/ ۲۵۷ اور دوسرے مآخذ۔

۳۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴/ ۲۲۴؛ البدایۃ والنہایۃ :۸/ ۲۱۷؛ اسد الغابہ :۱/ ۱۲۳؛ الاصابہ:۱/ ۲۷۱؛ الخصائص الکبری : ۲/ ۱۲۵؛ کنز العمال: ۱۲/ ۱۲۶؛ الکامل فی التاریخ:۱/ ۹۹ اور دوسرے مآخذ۔

تحقیق میرے فرزند حسین کو سرزمین کربلا پر شہید کریں گے تم میں سے جو شخص ان کو دیکھے ضرور ان کی مدد کرے۔

کتاب خصائص الکبری کے حصہ معجزات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ مطلب نقل ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعہ کے بارے میں خبر دی اور یہ واقعہ بعد میں اسی طرح رونما ہوا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دینا

امیر المومنین سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

لوگ حضرت امام حسین کو شہید کریں گے اور بے شک میں ان کے شہید ہونے والی سرزمین کی خاک کو پہچانتا ہوں وہ ایسی جگہ ہے جو دو نہروں کے نزدیک ہے۔[۱]

ہیثمی نے کتاب مجمع الزوائد میں اس حدیث کے راویوں کی صداقت کا اعتراف کیا ہے۔[۲]

ایک دوسری روایت میں منقول ہے کہ جنگ صفین سے لوٹتے وقت جب حضرت امیر المومنین علی نے کربلا کو عبور کیا تو حضرت امام حسین سے فرمایا:

«صبراً یا أبا عبد الله»[۳]

پس ان پیشگوئیوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کس طرح لوگ اپنے آپ کو شیعہ خیال کرتے ہیں اور ان حقائق کا انکار کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ لوگ سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت سے بے خبر تھے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ خود سید الشہداء علیہ السلام یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ شہادت کے درجہ پر فائز ہوں گے

۱۔ المعجم الکبیر: ۳/۱۱۱، حدیث: ۲۸۲۴؛ المصنف: ۷/۲۷۶۔

۲۔ مجمع الزوائد: ۹/۱۹۰۔

۳۔ بحار الانوار: ۴۴/۲۵۲؛ کمال الدین و تمام النعمۃ: ۵۳۳؛ الدّر النظیم: ۵۳۹۔

ایسے افراد کو کیا کہا جائے اور ان افراد کا کیا حکم ہے وہ واقعہ کربلاء جس کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج جانتی تھیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عورتوں کے علاوہ دوسری خواتین بھی گھروں میں اس واقعہ سے باخبر تھیں۔

البتہ عبداللہ بن عمر جیسے شخص پر تعجب کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس نے پہلے دن سے ہی اپنے آپ کو حکومت کے ہاتھوں فروخت کردیا اور حکومت یزید کے ساتھ معاملہ وتعاون کے سلسلہ میں اس کا طریقہ وروش ہی افکار وعقائد کا سرچشمہ قرار پایا جیسا کہ آج تک اہل سنت کے درمیان یہ فکر رائج ہے کہ حاکم کے خلاف قیام نہیں کرنا چاہیے۔

وہ کہتا تھا کہ جس وقت لوگوں نے بیعت کرلی تو ہمیں بھی لوگوں کی رائے کا تابع ہونا چاہیے اور یہ عمل ایک فکر میں تبدیل ہوا اور آج کئی صدیاں گزرنے کے بعد بھی ایک گروہ عبداللہ بن عمر کی پیروی کرتا ہے اور سید الشہد علیہ السلام کے خروج اور ان کی شہادت کو غیر شرعی خروج وقیام تصور کرتا ہے۔

اس نے اسلام کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے یہ وہ شخص ہے جو امیر المومنین علی کی بیعت کے لئے حاضر نہ ہوا اور کچھ مدت کے بعد اپنے نظریہ وفکر کو تبدیل کرلیا اور مال ودولت وسکوت کے ذریعہ اس نے بڑی آسانی سے اپنے دین کو دنیا کے بدلہ فروخت کردیا اور اسی ظاہری فریب اور مقدس نما چہرہ کے ساتھ سید الشہداء علیہ السلام کو کہتا ہے تم اپنے نانا کی مانند ہو، وہ دنیا کے طالب نہیں تھے۔(۱)

جو کچھ بیان ہوا وہ اسلام کی حفاظت اور بقاء دین کے سلسلہ میں سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت اور ان کے ساتھ خاندان اہل بیت اور مسئلہ اسیری کے اثرات کے متعلق مختصر بحث تھی۔ جیسا کہ بعض مجالس ومحافل میں یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام کے واقعات، سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کے مرہون منت ہیں یہ ایک حقیقت ہے کیونکہ اس واقعہ کا اثر دین کی بقاء اور اس واقعہ کا اختتام، یزید اور یزیدیوں کی حکومت کے خاتمہ پر ہوتا ہے۔

واضح سی بات ہے کہ بنوامیہ اس لئے برسر اقتدار نہیں آئے تھے کہ جلدی حکومت سے دستبردار ہوجائیں ان کے پاس ایسے منصوبے تھے کہ جن کی بدولت ان کی حکومت کا آسانی سے خاتمہ ممکن نہیں تھا کیونکہ انہوں نے اسلام کے نام پر حکومت قائم کی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ سید الشہداء کی برکت سے اسلام کو بقاء نصیب ہوئی ہے۔

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴/ ۲۰۸۔

اس سے پہلے بھی بیان کیا جاچکا ہے کہ جب امام حسین کی شہادت اور اہل بیت عصمت وطہارت کی اسیری کی خبر یزید تک پہنچی تو وہ ابتداء میں بہت خوشحال ہوا اور اس نے ابن زیاد کی بہت زیادہ تکریم کی اور اسے بلند مقام عطا کیا لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد لوگوں نے یزید پر لعنت کرنا شروع کردی بلکہ بقول جلال الدین سیوطی معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ لشکر کے سپاہیوں نے اس پر لعن وطعن شروع کردی۔

سید الشہد علیہ السلام کی طرف بھیجے جانے والے خطوط

گزشتہ تحقیقی گفتگو کی روشنی میں اب ہم حضرت سید الشہد علیہ السلام کو دعوت دینے کے سلسلہ میں اہل کوفہ کے کردار پر بحث کریں گے۔

شیخ مفید کتاب الارشاد میں اس طرح روایت نقل کرتے ہیں کہ کوفہ میں سلیمان بن صرد کے گھر پر ایک میٹنگ ہوئی۔ سلیمان نے اہل کوفہ کی نامی گرامی شخصیات کو مدعو کیا اور اس نے ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

«ان معاويه قد هلك و ان حسينا قد تقبض على القوم ببيعته، وقد خرج الى مكه، وأنتم شيعته وشيعة ابيه فان كنتم تعلمون انكم ناصروه ومجاهدوا عدوّه فاعلموه ان خفتم الفشل والوهن فلا تغروا الرجل فى نفسه»[1]

معاویہ ہلاک ہوچکا ہے اور امام حسین نے یزید کی بیعت نہیں کی ہے اور وہ مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوچکے ہیں تم لوگ ان اور ان کے والد گرامی کے شیعہ ہو۔ اگر تم لوگ ان کی نصرت ومدد کرسکتے ہو اور حقیقی طور پر ان کی مدد اور ان کے دشمن سے جہاد کروگے۔

۱۔ الارشاد: ۲/۳۶؛ تاریخ طبری: ۴/۲۶۱۔

توپھر انہیں خط لکھواور اگر تم ان کی نصرت نہیں کرسکتے ہوتوپھر انہیں دعوت بھی نہ دو سلیمان نے تمام شخصیات پر اتمام حجت کردی کہ اگر تم سید الشہداء علیہ السلام کے دشمن کے ساتھ جنگ وجہاد کی طاقت رکھتے ہوتو انہیں خط لکھ کر دعوت دواور دوسری صورت میں کسی قسم کا اقدام نہ کرو۔

انہوں نے جواب دیا،ہم انہیں دعوت دیں گے اور ان کے دشمن کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے اپنی جان ان کی راہ میں نچھاور کردیں گے۔

سلیمان نے خط اس مضمون میں لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

للحسين بن على عليهما السلام من سليمان بن صرد والمسيب بن نجبة ورفاعة بن شدّاد وحبيب بن مظاهر وشيعته من المؤمنين والمسلمين من أهل الكوفة:

سلام عليك، فانّا نحمد اليك الله الّذى لا اله الاّ هو.

أمّا بعدُ! فالحمد لله الّذى قصمَ عدوّك الجبّار العنيد، الّذى انتزى على هذه الأُمّة فابتزّها أمرها، وغصبها فيئَها وتأمّر عليها بغير رضى منها، ثمّ قتل خيارها واستبقى شرارها، وجعل مال الله دولةً بين (جبابرتها وأغنائها)، فبُعداً له كما بعدت ثمود. انّه ليس علينا امام، فأقبل لعلّ الله أن يجمعنا بك على الحق. والنعمان بن بشير فى قصر الامارة،

لسنا نجمّعُ معه فی جمعة ولانخرج معه الی عید، ولوقد بلغنا انّك أقبلت الینا أخرجناه حتّی نلحقه بالشّام ان شاء الله.[۱]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ، رفاعۃ بن شداد، اور حبیب بن مظاہر... کی طرف سے حسین بن علی کے لئے خط، خدا کا شکر کہ معاویہ ہلاک ہوا... اے حسین! ہمارے پاس تشریف لایئے تاکہ ہم آپ کے ذریعہ حق کے گرد جمع ہوجائیں... نعمان بن بشیر کوفہ اور حکومتی محل میں حکومت کی طرف سے ولایت کے عہدہ پر فائز ہے۔ ہم اس کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتے اور نماز جمعہ و عید میں بھی شرکت نہیں کرتے ہیں...

یہ ان کے خط کا خلاصہ تھا انہوں نے یہ خط عبداللہ بن مسمع ہمدانی اور عبداللہ بن وال[۲] نامی افراد کے ذریعہ روانہ کیا، تحقیق کی بناء پر یہ خط فقط ذکر شدہ چار افراد کے دستخطوں کے ساتھ کتابوں میں ذکر ہوا ہے۔

اس خط کو ارسال کرنے کے تھوڑے عرصہ بعد چند افراد قیس بن مسہر صیداوی، عبدالرحمان بن عبداللہ ارجبی اور عمارہ بن عبداللہ سلولی کو نمائندہ بنا کر آنحضرت کے پاس بھیجا گیا۔

دو یا تین دن بعد انہوں نے ایک اور خط لکھا جسے انہوں نے ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ذریعہ آنحضرت کی طرف روانہ کیا۔ اسی دوران ۶ افراد پر مشتمل گروہ نے علیحدہ طور پر حضرت سید الشہدعلیہ السلام کو ایک خط لکھا جن کے نام درج ذیل ہیں:

شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث بن روید، عزرۃ بن قیس، عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمیر تمیمی۔

۱۔ الارشاد: ۲/ ۳۶۔

۲۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ اسماء قابل توجہ ہیں کیونکہ آئندہ تحقیقی گفتگو میں یہ نام مورد استفادہ قرار پائیں گے۔

امام حسین علیہ السلام کا کوفہ کے شیعوں کو جوابی خط

امام حسین نے کوفہ کے شیعوں کے خط کا جواب درج ذیل عبارت میں دیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أمّا بعد، فانّ هانئاً و سعیداً قدما علی بکتبکم و أنا باعث الیکم أخی و ابن عمّی و ثقتی من أهل بیتی مسلم بن عقیل فان کتب الی انّه قد اجتمع رأی ملأکم و ذوی الحجی و الفضل منکم علی مثل ماقدمت به رسلکم و قرأت فی کتبکم فانّی أقدم الیکم...

بخشنے والے مہربان خداوند عالم کے نام سے ابتداء کرتا ہوں

ہانی اور سعید تمہارے خطوط لیکر آئے ہیں اور میں بھی آپ کے مقصد کی طرف متوجہ ہو چکا ہوں۔ چنانچہ میں اپنے اہل بیت علیہم السلام میں سے قابل اعتماد چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں تاکہ تمہارے حالات سے مجھے آگاہ کرے۔ پس اگر میرا نمائندہ تمہارے اجتماع کا مشاہدہ کرے اور مجھے بتلائے تو اس وقت میں تمہاری طرف رخت سفر باندھوں گا۔[1]

قابل توجہ بات یہ ہے کہ خطوط پہنچے اور سید الشہداء علیہ السلام کی خدمت میں کئی افراد کے آنے جانے کے باوجود آنحضرت کو اطمینان نہیں تھا اور اس وجہ سے انہوں نے حضرت مسلم کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔

حضرت سید الشہد علیہ السلام نے اپنی روانگی سے پہلے ہر مناسب موقع اور ہر شخص کے سامنے دو چیزوں کی یاد دہانی اور اس کو بیان فرمایا:

۱۔ میرا یہ وظیفہ و ذمہ داری ہے کہ میں اس راستہ کو ہر صورت میں اختیار کروں۔

۱۔ الارشاد: ۲/ ۳۹؛ تاریخ طبری: ۴/ ۲۶۲؛ الاخبار الطول، ۲۳۰؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۲۱؛ الفتوح: ۵/ ۳۰؛ مقاتل الطالبین: ۶۳؛ تاریخ ابن خلدون، ۳: ۲۲؛ نہایۃ الارب: ۲۰/ ۲۴۱ اور دوسرے مآخذ۔

۲۔ میں قتل کردیا جاؤں گا۔

یہ مطلب مختلف الفاظ اور گوناگوں مراحل میں بیان ہوئے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت نہیں جانتے تھے اور انہیں اپنی شہادت کے بارے میں معلوم نہیں تھا ایسا شخص یا تو جاہل ہے یا پھر خود غرض ہے۔

تاریخ الاسلام ذہبی، معجم الکبیر طبرانی، الطبقات الکبری ابن سعد، البدایہ والنہایہ ابن کثیر، الفتوح ابن اعثم، الکامل فی التاریخ ابن اثیر، تاریخ طبری اور مقتل الحسین خوارزمی جیسی کتابوں میں امام حسین کے کلام کا ملاحظہ کرتے وقت ہمیں معلوم ہوگا کہ آنحضرت ہمیشہ فرماتے تھے! مجھے اپنی شہادت کا علم ہے اور میرا وظیفہ عراق کی طرف روانہ ہونا ہے۔

امام حسین کے فرمودات کی عبارات کا متن کچھ اس طرح ہے ایک مقام پر آپ نے فرمایا:

«لأن اقتل بمکان کذا و کذا أحب الی أنّ تستحلّ بی یعنی مکّة»[۱]

مکہ کی سرزمین پر میرا خون بہانے کی بجائے کسی اور مقام پر مجھے شہید کردیا جانا زیادہ پسند ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

«لان أقتل خارجاً منها بشبرٍ أحبّ الی من أن اقتل منها خارجاً منها بشبر وأیم الله، لو کنت فی جحر هامة من هذه الهوام لا ستخرجونی حتّی یقضوا بی حاجتهم والله لیعتدنّ علی کما اعتدت الیهود فی السّبت»[۲]

۱۔ ترجمہ الامام الحسین علیہ السلام من طبقات ابن سعد: ۶۰؛ تاریخ الاسلام: ۵/۱۰۶؛ مجمع الزوائد: ۹/۱۹۲؛ المعجم الکبیر: ۳/۱۲۰، حدیث ۲۸۵۹؛ المعرفۃ والتاریخ: ۱/۲۹۱؛ سیر اعلام النبلائ: ۳/ ۲۹۲، تہذیب الکمال: ۶/ ۴۲۰-۴۲۱؛ دوسری کتابیں ان میں ہیثمی صاحب مجمع الزوائد اور کتاب تاریخ الاسلام کے محقق کہتے ہیں کہ اس روایت کے راوی صحیح ہیں۔

۲۔ رجوع کریں، الکامل فی التاریخ: ۴/۳۸؛ تاریخ طبری: ۴/۲۸۹۔

خدا کی قسم! مجھے ایک بالشت کی مقدار میں مکہ کی حدود کے اندر شہید ہونے کی نسبت مکہ کی حدود سے ایک بالشت باہر مارا جانا زیادہ پسند ہے۔

اور خدا کی قسم! میں جس قدر بھی پوشیدہ مقام پر ہوتا تو یہ لوگ مجھے وہاں سے نکال کر اپنا مقصد پورا کر لیتے۔

خدا کی قسم انہوں نے مجھ پر کیسا ظلم و ستم کیا ہے جیسا کہ یہود نے ہفتہ کے دن کے سلسلہ میں کیا تھا۔ایک دوسرے قول میں یوں فرمایا:

«و اللہ لا یدعونی حتی یستخرجوا ھذہ العلقه من جوفی»[۱]

خدا کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مجھے نہیں چھوڑیں گے جب تک یہ میرا دل باہر نہ نکال لیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

«انّی رأیت رؤیا و رأیت فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیه واله و أمرنی بأمر، أنا ماضٍ له ولست بمخبرٍ بھا حتّی أُلاقی عملی»[۲]

میں نے خواب میں اپنے جدامجد کو دیکھا ہے اور انہوں نے مجھے ایک امر بجالانے کا حکم دیا ہے اور میں اس امر کو بجالانے والا ہوں اور میں اس امر کی فقط خبر نہیں دے رہا بلکہ اسے عملی جامہ پہنائوں گا۔

اور ایک مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں:

«لابدلی اذاً من مصرعی»

مجھے ہر صورت میں اپنے مقتل گاہ تک پہنچنا چاہیے۔

۱۔ الارشاد: ۲/ ۷۶؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۳۹؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴/ ۲۱۶؛ تاریخ طبری: ۴/ ۲۹۶؛ البدایۃ ولنہایۃ: ۸/ ۱۸۳۔

۲۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴/ ۲۰۹؛ تہذیب الکمال: ۶/ ۴۱۸؛ تاریخ الاسلام: ۵/ ۹؛ البدایۃ و النہایۃ: ۸/ ۱۷۶؛ ترجمہ الامام الحسین علیہ السلام من طبقات ابن سعد: ۵۹؛ ترجمہ الامام الحسین علیہ السلام من کتاب بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ۱۱۷۔

یہ جملہ الطبقات الکبری، سیر اعلام النبلاء، تاریخ مدینہ دمشق، البدایہ والنہایہ ابن کثیر اور تاریخ حلب جیسی کتابوں میں ذکر ہوا ہے۔[۱]

دوسرے مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

«مهما يقض الله من أمر يكن»[۲]

واقع ہونے والے امر کے بارے میں خدا فیصلہ کرے گا۔

امام حسین علیہ السلام سے جب یہ پوچھا گیا کہ آپ مکہ سے نکلنے کے سلسلہ میں عجلت سے کیوں کام لے رہے ہیں آپ نے جواب میں فرمایا:

«لولم أعجل لأُخذت»[۳]

اگر میں جلدی نہ کروں تو وہ مجھے گرفتار کرکے قتل کردیں گے۔

ایک دوسرے مقام پر ایک شخص نے خیر خواہی کے خیال سے آنحضرت سے عرض کی: آپ کوفہ کی طرف نہ جائیے انہوں نے آپ کے والد گرامی کو شہید کیا اور آپ کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ تو امام علیہ السلام نے جواب دیا:

«انّه ليس يخفى على الرأي ما قلت و رأيت ولكن الله لا يغلب على أمره»[۴]

۱۔ اس موضوع پر تحریر کرنے والے نے تاریخ حلب سے استفادہ کیا ہے۔ جس میں ہے ایک مورد یہ ہے کہ جنہوں نے سید الشہداء علیہ السلام کے بدن مبارک کو گھوڑوں سے پامال کیا وہ دس افراد تھے اور سب کا تعلق شام سے تھا اوران میں سے ایک بھی کوفی نہیں تھا۔

۲۔ ترجمہ الامام الحسین علیہ السلام من طبقات سعد:۵۸؛ سیر اعلام النبلائ:۳/۲۹۷؛ تاریخ مدینہ دمشق:۱۴/۲۰۹؛ البدایہ والنہایہ: ۸/ ۱۷۶؛ ترجمہ امام حسین علیہ السلام من کتاب بغیۃ الطلب، تاریخ حلب:۱۱۶- ۱۲۰۔

۳۔ تاریخ طبری : ۴/۲۹۰؛ الارشاد:۲/۶۷؛ بحار الانوار:۴۴/ ۳۶۵؛ البدایہ والنہایہ : ۸/۱۸۰۔

۴۔ الکامل فی تاریخ :۴/ ۴۳؛ البدایہ والنہایہ : ۸/۱۸۵؛ تاریخ طبری :۴/۳۰۱۔

جو کچھ تم کہہ رہے ہو اور جو تم نے دیکھا ہے وہ مجھے معلوم ہے لیکن تقدیر الٰہی پلٹنے والی نہیں ہے۔

یہ کلام کتاب الکامل فی التاریخ ابن اثیر، البدایہ والنہایہ اور تاریخ طبری میں ذکر ہوا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کون سا ایسا شیعہ ہے جو ان کلمات پر اعتراض کرے حالانکہ غیر شیعہ اور وہ افراد جن کا ولایت و معرفت اہل بیت کے ساتھ کوئی سروکار نہیں انہوں نے ان مطالب کو دوسری اور تیسری صدی میں نقل کیا ہے۔

کتاب کامل الزیارات ایک شیعہ کتاب ہے میں تحریر ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

«لان اقتل بینی وبین الحرم باع أحب الی من أن أقتل وبینی وبینه شبر ولأن أقتل بالطّف أحبّ الی من أن اقتل بالحرم»[1]

میرے اور حرم کے درمیان ہاتھ بھر کا فاصلہ پر قتل ہونا مجھے زیادہ پسند ہے۔ بجائے اس کے میرے اور حرم کے درمیان بالشت کا فاصلہ ہو۔ اور مجھے زیادہ عزیز ہے کہ حرم کی بجائے صحرا میں قتل ہو جاؤں۔

امام حسین نے مکہ مکرمہ سے روانگی کے بعد بھی اس سلسلہ میں گفتگو فرمائی جب راستہ میں ایک شخص کی آپ سے ملاقات ہوئی اور اس نے آپ کو سفر کرنے سے منع کیا سید الشہداء علیہ السلام نے اس کے جواب میں اس طرح فرمایا:

«لایخفی علی شیء ممّا ذکرت ولکنی صابر و محتسب الی ان یقض الله امراً کان مفعولاً»[2]

جس چیز کا تو نے ذکر کیا ہے وہ مجھ پر مخفی نہیں ہے لیکن میں صبر کروں گا اور اس بات کو خداوند عالم کے سپرد کروں گا کہ وہ وقوع پذیر ہونے والے امر کے سلسلہ میں فیصلہ کرے۔

۱۔ کامل الزیارات: ۱۵۱، حدیث ۱۸۲؛ بحار الانوار: ۴۵/ ۸۵، حدیث ۱۶۔

۲۔ الفصول المہمۃ: ۲/ ۸۰۸ (حضرت سید الشہدا علیہ السلام کا عراق کی طرف سفر کے باب میں)

نامہ نگاروں کی سازش

حضرت سید الشہداء علیہ السلام جن دو مطالب کو ہمیشہ بیان کرتے تھے ان میں سے ایک کا ذکر یوں فرماتے تھے: جن لوگوں نے مجھے خط لکھے ہیں وہی مجھے قتل کریں گے۔ حضرت نے ایک بار فرمایا:

«ما کتب الی من کتب الا مکیدة لی و تقرّباً الی ابن معاویة»[۱]

مجھے فقط دھوکہ و فریب دینے کے لئے خط لکھے گئے تاکہ میں فرزند معاویہ کے نزدیک آجائوں اور جب حضرت سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ اپنے ہمراہ اہل و عیال کو کیوں لیکر جارہے ہیں تو آپ نے جواب فرمایا:

«ما أری الا الخروج بالاهل والولد»[۲]

میرے سامنے اہل و عیال کے ساتھ خروج کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

ایک دوسرے مقام پر حضرت سید الشہداء نے تاکید کے ساتھ فرمایا:

«اعلم علماً ان هناك مصرعی وهناك مصارع أصحابی لاینجو منهم الاّ ولدی علی»[۳]

میں قطعی طور پر جانتا ہوں کہ بے شک وہ میری اور میرے اصحاب کی قتل گاہ ہے اور میرے فرزند علی کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہے گا۔

جی ہاں! حقیقت تو یہ ہے کہ امام حسین یہ جانتے تھے کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام کے علاوہ کوئی باقی نہیں بچے گا پھر کیوں اپنے اس علم کے باوجود آنحضرت، بچوں اور عورتوں کو اپنے ساتھ لے گئے

حضرت نے اس سوال کا جواب یوں دیا:

۱۔ انساب الاشرف: ۳/ ۱۸۵۔

۲۔ الاخبار الطوال: ۲۴۴۔

۳۔ دلائل الامامة: ۱۸۲؛ بحار الانوار: ۴۴/ ۳۶۴؛ نوادر المعجزات: ۱۰۷؛ اللهوف: ۳۹۔

«ان اللہ قد شاء ان یراھن سبایا»[1]

خداوندعالم کی مشیت یہ ہے کہ وہ انہیں اسیری کی حالت میں دیکھے۔

راستہ میں معروف شاعر فرزدق کی آنحضرت سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ سلام وآداب کے بعد حضرت کی خدمت میں عرض کرتا ہے: کوفہ کے حالات مناسب نہیں ہیں۔

امام حسین نے اس کے جواب میں فرمایا:

«صدقت، للہ الامر واللہ یفعل مایشاء وکلّ یوم ربنا فی شأن»[2]

تونے سچ کہا ہے۔ تمام امور کی باگ ڈور خداوندعالم کے ہاتھ میں ہے وہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے اور ہمارے پرورگار کی ہر روز ایک مشیت ہوتی ہے۔

جی ہاں! امام حسین جانتے تھے اور اس وجہ سے انہوں نے فرزدق سے فرمایا تھا۔

اور ایک دوسرے شخص سے اس طرح فرمایا:

«انی رأیت رؤیا و رأیت فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وأمرنی بأمر...»

میں نے عالم رؤیا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے جنہوں نے مجھے ایک حکم دیا ہے...

امام حسین نے دوران راستہ ایک خط "قیس بن مسہر" کے ذریعہ اہل کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ اس وقت شہر کوفہ کے تمام حصے اور اس تک پہنچنے والے تمام راستے حکومتی سپاہیوں کی شدید نگرانی میں تھے۔

۱۔ اثبات الوصیۃ: ۱۲۶، اللھوف: ۶۳، بحار الانوار: ۴۴/ ۳۶۴۔

۲۔ تاریخ طبری: ۴/ ۲۹۰؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۴۰؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۱۸۰۔

کوئی شخص شہر میں اپنی شناخت کروائے بغیر داخل یا خارج نہیں ہو سکتا تھا۔ ان حالات میں قیس بن مسہر، شام کے سرکردہ اور معاویہ و یزید کے بہت بڑے طرف دار حصین بن نمیر کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے لیکن تفتیش کے دوران جب انہوں نے ان سے وہ خط لینے کی کوشش کی تو قیس نے اسے پارہ پارہ کر دیا انہوں نے پوچھا کہ تم نے خط کو پارہ کیوں کیا ہے

انہوں نے جواب دیا:

میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ اس خط کے مضمون اور یہ کہ یہ خط کس کو لکھا گیا ہے مطلع ہو جاؤ...

ان کو ابن زیاد کے پاس بھیجا گیا۔ ابن زیاد نے انہیں حکم دیا کہ منبر پر اور لوگوں کے سامنے امیر المومنین اور سید الشہداء پر (نعوذ باللہ) لعن و طعن کرے۔

انہوں نے قبول کر لیا اور جب منبر پر گئے تو اس طرح کہنے لگے:

اے لوگوں! بے شک حسین بن علی فرزند زہراء ہیں اور وہ سب لوگوں سے افضل و بہتر ہیں اور میں ان کا ایک قاصد ہوں... انہوں نے اپنی گفتگو کے دوران زیاد اور عبید اللہ بن زیاد پر لعنت کی اور حضرت امیر المومنین پر درود و سلام بھیجا چنانچہ انہیں دار الامارہ لے جایا گیا اور دار الامارۃ کی چھت سے نیچے گرا کر شہید کر دیا گیا۔[1]

واضح سی بات ہے کہ قیس بن مسہر کی داستان، واقعہ عاشورہ کے مسلم واقعات میں سے ہے۔

راہ کوفہ اور امام حسین علیہ السلام کی پیشگوئی

راستہ کے دوران سید الشہداء ایک ایسی منزل پر پہنچے کہ جہاں ایک شخص کے ساتھ کوفہ کی طرف روانگی سے متعلق گفتگو ہوئی۔ اس شخص نے کوفہ کی طرف جانے کے سلسلہ میں اپنی رائے کا اظہار کیا اور حضرت کو اس سفر سے منع کیا۔

اور حضرت فرماتے ہیں اے بندہ خدا! صحیح کام مجھ پر مخفی نہیں ہے اور امر الٰہی تبدیل نہیں ہوتا ہے۔

اس وقت آپ نے اپنے قلب مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

۱۔ الاشاد: ۲/ ۷۱؛ تاریخ طبری: ۴/ ۲۹۷۔

«واللہ لایدعونی حتی یستخرجوا ھذہ العلقة من جوفی فاذا فعلوا سلّط علیھم من یذلّھم»[۱]

خدا کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مجھے نہیں چھوڑیں گے جب تک میرا دل باہر نہ نکال لیں اور جب یہ اس جرم کا ارتکاب کریں گے تو خداوند عالم اس کی سزا کے طور پر ان پر ایسا شخص مسلّط کرے گا جو انہیں ذلیل ورسوا کرے گا...

ابن قولویہ رحمۃ اللہ نے کتاب کامل الزیارات میں اس طرح روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت سید الشہداء "عقبہ البطن" نامی مقام پر پہنچے تو اپنے اصحاب سے فرمایا:

ما أرانی الا مقتولا،

میں اپنے کو مقتول دیکھ رہا ہوں

قالوا: وماذاك یا اباعبد اللہ

اصحاب نے کہا اے اباعبداللہ! کیا بات ہے

قال: رؤیا رأیتھا فی المنام،

فرمایا یہ خواب ہے جسے میں نے عالم رؤیا میں دیکھا ہے۔

قالوا: وماھی

انہوں نے پوچھا وہ خواب کیا ہے

قال: رأیت کلابا تنھشنی اشدھا علی کلب ابقع[۱]

۱۔ الارشاد: ۲/۷۶؛ الکامل فی التاریخ: ۴/۳۹ اور دوسرے مآخذ۔

میں نے کتے دیکھے ہیں جو مجھ پر حملہ آور ہیں۔

امام حسین نے راستہ کے دوران کئی بار واقعہ کربلاء کی خبر دی اور جب میدان کربلاء کے نزدیک پہنچے تو درج ذیل اشعار پڑھے:

سأمضی وما بالموتِ عار علی الفتی — اذا مانوی خیراً وجاهد مسلما

و واسی رجالاً صالحین بنفسه — و خالف مثبوراً و فارق مجرما

فان عشت لم اندم وان متّ لم أُلم — کفی بك ذلاً أن تعیش وترغما[۲]

میں آگے بڑھ رہا ہوں اور اس نوجوان کو موت پر کوئی ننگ وعار نہیں کیونکہ جب اس کی نیت اچھی اور اسلام کی حالت میں جہاد کر رہا ہے صالح مرد اپنے نفس وجان کے ذریعہ مواسات کرتے ہیں اور ثابت قدم رہ کر مقابلہ کرتے ہوئے مجرم کا قلع قمع کرتے ہیں۔ پس اگر میں زندہ رہوں تو مجھے کوئی ندامت نہیں اور اگر میں مارا جائوں تو مجھ پر کوئی ملامت نہیں۔ تیری ذلت کے لئے اتنا کافی ہے کہ تو ذلیل و مجبور ہو کر زندگی بسر کرے۔

علامہ مجلسی کہتے ہیں: جس وقت امام حسین کربلاء پہنچے تو آپ نے پوچھا:

«أهذا کربلاء»

کیا یہ کربلاء ہے۔

«قالوا له نعم»

۱۔ کامل الزیارات: ۱۵۷۔

۲۔ الارشاد: ۲/ ۸۱؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۴۹؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۱۸۷؛ تاریخ طبری: ۴/ ۳۰۵۔

لوگوں نے جواب دیا:

جی ہاں! اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

«فقال هذا موضع كرب وبلا ،هاهنا مناخ ركابنا ومحط رحالنا ومقتل رجالنا ومسفك دمائنا»[۱]

آپ نے فرمایا: یہ سختی و مصیبت کی جگہ ہے۔ یہاں ہماری سواریاں پڑاؤ ڈالیں گی اور یہ ہماری منزل گاہ اور ہمارے مردوں کی قتل گاہ اوران کے خون بہنے کی جگہ ہے۔

شہر کوفہ کی ساخت وبناوٹ پر ایک نظر

کوفہ اوراس کے لوگوں کی تاریخ کے متعلق کی گئی تحقیق کے مطابق یہ نتیجہ حاصل ہوا ہے کہ شہر کوفہ ایک حساس علاقہ تھا۔ یہ شہر اور تمام عراق عمر کے زمانہ میں سعد بن ابی وقاص کے ذریعہ فتح ہوا اور کوفہ اقتصادی اور فوجی لحاظ سے خاص اہمیت کا حامل تھا، عراق کے مختلف علاقوں حجاز و یمن سے لوگ ہجرت کر کے یہاں مقیم ہوئے تھے۔

کوفہ میں مختلف قبائل کے لوگ زندگی بسر کرتے تھے لیکن مذہبی لحاظ سے وہاں تشیّع کا باقاعدہ آغاز دوسری و تیسری صدی سے ہوا۔ کوفہ کی موجودہ شیعیت اسی زمانہ سے ہے اور پہلی صدی میں جو شیعہ وہاں موجود تھے وہ آج کے شیعوں کی مانند نہیں تھے۔

شیعہ اور تشیّع کی اصطلاح

قابل توجہ بات یہ ہے کہ لفظ شیعہ و تشیّع کے لئے دو قسم کی اصطلاح موجود ہے۔

۱۔ مقتل الحسین علیہ السلام (خوازمی): ۱ /۲۳۷؛ بحارالانوار: ۴۴ /۳۸۳۔

۱۔ پہلی اصطلاح کے مطابق شیعہ وہ ہے جو اہل بیت کا محب ہو اور اس کے ساتھ ساتھ شیخین کی خلافت کا بھی معتقد ہو۔ اس زمانہ کے کچھ اہل کوفہ، حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو عثمان سے افضل سمجھتے تھے لیکن آنحضرت کی شیخین پر افضلیت کے قائل نہیں تھے۔

۲۔ دوسری اصطلاح کہ جس کے ہم سب قائل ہیں اور مشہور بھی یہی اصطلاح ہے کہ:

شیعہ وہ شخص ہے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی جانشینی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اہل بیت علیہم السلام کی امامت پر اعتقاد رکھتا ہو۔ پہلی اصطلاح کے مطابق تشیع پہلی صدی میں رائج تھی۔ اس اصطلاح کا شاہد مسیب بن نجبہ ہے جس نے حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو کوفہ آنے کی دعوت بھی دی تھی، اس کے حالات زندگی میں تحریر کرتے ہیں کہ وہ شیعہ تھا۔ راوی کہتا ہے:

«جالست مسیب بن نجبة الفزاری فی هذا المسجد عشرین سنة وناس من الشیعة کثیر، فما سمعت أحداً منهم یتکلم فی أحدٍ من أصحاب رسول الله صلی الله علیه و آله الاّ بخیر، وما کان الاّ فی علی علیه السلام وعثمان»[1]

میں بیس سال مسیب اور بہت زیادہ شیعوں کے ساتھ اس مسجد میں ہم نشین رہا ہوں اور میں نے شیعان کوفہ کو اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے فقط علیؑ و عثمان کے بارے میں بات کرتے دیکھا ہے۔

جی ہاں! اگر اس وقت کے شیعان کوفہ، صحابہ کے بارے میں گفتگو کرتے تھے تو حضرت علیؑ کی عثمان کی نسبت حقانیت و فضلیت سے متعلق گفتگو ہوتی تھی اور وہ شیخین (ابوبکر و عمر) کی خلافت و جانشین پر کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے۔

اسی نظریہ کی بناء پر جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے کوفہ میں عمر کی ایک بدعت، نماز تراویح کو روکنا چاہا تو شور مچ گیا اور «واعمرا واعمرا واسنة عمراه»[1] کے نعرے بلند ہونے شروع ہوگئے اور اس کے نتیجہ میں امیر

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۵۸/ ۱۹۸، سوانح حیات مسیب بن نجبہ، حدیث نمبر: ۷۴۴۰۔

المومنین علیہ السلام کی حکومت کے زمانہ میں جبکہ کوفہ کے لوگوں نے آنحضرت کی بیعت بھی کرلی تھی اس بدعت کو ترک کرنے پر تیار نہیں ہوئے۔

کیا یہ حقیقی شیعہ تھے ہرگز ایسی بات نہیں ہے۔ یہ لوگ شیعہ نہیں تھے اور اگر انہیں شیعہ کہا جاتا ہے تو وہ اصطلاح اول کی بناء پر ہے۔ جناب امیر علیہ السلام کی جانب سے نماز تراویح کے منع کرنے کی داستان کتاب الکافی میں بھی ذکر ہوئی ہے۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

«واللہ! لقد امرت الناس أن لا یجتمعوا فی شھر رمضان الاّ فی فریضة وأعلمتھم أنّ اجتماعھم فی النوافل بدعة، فتنادی بعض أھل عسکری ممّن یقاتل معی: یا أھل الاسلام! غیرت سنّة عمر...»[۲]

خدا کی قسم! جب میں نے ماہ رمضان میں لوگوں کو یہ حکم دیا کہ نماز جماعت فقط واجب نمازوں میں ممکن ہے اور نماز مستحب کو نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھا جاسکتا اور یہ بدعت ہے تو میرے کچھ سپاہیوں نے یہ شور مچانا شروع کردیا کہ اے اہل اسلام! تم پروائے ہو۔ سنت عمر کو تبدیل کیا جارہا ہے...

اس بناء پر معلوم ہوا کہ کوفہ میں اس وقت کے شیعہ محب اہل بیت تھے لیکن اس کے باوجود شیخین کی خلافت پر اعتقاد رکھتے تھے اور ان میں سے کچھ تو بنوامیہ سے دشمنی بھی رکھتے لیکن انہیں حقیقی شیعہ نہیں کہا جاسکتا ہے۔ سچ تو یہ کہ کوفہ میں حقیقی شیعوں کی بہت کم تعداد تھی۔

حبیب ابن مظاہر، مسلم بن عوسجہ، اور اصبغ بن بناتہ جیسے بہت کم لوگ تھے جو سچے شیعہ تھے اور انہی شیعوں میں سے ایک گروہ کو معاویہ اور ابن زیاد نے شہید کروادیا تھا۔ ہم نے اس سے پہلے

۱۔ وسائل الشیعہ: ۸/ ۴۶، حدیث: ۱۰۰۶۳؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ۱۲/ ۲۸۳۔

۲۔ الکافی: ۸/ ۶۲-۶۳، حدیث: ۲۱۔

واقعہ کربلاء سے قبل شہید ہونے والے افراد کے نام ذکر کئے ہیں۔ دوسری طرف اسی تھوڑی سی تعداد کے مقابلہ میں بنوامیہ کے ساتھی اور پیرکار کوفہ میں بہت زیادہ تھے۔ ان میں سے بہت سے افراد کے ناموں کا ذکر ہو چکا ہے جنہوں نے حجر بن عدی کے قتل پر دستخط کئے تھے ان افراد میں سے درج ذیل ایسے افراد ہیں جو کوفہ کے ممتاز لوگ شمار ہوتے تھے:

حصین بن نمیر، محمد بن اشعث بن قیس، کثیر بن شہاب، خالد بن عرخطہ، ابوبردہ فرزند ابوموسی اشعری، سمرہ بن جندب، یزید بن حارث، حجار بن ابجر اور شمر بن ذی الجوشن۔

اور ایک طرف مسلم بن سعید حضرمی، مسلم بن عمرو باھلی اور عمارۃ بن عقبہ وغیرہ کوفہ میں یزید کے لئے جاسوسی کا کام کرتے تھے۔[۱]

مسلم بن عمرو باھلی وہ شخص ہے جو جناب مسلم کو کہتا ہے:

«أنا من عرف الحقّ اذ أنكرته ونصح لامامه اذغششته، وسمع وأطاع اذ عصيته وخالفت...»[۲]

میں وہ شخص ہوں جو حق کو جانتا ہوں حالانکہ تونے اس کا انکار کیا ہے اور میں نے جس امام کی پیروی کی ہے تونے اس کی مخالفت کی ہے...

ابن عساکر تاریخ مدینہ دمشق میں اس کے حالات زندگی کی وضاحت کے سلسلہ میں یوں رقمطراز ہے:

«كان عظيم القدر عند يزيد»[۳]

۱۔ الاخبار الطوال: ۲۳۱، سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۲۰۱؛ تاریخ طبری: ۴/ ۲۶۴-۲۶۵۔

۲۔ الارشاد: ۲/ ۶۰؛ تاریخ طبری: ۴/ ۲۸۱؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۳۴؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۱۷۲۔

۳۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۵۸/ ۱۱۴، سوانح حیات مسلم بن عمرو بن حصین باہلی، حدیث نمبر: ۷۴۲۶؛ المعارف: ۴۰۶۔

یزید کے نزدیک اس کا مقام بہت بلند و برتر تھا۔

ایسا شخص شہر کوفہ میں مقیم ہے اور بزرگ شخصیات میں اس کا شمار ہوتا ہے۔پس کوفہ میں شیعہ اسی پہلی اصطلاح و معنی کی بناء پر ہے نہ کہ خاص و حقیقی شیعہ۔جو کچھ کوفہ میں باقی ماندہ حقیقی شیعوں پر گزری ہم اس کو بیان کریں گے۔

خوارج

خوارج ایک بڑا فرقہ تھا جو شہر کوفہ میں مقیم تھا۔

اشعث بن قیس، شبعث بن ربعی، عمرو بن حریث اور دیگر افراد اس گروہ کے سرکردہ لوگ تھے۔خوارج کا ایک سرکردہ شخص اشعث ہے جو امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی بیوی جعدہ کہ جس نے آنحضرت کو شہید کیا تھا کا باپ ہے۔ اشعث نے حضرت امیر المومنین کے بارے میں بہت جسارتیں کی ہیں۔کتاب "تنقیح المقال"[1] میں اس کے حالات زندگی میں اس کا ذکر موجود ہے۔

عمرو بن حریث، وہ شخص ہے جو حضرت میثم تمار کے قتل میں ملوث ہے۔تعجب کی بات یہ ہے کہ ان افراد میں سے اکثر اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شمار ہوتے ہیں۔

شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، قیس بن اشعث اور یزید بن الحارث کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے سید الشہد علیہ السلام کو دعوت نامہ ارسال کیا تھا اور آنحضرت کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی لیکن اس کے باوجود یہ لوگ عمر سعد کی فوج کے سربراہ تھے حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے روز عاشورہ انہیں خطاب کر کے فرمایا: «ألم تكتبوا الی»[2] کیا تم لوگوں نے مجھے خطوط نہیں لکھے تھے

ایک نقل کی بناء پر شبث بن ربعی کو حکم دیا گیا کہ آنحضرت کے سر اقدس کو ان کے تن سے جدا کیا جائے تو اس نے جواب میں کہا:

۱۔ تنقیح المقال: ۱/ ۱۴۹۔

۲۔ الاشاد: ۲/ ۹۸؛ تاریخ طبری: ۴/ ۳۲۳؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۱۹۴۔

«انا بایعته ثم غدرت به...»[1]

میں نے اُن کی بیعت کی اور اب اس سے خیانت کر رہا ہوں اور اب تم مجھے حکم دے رہے ہو کہ میں ان کا سرتن سے جدا کروں میں یہ کام نہیں کروں گا....

عمرو بن حجاج زبیدی، ہانی بن عروہ کی زوجہ کا باپ تھا۔ وہ عمر سعد کی فوج کا سردار تھا جس نے کربلاء میں شط فرات کا محاصرہ کیا اور سید الشہداء علیہ السلام کے خیموں تک پانی نہیں جانے دیا۔[2]

عمر بن سعد نے عروہ بن قیس کو حاضر کیا اور حکم دیا کہ نمائندہ کے عنوان سے پیغام لے کر امام حسین تک پہنچائے۔ اس نے جواب دیا: میں نے خط لکھ دیا اور دستخط کر دیئے ہیں اور اس حالت میں ان کے روبرو ہونے کی طاقت نہیں ہے۔[3]

امام حسین علیہ السلام کو خط لکھنے والے گروہ

گزشتہ گفتگو کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سید الشہداء کو دعوت نامہ لکھنے والے گروہ تین قسم کے ہیں:

۱۔ خالص شیعہ جو اقلیت میں تھے۔

۲۔ خارجی جو کوفہ میں زندگی بسر کرتے تھے۔

۳۔ بنوامیہ کے کارندے اور پیروکار۔

ایک طرف کچھ وہ افراد ہیں جن کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ خطوط کو سید الشہداء کی خدمت اقدس میں پیش کریں یا بالمشافہ طور پر آنحضرت کو دعوت دیں۔ جہاں تک ہماری معلومات ہیں ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ الدر النظیم: ۵۵۱۔

۲۔ تاریخ طبری: ۴/ ۳۱۲۔

۳۔ ایضاً: ۴/ ۳۱۰؛ الارشاد: ۲/ ۸۴۔

عبداللہ بن مسمع الہمدانی، عبداللہ بن وال سہمی، قیس بن مسہر صیداوی، عمارہ بن عبداللہ سلولی، ہانی بن ہانی سبیعی، سعید بن عبداللہ حنفی اور عبدالرحمان بن عبداللہ ارحبی۔

سعید بن عبداللہ حنفی نے عابس شاکری اور حبیب ابن مظاہر کے ہمراہ حضرت مختار ثقفی کے گھر پر حضرت مسلم کی بیعت کی اور یہ تینوں افراد کربلاء کے میدان میں امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے ہیں۔ (۱)

عبدالرحمان بھی شہدائے کربلاء میں سے ہیں۔ (۲)

گزشتہ گفتگو میں اس بات کی طرف اشارہ ہوچکا ہے کہ قیس بن مسہر، امام حسین کا خط لیکر اہل کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور گرفتار ہوئے تھے جیسا کہ بیان ہوچکا ہے کہ پھر وہ شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے تھے۔ عبداللہ بن وال وہ شخص ہے جس نے سید الشہدعلیہ السلام کی زیارت کی اور ان کے پاس خطوط لیکر گیا۔ وہ واقعہ کربلاء کے بعد سلیمان بن صرد کے ساتھ شہید ہوا۔ (۳)

سلیمان بن صرد کہ جس نے بزرگ شخصیات وافراد کو اپنے گھر دعوت دی اور ان پر حجت تمام کی تھی کہ اگر تم امام حسین کی نصرت و مدد کی طاقت رکھتے ہو اور ان کی مدد کرنا چاہتے ہو تو انہیں دعوت دو۔ اس کا کردار قابل توجہ ہے کہ ایک قول کی بناء پر یہ عمر بن سعد کے لشکر میں تھا اور سید الشہداء کی ہمراہی اختیار نہیں کی، حبیب بن مظاہر بھی ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے خطوط پر دستخط کئے اور سلیمان بن صرد کے ساتھیوں میں سے تھے۔

حضرت مسلم بن عقیل کے واقعہ میں ان کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں لیکن کچھ مدت کے بعد وہ

کربلاء داخل ہوتے ہیں اور لشکر امام حسین میں درجہ شہادت پر فائز ہوتے ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ کچھ شخصیات اور افراد جنہوں نے سید الشہداء علیہ السلام کو دعوت دی اور ان کی یہ خواہش تھی کہ وہ آنحضرت کی خدمت اقدس میں رہیں لیکن وہ لوگ حضرت مسلم بن عقیل کے قیام یا واقعہ کربلا میں نظر نہیں آتے۔

۱۔ تاریخ طبری: ۴/۳۱۸؛ الفتوح: ۵/۱۰۹؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/۱۹۱۔
۲۔ ابصار العین فی انصار الحسین علیہ السلام: ۷۸۔
۳۔ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۱۸۴۔

مسلم بن عوسجہ، حضرت مسلم بن عقیل کے لئے اسلحہ اور رقم جمع کرنے پر مامور تھے ایک دفعہ اچانک غائب ہو جاتے ہیں حضرت مسلم کیوں تنہا رہ جاتے ہیں اور دوسری طرف دیکھا جائے تو حبیب بن مظاہر اور مسلم بن عوسجہ جیسے مخلص شیعہ کچھ وقت کے بعد چھ یا سات محرم کو بڑی زحمت و مشقت کے ساتھ اپنے آپ کو کربلاء پہنچاتے ہیں اور دوسری طرف جنہوں نے امام حسین کو خطوط لکھ کر دعوت دی تھی عمر سعد کے فوجی لشکر کے سردار اور کمانڈر نظر آتے ہیں۔

کوفہ میں ابن زیاد کے منصوبے

اب ہم اس اہم مطلب اور بیان کردہ سوالوں کا جواب دریافت کرنے کے لئے ایک بار پھر کوفہ کی اس حالت کا جائزہ لیتے ہیں جب نیا گورنر یعنی ابن زیاد وہاں داخل ہوا۔

دھمکی

معاویہ کی جانب سے ابن زیاد کو جو حکم ملا اور جس کا ابلاغ یزید کے توسط سے ہوا تھا تو ابن زیاد شہر کوفہ میں داخل ہوا اور اس نے کوفہ میں بہت سے احکام جاری کیے اور بہت سے واقعات رونما ہوئے۔ اس نے مسجد میں اپنے پہلے خطبہ میں لوگوں سے خطاب کے دوران کہا:

«أمّا بعد فان امیر المؤمنین ولانی مصركم، وثغركم وفيئكم، وأمرني بانصاف مظلومكم واعطاء محرومكم وبالاحسان الى سامعكم ومطيعكم و باشدّة على مريبكم فأنا لمطيعكم كالوالد البرّ الشفيق، وسيفي و سوطي على من ترك أمري وخالف عهدي، فليبق امرؤنفسه.....»

یزید نے تمہارے شہر کی سرپرستی میرے سپرد کی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں مظلوموں کے ساتھ انصاف کروں اور محروم افراد کو بخشش و عطا کروں اور جو لوگ میری اطاعت و فرمانبرداری کریں میں ان کے

ساتھ ایک اچھے باپ کی مانند مہربان رہوں مگر وہ افراد جو مخالفت ونافرمانی کریں اور عہد وپیمان کو پامال کریں تو
میں تازیانہ وتلوار کے ساتھ ان کا جواب دوں گا...[1]

اس تقریر میں جہاں حمایت کرنے والوں کو وعدہ دیا گیا ہے وہاں مخالفین کو دھمکی بھی دی گئی ہے۔ اس نے سب سے پہلا جو اقدام کیا وہ لوگوں کو دھمکی دی اور یہ حکم دیا کہ تمام قبائل، شہر کوفہ کی شخصیات ونامور افراد کا تعارف کروائیں اور مرحلہ وار اس کے سامنے پیش کریں اور تعارف وپہچان کے بعد ان سے یہ عہد لیا جائے کہ وہ اس کی اطاعت کریں گے۔ اس نے ان افراد کے بارے میں جو اس کے پاس حاضر نہیں ہوئے تھے اس طرح کہا:

«فمن لم يفعل برئت منه ذمّة وحلال لنا دمه وماله...»[2]

اگر کوئی شخص یہاں آکر اور اپنی وفاداری کو ثابت نہ کرے تو ہمارے لئے اس کا خون اور اس کا مال ودولت
حلال شمار کیا جائے گا۔

کسی قبیلہ کی کسی شخصیت نے اگر اطاعت نہ کی تو اس قبیلہ میں اسی کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کے گھر پر ہی اسے سولی پر لٹکایا جائے گا۔

افواہیں پھیلانا

ابن زیاد نے دوسرے اپنے اقدام میں یہ حکم دیا کہ کچھ افراد شہر کوفہ کے اندر پروپیگنڈہ کریں اور لوگوں کو یزید کے لشکر اور ان افراد سے خوفزدہ کریں جنہیں شام سے بھیجا گیا ہے اور لوگوں کو حضرت مسلم سے دور کریں۔[3] اس کام کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مسلم بن عقیل، حضرت مختار کے گھر سے ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہوگئے۔

۱۔ مقاتل الطالبین: ۶۴؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۲۴؛ تاریخ طبری: ۴/ ۲۶۷۔
۲۔ الارشاد: ۲/ ۴۵؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۲۵؛ تاریخ طبری: ۴/ ۲۶۷۔
۳۔ الارشاد: ۲/ ۵۲-۵۳؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۳۱؛ تاریخ طبری: ۴/ ۲۷۶۔

شہاب بن کثیر حارثی کا تعلق بھی ان پروپیگنڈہ کرنے والوں میں سے تھا اور یہ حجر بن عدی کی گرفتاری میں ملوث تھا اور معاویہ کے زمانہ میں شہرری پر گورنر بھی رہ چکا تھا۔[۱] یہ پروپیگنڈہ لوگوں میں اس قدر موثر ثابت ہوا کہ مؤرخین لکھتے ہیں لوگ ایک دوسرے کو ڈراتے تھے اور ایک دوسرے کو وحشت زدہ حالت میں شام کی فوج کے بارے میں خبر دیتے تھے۔[۲]

قبائل کے سرداروں کو منصوب اور معزول کرنا

کوفہ کے لوگوں کی اکثریت، قبائلی شکل میں تھی لہٰذا حضرت مسلم نے ہر قبیلہ کے لئے ایک سردار منتخب کیا ابن زیاد نے دوسرے اقدام میں ان سرداروں کو معزول کر دیا اور اپنے آلہ کاروں کو قبیلوں کا سردار بنا دیا اور ہر قبیلہ اور حکومتی کارندوں کے درمیان ایک رابطہ قرار دیا گیا تھا۔

گزشتہ زمانوں میں بھی شہروں اور محلوں کے لئے معروف افراد کو مشخص کیا جاتا تھا تاکہ وہ لوگوں کی مشکلات کو حل اور عوام کی ضروریات کو پورا کریں یا اگر حکومت کی طرف سے تحائف وغیرہ لوگوں کے درمیان تقسیم ہوتے تو انہی افراد کے ذریعہ یہ کام انجام دیا جاتا اور مال لوگوں تک پہنچتا تھا۔ قبیلہ کے افراد اسی شخص کے زیر نظر ہوتے تھے جسے "عرّیف یا عُریف" کہا جاتا اور اس کی جمع "العرفاء" ہے یہ کلمہ روایات میں بھی ذکر ہوا ہے۔ ہم روایت میں یہ پڑھتے ہیں:

«حملة القرآن عرفاء أهل الجنة»[۳]

۱۔ ایضاً۔

۲۔ الارشاد: ۲/ ۵۴؛ بحار الانوار: ۴۴/ ۳۵۰؛ تاریخ طبری: ۴/ ۲۷۷۔

۳۔ الکافی: ۲/ ۶۰۶؛ سنن دارمی: ۲/ ۴۷۰؛ مجمع الزوائد: ۷/ ۱۶۱؛ الجامع الصغیر: ۱/ ۵۸۰، حدیث: ۳۷۵۹؛ کنز العمال: ۱/ ۵۱۴ حدیث: ۲۲۸۹؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۶۹/ ۲۰۵۔

کلمہ ”عرفاء“کی رؤسا کے معنی کے ساتھ تفسیر بیان ہوئی ہے۔اس بناء پر روایت کا معنی یہ ہوگا کہ اہل قرآن بہشت کی قابل احترام شخصیات ہیں۔ابن زیاد نے رؤسا کی شناخت کی اور ضروری ہدایات ان تک پہنچائیں اور یہ حکم دیا کہ وہ اپنے قبیلہ کے ہر ہر فرد کے ذمہ دار ہیں:

اول: عمرو بن حریث کو ان تمام قبائل کا سردار بنادیا جو حجاز و مدینہ منورہ سے ہجرت کرکے کوفہ میں مقیم ہو چکے تھااوراسے عباس بن جعدہ جدلی کہ جسے حضرت مسلم نے اس منصب پر فائز کیا تھا کی جگہ مقرر کر دیااور عباس بن جعدہ کو معزول کردیا۔

دوم: ابو ثمامہ صائدی جو تمیم و ہمدان جیسے قبائل کے سردار تھے کو معزول کرکے ان کی جگہ خالد بن عرفطہ کو مقرر کردیا۔

سوم: ربیعہ، بکر اور کندہ قبائل کے سردار عبید اللہ بن عمر بن عزیز کندی کو معزول اور قیس بن ولید عبد الشمس کو منصوب کردیا۔

چہارم: معروف قبائل بنی اسد، مذحج اور دوسرے قبائل کی سرکردہ شخصیت حضرت مسلم بن عوسجہ کو برطرف کرکے ان کی جگہ ابو بردہ فرزند ابو موسیٰ اشعری کو مقرر کردیا۔ابو بردہ وہ شخص تھا جس نے حجر بن عدی کے قتل کی سند پر دستخط کئے تھے۔

جاسوسوں کی روانگی

ابن زیادہ نے ایک دوسرے پروگرام کے مطابق لوگوں میں اپنے ایسے جاسوس پھیلادیئے جو مسجد اور مسجد سے باہر مکمل طور پر لوگوں سے رابطہ برقرار رکھتے تھے اور ابن زیاد کو خبریں لاکر دیتے تھے۔جس وقت حضرت مسلم علیہ السلام مخفی طور پر حضرت مختار کے گھر سے ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہوئے تو طے یہ تھا کہ کسی شخص کو اس بارے میں معلوم نہ ہو۔ابن زیاد کے غلام معقل کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ تین ہزار درہم کے عوض حضرت مسلم بن عوسجہ کی جاسوسی کا کام انجام دے جو حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کے لئے رقم جمع کر رہے تھے۔

اس نے اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرتے ہوئے اور حضرت مسلم بن عوسجہ کو رقم دینے کے ذریعہ ان کے اعتماد کو حاصل کرنے کی کوشش اور یہ دھوکہ دیناچاہاکہ وہ کسی طرح حضرت ہانی کے گھر پر حضرت مسلم کے ٹھکانے کا پتہ لگائے۔ یہ واقعہ تمام تاریخی کتابوں میں ذکر ہوا ہے۔[1]

کڑی نگرانی

ایک اوراہم کام جوابن زیاد نے انجام دیاوہ شہر کوفہ کا محاصرہ تھا۔ اس نے حکم دے دیاکہ شہر تک جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کرکے ان کی کڑی نگرانی کی جائے۔ قیس بن مسہر والے واقعہ میں شہر میں داخل وخارج ہونے والے راستوں کی شدید نگرانی اوراس کی گرفتاری کی وضاحت ہوچکی ہے۔

یزید نے پہلے دن سے ہی ابن زیاد کو حکم دیا:

«وخذ علی التهمة»[2]

ہر مشکوک شخص کوفقط شک ہونے کی بناء پر گرفتار کرلو۔

یہ نگرانی اس قدر سخت تھی کہ جب راستہ میں کچھ اہل کوفہ کی سید الشہداء علیہ السلام سے ملاقات ہوئی توانہوں نے کوفہ کے حالات بیان کرتے ہوئے حضرت علیہ السلام کو بتایا:

«لا والله ما ندری غیر أنّا لا نستطیع أن نلج و لا نخرج»[3]

خدا کی قسم! اس قدر کڑی نگرانی ہے کہ نہ توہم شہر کوفہ کے اندر رہ سکتے ہیں اور نہ ہی شہر سے باہر نکل سکتے ہیں۔

۱۔ رجوع کریں : الارشاد: ۴/۴۵؛ تاریخ طبری: ۲/۲۷۰؛ تہذیب الکمال: ۴/۴۲۴، الاخبار الطوال:۲۳۵؛ سیر اعلام النبلاء: ۳/۳۰۷؛ البدایہ والنہایہ: ۸/۱۶۴؛ الکامل فی التاریخ: ۴/۲۵؛ الاصابۃ: ۲/۷۰؛ تہذیب التہذیب: ۲/۳۰۲اور دوسرے مآخذ۔

۲۔ تاریخ طبری: ۴/۲۸۶؛ البدایہ والنہایہ: ۸/۱۷۹؛ تاریخ مدینہ دمشق:۱۸/۳۰۷؛ الکامل فی التاریخ: ۴/۳۶۔

۳۔ تاریخ طبری: ۴/۲۹۵؛ الارشاد: ۲/۷۲۔

ابن زیاد نے حصین بن نمیر کو شہر کوفہ کی پولیس کا سربراہ بنادیا(۱) اور حکم دیا کہ کوفہ کے ہر گھر کی نگرانی کی جائے۔ابن زیاد نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا:

«وقد سلّطتك علی دو ر أهل كوفه»(۲)

میں نے تجھے اہل کوفہ کے گھروں پر مسلّط کیا ہے۔

کڑی نگرانی کا ایک نمونہ عبداللہ بن یقطر کے واقعہ میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے:

عبداللہ بن یقطر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ «كان رضيع الحسين» وہ امام حسین علیہ السلام کا رضاعی بھائی تھا(۳)۔البتہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ روایات کے مطابق حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا ہے۔لہٰذا اس شخص کو« رضيع الحسين» کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عبداللہ کا باپ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خادم تھا اور اس کی ماں میمونہ، حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے گھر کا کام کرتی تھی اور یہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی ولادت سے تین دن پہلے پیدا ہوا ہے

اور چونکہ میمونہ،امیر المومنین علیہ السلام کے گھر کی خادمہ تھی اس لئے سید الشہداء علیہ السلام کی ولادت کے بعد وہ آنحضرت کے ساتھ اپنے بیٹے کو بھی گود میں لیتی اور ایک ساتھ اپنے بیٹے اور سید الشہداء علیہ السلام کی دیکھ بھال کیا کرتی تھی۔

چونکہ حضرت سید الشہدا علیہ السلام اس کے بیٹے کے ساتھ اس خاتون کی گود میں رہے ہیں لہٰذا مجازی طور پر اسے «رضيع الحسين عليه السلام» کہا جاتا ہے۔گویا یہ چیز عبداللہ بن یقطر کے لئے شرافت ومقام کا باعث بنی ہے۔

۱۔بعض کتابوں میں ذکر ہوا ہے کہ سمرۃ بن جندب کو اس منصب پر فائز کیا گیا۔یہ وہی سمرۃ ہے جس نے پہلے ہی دن سے اہل بیت علیہم السلام سے دشمنی رکھی ہے۔بعض کے نزدیک یہ ہے کہ وہ اس تاریخ کو مر چکا تھا۔

۲۔الارشاد:۲/۵۷؛ مقاتل الطالبین:۶۸؛ تاریخ طبری: ۴/۲۷۹۔

۳۔تاریخ طبری: ۴/۳۵۹؛ الکامل فی التاریخ: ۴/۹۳؛ ترجمہ الامام الحسین علیہ السلام من طبقات ابن سعد: ۷۷؛ المعجم الکبیر: ۳/۱۰۳، حدیث ۲۸۰۳ اور دوسرے مآخذ۔

جب سید الشہداء علیہ السلام نے عبداللہ بن یقطر کو کوفہ روانہ کیا تو چونکہ اطراف کوفہ پر سخت پہرا تھا لہٰذا اسے بھی قیس بن مسہر کی طرح گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا گیا اور ابن زیاد کے حکم پر اسے دارالامارۃ کی چھت سے نیچے دھکیل دیا گیا۔ (۱)

عبداللہ، دارالامارۃ کی چھت سے نیچے گرے اور ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں لیکن بدن میں ابھی کچھ رمق تھی تو اس وقت ایک ابن المال عبدالملک بن عمیر لخمی نے جو کوفہ کا قاضی تھا پاس آ کر ان کا سر تن سے جدا کر دیا جب اس سے لوگوں نے سر قلم کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا "أردت أن اریحه"، میں نے چاہا کہ اس کو راحت و سکون دے دوں۔ (۲)

جی ہاں! ان کا علاج و معالجہ اور خدمت کرنے کی بجائے اس نے انہیں ذبح کر دیا۔

قتل و غارت

ابن زیاد کا ایک منصوبہ کوفہ میں حقیقی شیعہ اور محبان اہل بیت علیہ السلام کی عظیم شخصیات کا قتل تھا اس نے اپنے باپ زیاد بن ابیہ کی مانند اس پروگرام کو عملی جامہ پہنایا۔

۱۔ میثم تمار:

میثم تمار وہ شخصیت ہیں جو ابن زیاد کے ناپاک ہاتھوں سے شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے، حضرت میثم تمار رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے انہیں ان کی شہادت کی کیفیت کے بارے میں خبر دی تھی، یہ واقعہ سننے کے قابل داستان ہے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت حبیب بن مظاہر بھی حضرت میثم تمار رضی اللہ تعالی عنہما کی شہادت کی کیفیت کو جانتے تھے اور اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ رشید ہجری بھی ان دونوں افراد کے حالات سے مطلع تھے۔

۱۔ مناقب آل ابی طالب علیہ السلام: ۳/۲۳۲؛ بحار الانوار: ۴/۳۴۳۔

۲۔ الارشاد: ۲/۷۱؛ تاریخ طبری: ۵/۳۰۰؛ الکامل فی التاریخ: ۴/۴۳۔

کتاب رجال کشی میں اس طرح ذکر ہوا ہے:

ایک دن حبیب بن مظاہر اور میثم تمار کی ملاقات ہوئی اور انہوں نے ایک دوسرے کو مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی خبر دی۔ حضرت میثم نے حضرت حبیب ابن مظاہر کو بتایا آپ کو اس طرح شہید کریں گئے۔

حضرت حبیب نے بھی حضرت میثم سے کہا: آپ کو اس طرح شہید کریں گئے۔ جب دونوں افراد ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو رشید ہجری وہاں پہنچے اور لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ یہاں دو افراد جو آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ کہاں چلے گئے ہیں لوگوں نے بتایا: یہ دو افراد عجیب وغریب قسم کی گفتگو کر رہے تھے۔

انہوں نے پوچھا: کیا کہہ رہے تھے لوگوں نے جو کچھ سنا تھا اس سے رشید کو مطلع کیا۔ حضرت رشید نے گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہا: ان دو افراد نے واقعہ کے اس حصہ کو بیان نہیں کیا ہے جس کا امیر المومنین علیہ السلام نے ذکر فرمایا ہے اور میثم اس حصہ کو فراموش کر چکے ہیں کہ کوفہ میں حضرت حبیب کا سر لانے پر انعام کے طور پر اتنے درہم دیئے جائیں گئے۔[1]

جی ہاں! ایسے افراد کوفہ میں موجود تھے لیکن ان کی تعداد انگلیوں کے برابر تھی۔ جن افراد نے امیر المومنین علیہ السلام سے اس طرح کے اسرار وحقائق کو سنا تھا وہ ایک دوسرے کے سامنے انہیں بیان اور ان کی بشارت دیتے تھے۔

جی ہاں! واقعاً یہ حقیقی شیعہ شہادت کے لئے تیار تھے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان چند گنے چنے افراد کی تعداد ہی کیا تھی جو زیاد بن ابیہ اور عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے ابن حجر عسقلانی، حضرت میثم تمار کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

میثم اپنی عمر کے آخری حصہ میں مکہ سے مشرف ہو کر مدینہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ان کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی۔ جب حضرت میثم کوفہ واپس لوٹے اور گرفتار ہو کر زندان پہنچے تو انہوں نے وہاں موجود حضرت مختار ثقفی سے فرمایا:

۱۔ رجال کشی: ۱/ ۲۹۲-۲۹۳۔

«انك ستفلت و تخرج ثائراً بدم الحسين فتقتل هذا الذي يريد أن يقتلك»[۱]

تو بہت جلد آزاد ہو کر موت سے نجات پالے گا اور ان سے خون حسین کا انتقام لے گا جو تیری جان کے دشمن ہیں۔ یہی بات سچ ثابت ہوئی اور حضرت میثم تمار شہید ہو گئے اور حضرت مختار واقعہ کربلا کے بعد تک زندان میں تھے۔

۲۔ عبید اللہ بن عمرو بن عزیز کندی:

مذکورہ بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ میں بعض شخصیات زندان میں تھیں۔ ان افراد میں سے ایک عبید اللہ بن عمرو بن عزیز کندی ہیں جن کو شہید کر دیا گیا تھا۔ مؤرخین نے عبید اللہ بن عمرو کے حالات زندگی میں لکھا ہے:

«كان فارساً شجاعاً كوفياً من الشيعة، و شهد مع أميرالمومنين عليعليه السلام مشاهده كلّها، و كان من الّذين بايعوا مسلماً ويأخذ البيعة من أهل الكوفة للحسينعليه السلام وهو و مسلم بن عوسجة»[۲]

وہ شجاع گھڑسوار اور شیعان کوفہ میں سے تھے اور وہ تمام جنگوں میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ہمرکاب تھے اور انہوں نے کوفہ میں حضرت مسلم کی بیعت کی اور حضرت مسلم بن عوسجہ کے ساتھ مل کر سید الشہداء علیہ السلام کے لئے لوگوں سے بیعت لیتے تھے۔

اس سے پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر نے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت حضرت مسلم بن عقیل کے پیروکاروں کو آزاد چھوڑا اور یہ افراد اعلانیہ طور پر اپنی سرگرمیوں میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ نعمان کے بعد اور ابن زیاد کی سرپرستی میں پولیس کے سربراہ حصین بن نمیر نے انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش

۱۔ الارشاد: ۱/ ۳۲۴؛ الاصابہ: ۶/ ۲۵۰۔

۲۔ تاریخ الکوفہ: ۳۳۲۔

کر دیا اور پھر ان سے یہ پوچھا جاتا کہ تم قبیلہ "کندہ" کے سردار اور تم "ربیعہ" کے سردار ہو جب وہ جواب دیتے: ہاں۔ تو ابن زیاد انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیتا تھا۔(۱)

۳۔ عبید اللہ بن حارث بن نوفل ہمدانی:

عبید اللہ بن حارث ہمدانی بھی وہ شیعہ ہیں جو ابن زیاد کے حکم سے شہید ہوئے اور آپ صحابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ مؤرخین نے واقعہ کربلا میں ان کے کردار کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

«کان یأخذ البیعة من أهل الکوفة للحسین»

وہ کوفہ کے لوگوں سے امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت لیتے تھے۔

کثیر بن شہاب نے انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا اور ان سے سوال کیا کہ تم نے حضرت مسلم کی بیعت کی ہے

انہوں نے جواب دیا: ہاں۔

تم حسین علیہ السلام کے لئے بیعت لیتے رہے ہو

انہوں نے کہا: ہاں۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کے قبیلہ والوں کے سامنے ان کے سر کو تن سے جدا کر دیا جائے۔[۲]

جب ایک قبیلہ کے سردار کو اس قبیلہ کے لوگوں کے سامنے قتل کیا جائے اور اس قدر سخت نگرانی و نظارت اور قتل و غارت کے ہوتے ہوئے کیا کسی قبیلہ کا دوسرا کوئی فرد سرگرم عمل ہو سکتا ہے

ہاں! یہی کام خالد بن ولید نے مالک بن نویرہ اور اس کے قبیلہ کے ساتھ انجام دیا تھا۔

۱۔ تاریخ الکوفہ: ۳۳۲۔

۲۔ تاریخ الکوفہ: ۳۳۲۔

۴۔ عبد الاعلی بن یزید کلبی علیمی:

ابن زیاد کے ہاتھوں شہادت کے درجہ پر فائز ہونے والی ایک شخصیت عبدالاعلی کلبی ہیں۔ مؤرخین نے ان کی تعریف کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے:

«کان فارساً شجاعاً قارئاً، من الشیعة کوفیاً، و کان هو و حبیب بن مظاهر الأسدی یأخذان البیعة من أهل الکوفة للحسین»[1]

وہ شجاع و بہادر گھڑ سوار اور شیعان کوفہ کے قاری قرآن تھے اور یہ وہ شخصیت تھے جو حضرت حبیب بن مظاہر کے ساتھ اہل کوفہ سے سید الشہد علیہ السلام کے لئے بیعت لیتے تھے۔ کثیر بن شہاب نے انہیں گرفتار کر لیا تھا اور جب حضرت مسلم علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا تو ابن زیاد نے عبدالاعلی کو حاضر کر کے ان کے قتل کا حکم صادر کیا تھا۔

۵۔ عباس بن جعدہ جدلی:

ان نامی گرامی افراد میں سے کہ جنہیں حضرت مسلم نے کوفہ میں چند قبیلوں کا سردار مقرر کیا تھا عباس بن جعدہ ہیں ۔ مؤرخین نے ان کے حالات زندگی میں تحریر کیا ہے:

«کان من الشیعة الّذین بایعوا مسلم بن عقیل فی الکوفة و من المخلصین فی الولاء لأهل البیت علیهم السلام، وکان یأخذ البیعة من الناس للحسین بن علی علیهما السلام»[2]

۱۔ تاریخ الکوفہ: ۳۳۴۔

۲۔ تاریخ الکوفہ: ۳۳۴۔

وہ اُن شیعوں میں سے تھے کہ جنہوں نے کوفہ میں مسلم بن عقیل علیہ السلام کی بیعت کی تھی اور وہ اہل بیت علیہم السلام کے مخلص موالیوں میں سے تھے اور اُنہوں نے لوگوں سے حسین بن علی علیہما السلام کے لئے بیعت لی تھی۔

محمد بن اشعث کندی جو خوارج اور کربلا میں عمر بن سعد کے لشکر کا ایک سردار تھا اسی کے ہاتھوں عباس جدلی گرفتار ہوئے اور حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کے بعد انہیں بھی ابن زیاد کے حکم سے شہید کر دیا گیا۔(۱)

۶۔ عمارۃ بن صلخب ازدی:

شیعیان کوفہ کی ایک اور شخصیت، عمارۃ بن ازدی تھے۔ ان کا شمار بہادر مردوں اور جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام کی بیعت کرنے والوں میں ہوتا ہے اور وہ کوفہ کے لوگوں سے امام حسین علیہ السلام کی بیعت لیتے تھے۔ محمد بن اشعث نے انہیں گرفتار کر لیا اور ابن زیاد نے حکم دیا کہ انہیں ان کے قبیلہ کی نگاہوں کے سامنے قتل کر دیا جائے۔(۲)

شیعوں کو قید کرنا

ابن زیاد کا ایک دوسرا کام کوفہ میں شیعوں کو زندان بھیجنا تھا۔ ان قیدیوں میں حضرت مختار، حارث اعور ہمدانی، سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھ مسیب بن نجبہ اور رفاعہ بن شداد جیسے افراد تھے۔ ان اسماء میں غور کیجئے۔ طبری لکھتا ہے: ابن زیاد نے یزید کو ایک خط میں لکھا:

«وما ترکت لکم ذا ظنّة أخافه علیکم الاّ وهو فی سجنکم»(۳)

مجھے جس شخص کے بارے میں بھی یہ شک تھا کہ وہ تمہارے خلاف قیام کرے گا میں نے اسے باقی نہیں چھوڑا مگر یہ کہ وہ تمہارے زندان کی ہوا کھا رہا ہے۔

۱۔ ایضاً: ۳۳۵۔

۲۔ تاریخ کوفہ: ۳۳۵۔

۳۔ تاریخ طبری: ۴/ ۳۸۷؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۱۳۱۔

ان تمام حالات و واقعات سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ بزرگان شیعہ کہاں تھے اوران کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔کیا اس حقیقت و واقعیت کے باوجود یہ دعویٰ اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ شیعوں کے سربراہ حضرات خود سیدالشہدا علیہ السلام کے قتل میں شریک تھے یا یہ کہ خود شیعوں نے آنحضرت کو دعوت دی تھی اور پھر خود ہی انہیں شہید کردیا

جی ہاں! بصرہ کا گورنر ابن زیاد، معاویہ کے حکم سے اپنے گزشتہ مقام و مرتبہ کو محفوظ رکھتے ہوئے کوفہ کا گورنر بن گیا۔اس نے واقعہ کربلا کے بعد شام کی طرف سفر شروع کیا۔

واقعہ کربلا سے چار یا پانچ سال کے بعد سلیمان بن صرد کی قیادت میں ایک گروہ ظاہر ہوا جس نے حصین بن نمیر، ابن زیاد اوران کے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

مؤرخین کے مطابق ابن زیاد نے اس واقعہ کے سلسلہ میں ان الفاظ کا اظہار کیا:

«كنت أقول: ليتني كنت أخرجت أهل السجن فضربت أعناقهم»[1]

میں ہمیشہ یہ کہتا تھا: اے کاش! میں اس زمانہ میں زندان میں موجود ان افراد کو باہر نکال کر ان کا سرتن سے جدا کردیتا۔

واقعاً! ابن زیاد کن لوگوں کی موت کا خواہشمند تھا

جی ہاں! وہی افراد جو زندان میں تھے اور اب جنہوں نے واقعہ کربلا و عاشورہ کے خون کا انتقام لینے کے عنوان سے قیام کیا اور ابن زیاد کی یہ ڈیوٹی تھی کہ ان سے جنگ کرے۔ابن زیاد نے کچھ قیدیوں کو قتل کردیا اوران میں سے کچھ افراد کو اُس نے آزاد کردیا اور کچھ افراد فرار کر گئے تھے۔

اس نے ان کا پیچھا کیا۔جب چند سالوں کے بعد سلیمان بن صرد، مختار ثقفی اور دوسرے افراد، اہل شام اور سیدالشہداء علیہ السلام کے قاتلوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے تو ابن زیاد یہ آرزو کرتا تھا کہ اے کاش! میں ان قیدیوں کو اس زندان میں قتل کرچکا ہوتا۔

۱۔ تاریخ طبری: ۴/ ۴۰۳؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۱۴۱۔

اس طرح واقعہ عاشورہ کے چند سال بعد ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کا قتل ہوا اور کچھ کو خود حضرت مختار نے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اہل سنّت کی نگاہ میں سلیمان بن صرد

اہل سنت کے نزدیک سلیمان ایک بلند مقام شخصیت کے مالک ہیں۔ اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات زندگی سے متعلق کتابوں میں انہوں نے سلیمان کے حالات زندگی کو سنہری الفاظ میں قلمبند کیا ہے۔[۱]

شمس الدین ذہبی ان کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

«کان دیناً عابداً»[۲]

وہ صالح، متدین اور قوم کے شرفاء میں سے تھے۔

ابن اثیر، عبد البر، ابن حجر اور دوسرے علمائے سنت بھی رقمطراز ہیں:

«کان خیرا فاضلاً له دین و عبادة»[۳]

وہ ایک نیک، صاحب فضل، متدین اور عابد تھے۔

البتہ ذہبی نے اس کی وضاحت نہیں کی کہ ابن زیاد نے انہیں جیل میں ڈال دیا تھا کیونکہ یزید کے گورنر ابن زیاد کے ذریعہ سلیمان جیسی شخصیت کو زندان بھیجا جانا، ان کے لئے دشوار و سخت ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض اہل سنت ان کے بارے میں ان الفاظ میں اظہار کرتے ہیں۔

۱۔ الثقات (ابن حبان) ۳/۱۶۰؛ تاریخ بغداد: ۱/۲۱۵؛ مشاہیر علماء الامصار: ۸۱؛ اکمال الکمال: ۲/۱۶۳؛ الجرح و التعدیل: ۴/۱۲۳؛ الاصابہ: ۱/۱۷۵ و ۲/۱۴۴؛ المنتخب من ذیل المذیل: ۲۶ اور دوسرے منابع۔

۲۔ سیر اعلام النبلاء: ۳/۳۹۵۔

۳۔ اسد الغابہ: ۲/۳۵۱؛ الاستیعاب: ۲/۶۵۰؛ الاصابہ: ۳/۱۴۴؛ العقد الثمین: ۴/۲۳۸۔

«...فلمّا عجزعن نصرہ ندم وحارب»[۱]

...جب وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدد کرنے سے ناتواں ہوئے تو نادم وپشیمان ہوکر جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

یعنی اپنی بیعت سے وفاداری اور سید الشہداء علیہ السلام کی ہمراہی میں قیام کرنے سے عاجز و ناتواں اور پشیمان ہوئے۔ اس بات پر غور وفکر کرنا چاہئے کہ وہ کس طرح عاجز ہوئے کہ انہیں ندامت وپشیمانی کا سامنا کرنا پڑا یہ ناتوانی وپشیمانی کس طرح جمع ہوسکتی ہے (واللہ العالم)

جی ہاں! یہ شیطانی چال جس کو بعض علمائے اہل سنت نے اختیار کیا ہے کیونکہ وہ نہیں چاہتے ہیں کہ ایسے شخص کے زندانی ہونے کی وضاحت کریں بلکہ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ان سے گناہ سرزد ہوا اور وہ نادم وپشیمان ہوئے اور اس کے بعد جنگ کی ہے۔ یہ لوگ اس معنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

«کان دیناً عابداً خرج فی جیش تابوا الی اللہ من خذلانھم الحسین الشھید، وساروا للطلب بدمہ، وسمّوا جیش التوّابین»[۲]

وہ ایک دیندار وعبادت گزار شخص تھے اور سید الشہدا علیہ السلام کے سلسلہ میں کوتاہی کی وجہ سے خدا کی بارگاہ میں توبہ کرنے والے گروہ کے ساتھ انہوں نے خون حسین علیہ السلام کا انتقام لینے کے لئے قیام کیا اور اس لشکر کا نام توّابین (توبہ کرنے والے افراد) مشہور ہوا۔

یہ لشکر وہی سپاہ ہے جس نے لشکر شام کا سامنا کیا اور ابن زیاد کے لشکر کے سرکردہ افراد اور اس وقت کوفہ کو کنٹرول کرنے والی شخصیات پر حملہ کرکے انہیں قتل کردیا۔ قابل ذکر ہے کہ توابین کا واقعہ خود ایک جدا تاریخ ہے۔

۱۔ تاریخ الاسلام: ۵/ ۱۲۲-۱۲۳؛ الاستیعاب: ۲/ ۶۴۹، نمبر ۱۰۵۶؛ الطبقات الکبریٰ: ۴/ ۲۹۲؛ الاصابۃ: ۳/ ۱۴۴، نمبر: ۳۴۷۰ اور دوسرے مآخذ۔

۲۔ تاریخ الاسلام: ۳/ ۳۹۵۔

فراریوں کا تعاقب

ابن زیاد نے حضرت مسلم علیہ السلام کے کچھ ساتھیوں کو شہید کرنے کے بعد مسلم بن عوسجہ، حبیب بن مظاہر اور دوسرے کچھ افراد کو تلاش اور ان کا پیچھا کیا لیکن وہ انہیں گرفتار کرنے میں ناکام رہا۔

کوفہ ابن زیاد کے کنٹرول میں ان تمام اقدامات کے ذریعہ کوفہ پر ابن زیاد کا مکمل کنٹرول ہو گیا اور سید الشہداء علیہ السلام بھی کربلا پہنچ گئے۔ اس وقت اور ان پروگراموں کو اجراء کرنے کے بعد ابن زیاد نے منبر پر آکر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

«أیها النّاس! انّکم قد بلوتم آل سفیان، فوجدتموهم علی ما تحبّون، وهذا یزید، قد عرفتموه، حسن السیرة، محمود الطریقة، محسن الی الرّعیة، متعاهد الثغور یعطی العطاء فی حقّه»[1]

اے لوگو! تم نے آل ابوسفیان کا امتحان کرلیا ہے اور تم انہیں پہنچانتے ہو... تمہارے راستے محفوظ ہیں ... معاویہ کے بعد یزید بہترین شخص اور دنیا کے مال و زر کے سلسلہ میں تمہیں بے نیاز کرنے والا ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بیت المال سے تمہارے رزق میں ایک سو درہم یا ایک سو دینار اضافہ کردوں اور اس رقم کو تمہارے لئے محفوظ رکھوں۔ اس نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ کوفہ سے میں تمہیں اس کے دشمن کے ساتھ جنگ کے لئے روانہ کروں لہٰذا اس کو سنو اور اس حکم کی اطاعت کرو۔

ابن زیاد اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے:

«فلا یبقینّ رجل من العرفاء و المناکب و التجاّر و السکان الاّ خرج فعسکر معی، فأیما رجل وجدناه بعد یومنا هذا متخلّفاً عن العسکر برئت منه الذمّة»[2]

۱۔ الفتوح: ۵/۸۹۔

۲۔ انساب الاشراف: ۳/۱۷۸۔

ہر چھوٹا بڑا اور تاجر وغیرہ کوئی باقی نہ رہے اور تم سب لوگ میرے لشکر کے ہمراہ چلو اور جس نے ہمارے لشکر سے منہ موڑا تو ہم اس کے خون کی حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

تاریخ حلب کے مصنف اس بات کا اضافہ کرتے ہیں:

«وكان ابن زياد اذا وجه الرجل الى قتال الحسين فى الجمع الكثير يعصلون الى كربلا...،فبعث ابن زياد، سويد بن عبدالرحمان المنقرى فى خيل الى الكوفة، و أمره أن يطوّف بها، فمن وجده قد تخلّف، أتاه به:»[1]

لوگوں کو سید الشہدا علیہ السلام کے ساتھ جنگ کے لئے تیار کرنے کے بعد ابن زیاد نے محلّوں اور کوچوں میں اپنے سپاہیوں کو روانہ کیا تاکہ وہ تلاش کریں اور اگر کسی کو حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے پائیں تو اسے بھی پکڑ کر لے آئیں۔

اس ترتیب کے ساتھ جب دھمکیاں عملی صورت اختیار کر چکیں اور کارندوں نے تلاشی لینا شروع کر دی تو شہر کوفہ پر ابن زیاد کی خواہش کے مطابق کنٹرول ہو گیا۔ اس نے تمام افراد کو کربلا کی طرف روانہ کر دیا فقط وہ افراد باقی رہ گئے جو جیل میں بند یا کسی طرح سے شہر سے باہر اور نخلستانوں میں پناہ اختیار کر چکے تھے۔ اس نے تمام افراد کو عمر سعد کی سربراہی میں کوفہ سے سید الشہد علیہ السلام کے ساتھ جنگ کے لئے روانہ کیا۔ یہ افراد دو گروہوں میں تقسیم تھے:

پہلا گروہ: وہ لوگ تھے جو رغبت یا مجبوری وزبردستی کی وجہ سے اس میدان جنگ میں حاضر تھے۔

دوسرا گروہ: وہ افراد جن کے لئے کربلا تک پہنچنے کا واحد راستہ، عمر سعد کے لشکر میں شامل ہونا تھا۔ کیونکہ انہوں نے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی تھی۔

۱۔ بحار الانوار: ۴/ ۳۸۵؛ الفتوح: ۵/ ۱۵۷؛ الاخبار الطوال: ۲۵۴؛ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ۶/ ۲۶۲۶-۲۶۲۷۔

امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں شامل ہونے والے

دوسرے گروہ نے سیدالشہد علیہ السلام سے ملنے اوران کی ہمراہی اختیار کرنے کے لئے اس راستہ کواختیار کیااوران افراد کے نام وخصوصیات تاریخ میں ذکر ہوئی ہیں۔اس گروہ نے رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سیدالشہداءعلیہ السلام کے لشکر کی ہمراہی اختیار کی۔

اس بات سے یہ اندازہ لگایاجاسکتاہے کہ عمر سعد کے لشکر کے ساتھ ملنے والے دوسرے لوگوں کی بھی یہی نیت تھی لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے اور یہ یقین سے کہناچاہیے کہ یہ گروہ سیدالشہداءعلیہ السلام کے لشکر میں شمولیت اختیار کرنے کی غرض سے عمر سعد کے لشکر کے ہمراہ کربلا آیاتھااوران کی یہ ہمراہی، مجبوری کی بناء پر تھی۔

اس وجہ سے انہوں نے اپنے آپ کورات کے وقت سیدالشہداءعلیہ السلام کے لشکر تک پہنچایااور یہ افراد پہلے سے ہی ہدایت یافتہ تھے نہ یہ کہ شب یاروز عاشورہ کویہ ظلمت سے نورکی طرف منتقل ہوئے ہیں۔البتہ حرّ بن یزید، روز عاشورہ کوحق ونورانیت سے پیوستہ ہوا۔

ایک شخصیت جوابن سعد کے لشکر کے ساتھ آئی اوراس موقع پراس نے سیدالشہداءعلیہ السلام کی سعادت مند فوج میں شمولیت اختیارکی وہ قاسم بن حبیب بن بشیر ازدی ہیں۔[1]

ان کے بارے میں اس طرح نقل ہواہے:

«كان القاسم فارساً من الشيعة الكوفين، خرج مع ابن سعد، فلمّا صار في كربلاء مال الى الحسين عليه السلام... وقتل بين يديه»[2]

۱۔ المزار (ابن مشهدی): ۴۹۴۔

۲۔ ابصار العین فی انصار الحسین علیہ السلام :۱۸۶۔

قاسم کوفہ کے شاہسوروں میں سے تھا، ابن سعد کے لشکر کے ساتھ کوفہ سے خارج ہوئے اور کربلا پہنچ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ آملے... اورآنحضرت کی رکاب میں شہید ہوئے۔

ان سعادتمند افراد میں ایک عمرو بن ضبیعۃ بن قیس الضبعی ہیں۔ (۱)

ان کے بارے میں مؤرخین نے تحریر کیا ہے:

«کان عمر(۲) فارساً مقداماً، خرج مع ابن سعد ثمّ دخل فی انصار الحسین علیہ السلام...» (۳)

وہ ایک ایسے گھڑ سوار تھے جو جنگ میں پیشقدم تھے۔ وہ ابن سعد کے ہمراہ کوفہ سے نکلے اور پھر امام حسین علیہ السلام کے انصار میں شامل ہو گئے۔

ان خوش قسمت افراد میں سے ایک حلاس بن عمرو ازدی راسبی ہیں وہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ میں شہر کوفہ کے امن وامان کے ادارہ کے سربراہ تھے۔ وہ اپنے بھائی نعمان کے ساتھ ابن سعد کی فوج میں حاضر ہوئے اور پھر رات کے وقت انہوں نے اپنے آپ کو لشکر حسین علیہ السلام تک پہنچایا۔ (۴)

ان سعادت مند افراد میں مسعود بن حجاج تمیمی جیسے والد اور ان کے بیٹے عبدالرحمن کا نام لیا جاسکتا ہے۔ یہ دونوں افراد اسی طرح ابتداء میں ابن سعد کے لشکر کی ہمراہی میں کربلاء آئے لیکن آخر کار امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں شمولیت اختیار کر کے آنحضرت کی رکاب میں درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ (۵)

۱۔ مناقب آل ابی طالب: ۳/ ۲۳۲۔

۲۔ اقبال الدعمال: ۳/ ۷۸۔

۳۔ ابصار العین فی انصار الحسین: ۱۹۴۔

۴۔ ابصار العین فی انصار الحسین علیہ السلام: ۱۸۷۔

۵۔ ایضاً: ۱۹۳۔

کوفہ سے روانہ ہونی والی فوج کے سر دار

ا۔ عمر بن سعد (فوج کا اعلیٰ سر براہ)

ابن زیاد کے روانہ کئے جانے والے لشکر کے کمانڈروں کی پہچان بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اس فوج کا سب سے اعلیٰ سربراہ عمر سعد تھا، دوسرے کمانڈر کون لوگ تھے اس بحث کو پیش کرنے سے پہلے۔ دو اہم نکات کا ذکر دلچسپ ہے:

ا۔ مؤرخین کے نقل کے مطابق، عمر سعد کو چار ہزار سپاہیوں کا سربراہ بنایا گیا تاکہ اس کی قیادت میں یہ لشکر دیلم [1] کے علاقے میں جنگ کے لئے روانہ ہو۔

اس سلسلہ میں بہت سی تاریخی کتابوں میں اس طرح نقل ہوا ہے:

«کانوا قد أُعدوا للخروج معه الی الری لقتال الدیلم» [2]

اس لشکر کو حکم دیا گیا کہ پہلے حسین بن علی علیہما السلام کے ساتھ جنگ کرے اور پھر ری کی طرف جنگ کے لئے روانہ ہو۔

۲۔ عمر سعد پہلے دن سے ہی بنوامیہ کا لالچی و خوشامدی تھا اور کوفہ میں اس نے کبھی بھی اہل بیت علیہم السلام سے کوئی تعلق نہیں رکھا ہے۔ ہم نے بیان کیا ہے کہ جب نعمان بن بشیر نے حضرت مسلم اور ان کے ساتھیوں سے نرم سلوک روا رکھا تو ابن سعد نے یزید کو خط لکھا: دھیان سے کام لو کوفہ ہاتھ سے جا رہا ہے۔

ا۔ قابل ذکر بات ہے کہ یہ نکتہ اپنی جگہ پر قابل تحقیق ہے کہ کیا واقعاً ان دنوں میں شہر "ری" میں جنگ کی کوئی خبر تھی یا یہ لوگوں کو جمع کرنے کا ایک بہانہ تھا؟

۲۔ الاصابۃ: ۲/۱۷۱؛ الاخبار الطوال: ۲۵۳؛ الفتوح: ۵/۸۵؛ مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول علیہم السلام: ۴۰۰؛ تاریخ الاسلام: ۵/۲۵؛ لواعج الاشجان: ۱۰۵۔

۳۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام جس وقت کوفہ میں تھے اُس وقت آپ نے یہ خبر دی کہ حسین علیہ السلام کا قاتل عمر بن سعد ہوگا۔ (۱)

۲۔ حصین بن نمیر: (۲)

تاریخ کتابوں میں حصین بن نمیر کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔ حصین بن نمیر کا تعلق شام کے ایک شہر حمص سے تھا۔ (۳) اس علاقہ کے لوگ ناصبی اور امیرالمومنین علیہ السلام واہل بیت علیہم السلام کے دشمن تھے۔ (۴) اور حصین بن نمیر نے بھی ایسے شہر میں پرورش پائی تھی۔

طبری لکھتے ہیں:

«کان علی شرطة عبید الله» (۵)

وہ شہر کوفہ کی پولیس کا سربراہ اور اس شہر کے اطراف اور سرحدوں پر اس کی کڑی نگرانی تھی۔

جیسا کہ ہم نے پہلے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حصین نے نگرانی کی غرض سے شہر کے مختلف افراد کو گرفتار کیا۔ اسکے کچھ جرائم کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

یہ وہ شخص ہے جس نے کربلا میں حضرت حبیب بن مظاہر کو شہید کیا۔ (۱) یہ وہ پہلا فرد ہے جس نے عمر سعد کے لشکر کی طرف سے امام حسین علیہ السلام اوران کے خیموں پر تیراندازی کی کیونکہ یہ فوج کے تیرانداز دستہ کا سربراہ تھا۔ یہ وہ خبیث شخص تھا جس نے اہل بیت علیہم السلام کے مقدس سروں کو اپنے قبضہ میں لیکر کربلاء سے شام پہنچایا۔

۱۔ الاستیعاب: ۱/ ۳۹۳-۳۹۴۔

۲۔ بعض مآخذ میں حصین بن تیمیم ذکر ہوا ہے لیکن ہمارے نزدیک حصین بن نمیر صحیح ہے۔

۳۔ الاصابۃ: ۲/ ۸۰؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۲۳۹؛ الوافی بالوفیات: ۱۳/ ۵۶۔

۴۔ تاریخ طبری: ۴/ ۳۳۰؛ الارشاد: ۲/ ۶۹؛ مقتل الحسین علیہ السلام (ابومخنف) ۱۳۲؛ مثیر الاحزان: ۱۳۰ اور دوسرے مآخذ۔

۵۔ معجم البلدان: ۲/ ۳۴۹، نمبر ۳۹۱۴۔

یزید نے حکم دیا کہ سروں کو اس کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ وہ ان سے ان کے قتل کی کیفیت کے سلسلہ میں سوال کرے۔ انہوں نے سروں کو یزید کے سامنے پیش کیا اور یزید نے ان سے سوال کرنے شروع کیئے اور جب حصین بن نمیر کی باری آئی تو یزید نے اس سے پوچھا: مجھے بتاؤ کہ تم نے حسین علیہ السلام کو کس طرح قتل کیا ہے

حصین نے پہلے تو امان طلب کی اور امان لینے کے بعد اس نے جواب دیا:

«اعلم -أيها الأمير- أنّ الذی عقد الرایات ووضع الأموال وجیش الجیوش وأرسل الکتب وأوعد ووعد هو الّذی قتله»[۲]

اے امیر! جس نے پرچم روشن کئے اور اموال کو فوج کے قبضہ میں قرار دیا اور افواج کو مسلح کیا اور اس سلسلہ میں خط ارسال کئے اور جس نے وعدے وعدے و دھمکیاں دی ہیں یہی وہ شخص ہے جس نے حسین علیہ السلام کو قتل کیا ہے۔

یزید اس جواب سے غضبناک ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔ حصین بن نمیر وہ شخص ہے جس نے خانہ خدا سے ابن زبیر کو نکالنے اور اسے سرکوب کرنے کے لئے منجنیق نصب کی تاکہ خانہ خدا کو پامال کر کے ویران کر ڈالے۔

بالآخر واقعہ کربلا کے پانچ یا چھ سال بعد حصین بن نمیر، اہل شام کے کچھ افراد اور شخصیات کے ہمراہ جو ابن زیاد کے ساتھ تھیں سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھوں قتل ہو کر واصل جہنم ہوا۔[۳]

۱۔ مناقب آل ابی طالب: ۳/ ۲۵۲؛ مقتل الحسین علیہ السلام (ابو مخنف) ۱۴۳-۱۴۵؛ اور دوسرے مآخذ۔

۲۔ نور العین فی مشهد الحسین علیہ السلام: ۷۰۔

۳۔ امالی شیخ طوسی رحمہ اللہ علیہ: ۲۴۲۔

۳۔ شبث بن ربعی:[1]

یہ خوارج کا سرکردہ اور امیر المومنین علیہ السلام واہل بیت علیہم السلام کا سرسخت دشمن تھا۔ یہ واقعہ کربلا میں ایک ہزار فوجیوں کا کمانڈر اور امام حسین علیہ السلام کو خط لکھنے والوں میں سے تھا۔[2] قابل ذکر ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد تک خوارج اہل بیت علیہم السلام کی مخالفت کے سلسلہ میں بنوامیہ کے ساتھ بہت تعاون کرتے تھے۔ انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت وامام حسن کے واقعہ اور ان کی شہادت نیز واقعہ عاشورہ میں بنوامیہ سے مکمل تعاون کیا۔

البتہ بعد میں حکومت کے چکر میں ان کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہوگیا اور ان میں عجیب وغریب قسم کی کشمکش دیکھنے میں آئی ہے۔

۴۔ حجار بن ابجر عجلی:

حجار بن ابجر، ابن زیاد کی فوج کا ایک سالار تھا۔ اور یہ کربلا میں ایک ہزار فوج کا کمانڈر تھا۔ اس نے شبث بن ربعی اور دوسرے افراد کے ساتھ مل کر امام حسین علیہ السلام کو دعوت کے لئے خط لکھا اور اس پر دستخط کئے تھے۔[3] واقعہ کربلا کے بعد اس کا شمار اُن بڑے لوگوں میں ہوتا تھا جس نے حضرت مختار کے خلاف قیام کیا اور بالآخر اسے شکست کا سامان کرنا پڑا۔[4]

وہ نصرانی تھا[5] اور اسی دین پر دنیا سے گیا ہے۔ ابن حجر نے مرزبانی سے نقل کیا ہے:

«انّ ابجر مات علی نصرانیة فی زمن علی»[1]

۱۔ سیر اعلام النبلاء: ۴/ ۱۵۰، نمبر ۵۱۔

۲۔ الارشاد: ۲/ ۹۸، الفتوح: ۴/ ۳۲۳؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۶۲؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۱۹۴۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ مقتل الحسین علیہ السلام (ابومخنف): ۱۷۳؛ تاریخ طبری: ۴/ ۵۲۸-۵۲۹؛ الفتوح: ۶/ ۲۶۲۔

۵۔ الاصابۃ: ۲/ ۱۴۳؛ الاخبار الطوال: ۲۱۴۔

ابجر، علی علیہ السلام کے دور حکومت میں نصرانی دین پر اس دنیا سے چل بسا تھا۔

۵۔ حر بن یزید ریاحی:

حر بن یزید بھی ابن زیاد کی طرف سے روانہ کی جانے والی فوج کا ایک سربراہ تھا جو ایک ہزار سپاہیوں کا افسر تھا۔ البتہ اس کی بازگشت کی داستان تمام لوگوں کے لئے درس آموز قرار پائی کہ کس طرح اس نے سید الشہداء علیہ السلام و اہل بیت علیہم السلام کو کربلا میں داخل ہونے سے پہلے اذیت دی اور ان کے لئے رکاوٹ بنا۔ لیکن جب متوجہ ہوا تو بالکل تبدیل ہو کر کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

۶۔ شمر بن ذی الجوشن:

شمر، چار ہزار فوجیوں کا کمانڈر تھا[۲] وہ شروع ہی سے بنوامیہ کا کارندہ اور ابن زیاد کا خدمتگزار تھا۔ جب ابن زیاد نے یہ محسوس کیا کہ عمر سعد اس کے حکم کی تعمیل کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے تو اس نے شمر کو ایک خط دے کر کہا کہ یہ عمر سعد کو دو اور اس کی حفاظت کرو شمر، بنوامیہ کا دلدادہ بن چکا تھا۔

شیعہ و سنی مؤرخین نے لکھا ہے کہ ابن زیاد نے شمر کو کہا:

«اذهب فان جاء حسين و اصحابه على حكمي و الاّ فمر عمر بن سعد ان يقاتلهم، فان تباطا عن ذلك فاضرب عنقه، ثمّ أنت الامير على الناس...»[۳]

جاؤ اگر حسین علیہ السلام نے ہمارا حکم مان لیا تو ٹھیک وگرنہ عمر سعد کو حکم دو کہ وہ انہیں قتل کردے اور اگر عمر سعد اس حکم کو ماننے میں ٹال مٹول کرے تو اس کی گردن اُڑا کر تم خود فوج کے امیر بن جاؤ۔

شمر، کے بارے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ابن حجر لکھتے ہیں:

۱۔ الاصابۃ: ۲/۱۴۳۔

۲۔ بحار الانور: ۴۴/۳۱۵؛ الامالی شیخ صدوق: ۲۲۰۔

۳۔ البدایہ والنہایہ: ۸/۱۹۰۔

شمر، نماز جماعت میں آتا اور نماز کے بعد توسل کرتے ہوئے کہتا تھا:

«اللّٰهم انّك تعلم انّى شريف فاغفرلى»[۱]

خدایا! تو جانتا ہے کہ میں ایک اچھا انسان ہوں لہٰذا میری مغفرت فرما!

راوی کہتا ہے: میں نے اسے کہا: تو یہ خدا سے کیسے توقع کر سکتا ہے کہ وہ تجھے بخش دے حالانکہ تو نے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کیا ہے شمر نے جواب دیا: تو کیا کہتا ہے میں کیا کر سکتا تھا! وہ ہمارے امیر ہیں۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا اور اگر ہم مخالفت کرتے تو ان حیوانات سے بدتر ہوتے ہمارے امیر، واجب الاطاعت ہیں۔

ابن حجر عسقلانی خود متعصب ہونے کے باوجود اس مطلب کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

«انّ هذا العذر قبيح، فانّما الطاعة فى المعروف»

یہ عذر نہایت ناپسندیدہ ہے کیونکہ اطاعت فقط پسندیدہ واچھے امور میں ذکر ہوئی ہے۔

۷-۸۔ قیس و محمد:

ابن زیاد کی روانہ کی جانے والی فوج کے کمانڈروں میں دو بھائی جن کے بالترتیب نام قیس اور محمد ہیں اشعث بن قیس کی اولاد شمار ہوتے ہیں۔ اشعث، اس جعدہ کا باپ ہے جس نے پیسہ اور یزید کی ہمسری کے لالچ میں معاویہ کے کہنے پر امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو زہر پلایا۔

تحقیق کے مطابق ان دو افراد کا والد یعنی اشعث، حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت میں شریک تھا۔[۲]

محمد بن اشعث، حضرت سید الشہدا علیہ السلام کو دعوت دینے والوں میں سے تو نہیں تھا لیکن اس کے بھائی قیس نے دعوت نامہ پر دستخط کئے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے روز عاشورہ دشمن کی فوج کو خطاب کیا اور شبث بن ربعی،

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۲۳/ ۱۸۹؛ میزان الاعتدال: ۲/ ۲۸۰؛ لسان المیزان: ۳/ ۱۵۲۔

۲۔ الارشاد: ۱/ ۱۹۔

حجار بن ابجر، قیس ابن اشعث اور یزید بن حارث کو آواز دے کر فرمایا: مگر تم نے مجھے خط نہیں لکھے تھے قیس بن اشعث نے جواب دیا: آئو اور یزید کی بیعت کرو!

حضرت نے جواب میں فرمایا: تو اس شخص کا ہی بھائی ہے جس نے کوفہ میں مسلم بن عقیل علیہ السلام کو شہید کیا اور اب یہ چاہتے ہو کہ تم میرے قتل میں بھی شریک ہو جاؤ

«لا و الله لا اعطيهم بيدى اعطاء الذليل و لا اقر لهم اقرار العبيد»[۱]

نہ خدا کی قسم! میں اپنا ہاتھ ان جیسے ذلیل افراد (بیعت کے لئے) کو نہیں دوں گا اور حقیر بندوں کی طرح اقرار نہیں کروں گا۔

۹۔ یزید بن حارث:

یزید بن حارث دو ہزار سپاہیوں کا سالار اور حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو دعوت دینے والوں میں سے تھا۔ امام نے روز عاشورہ اس کو اس کے نام کے ساتھ پکار کر خطاب فرمایا۔ وہ کوفہ میں بنوامیہ کی حکومت کے لئے عمر سعد اور دوسرے افراد کے ساتھ مل کر جاسوسی کا کام انجام دیتا اور سلیمان بن صرد و مختار اور دوسرے افراد کے خلاف سرگرم عمل رہتا تھا۔[۲]

۱۰۔ عمرو بن حریث:

عمرو بھی ابن زیاد کی فوج کا ایک سپہ سالار تھا اور یہ اس قدر بنی امیہ کا غلام تھا کہ کوفہ میں ابن زیاد کی غیر موجودگی میں کوفہ کا گورنر ہوتا تھا۔[۳]

۱۔ الارشاد: ۲/ ۹۸؛ البدایہ والنہایہ: ۸/ ۱۹۴، تاریخ طبری: ۴/ ۳۲۳؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۶۳۔

۲۔ جمل من انساب الاشراف: ۶/ ۳۶۷ و ۳۸۱۔

۳۔ جمل من انساب الاشراف: ۶/ ۳۶۷-۳۷۶۔

۱۱۔ عمرو بن حجاج:

عمر بن حجاج بھی ابن زیاد کے لشکر کا ایک کمانڈر تھا۔ وہ فوج کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے:

«یا اهل الکوفة! الزموا طاعتکم وجماعتکم، ولاترتابوا فی قتل من مرق من الدین وخالف الامام»[1]

اے اہل کوفہ! اپنے اجماع واتحاد کی حفاظت کرو اور اس شخص کو قتل کرنے میں تم شک و تردید کا شکار نہ ہو جاؤ جو دین سے پھر چکا اور جس نے اپنے امام کی مخالفت میں خروج کیا ہے۔ کیا واقعاً ایسا عقیدہ رکھنے والے افراد شیعہ ہیں

عمرو بن حجاج کی نہر فرات کے محاصرہ پر ڈیوٹی تھی اور وہ اپنے سپاہیوں سمیت امام حسین علیہ السلام کے خیموں تک پانی نہیں پہنچنے دیا تھا۔[2] اس بے حیاء وگھٹیا انسان نے بڑی گستاخی کرتے ہوئے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رخ کر کے کہا:

«یاحسین! هذا الفرات تلغ فیه الکلاب و تشرب منه الحمیر والخنازیر، واللہ لاتذوق منه جرعةً حتّی تذوق الحمیم فی نار جهنّم»[3]

اے حسین! یہ فرات ہے جس سے کتے، گدھے اور خنزیر سیراب ہو رہے ہیں اور خدا کی قسم! تم اس سے ایک گھونٹ پانی نہیں پیو گئے یہاں تک کہ جہنم کی آگ میں حمیم نوش کرو گے۔

۱۔ تاریخ طبری: ۴/ ۳۳۱؛ مقتل الحسین علیہ السلام (ابو مخنف): ۱۳۶۔

۲۔ الارشاد: ۲/ ۸۶؛ مناقب آل ابی طالب علیہم السلام: ۳/ ۲۴۷؛ تاریخ طبری: ۴/ ۳۱۲؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۱۶۷ اور دوسرے مآخذ۔

۳۔ انساب الاشراف: ۳/ ۱۸۲، نمبر ۳۳۔

کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسا شخص شیعہ تھا اس وقت سید الشہدا علیہ السلام نے اس پر لعنت کی۔

ابن اثیر تحریر کرتے ہیں: بالآخر مختار اور اس کے ساتھی، عمرو بن حجاج کے تعاقب میں تھے کہ انہوں نے اسے بیابان میں ایسی حالت میں پایا کہ پیاس کی وجہ سے اس میں رمق باقی نہیں تھی اور پھر انہوں نے اس کو واصل جہنم کیا۔ (۱)

۱۲۔ عزرۃ بن قیس احمسی:

عزرۃ بن قیس بھی ابن زیاد کی فوج کا ایک کمانڈر تھا۔ اس کے حالات زندگی کے ذیل میں مؤرخین نے لکھا ہے:

«وهو على خيل أهل الكوفة» (۲)

وہ اہل کوفہ کی گھڑ سوار فوج کا سپہ سالار تھا۔

جس وقت ابن زیاد نے اسے سید الشہد علیہ السلام کے پاس پیغام دے کر بھیجنا چاہا تو اس نے معذرت طلب کرتے ہوئے کہا: میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے آنحضرت کو خط لکھا اور انہیں مدد و نصرت کا وعدہ دیا تھا۔ (۳)

وہ عمر کے زمانۂ خلافت میں شہر حلوان (وہ شہر جو شام و عراق کے درمیان) کا گورنر تھا (۴) اور اس کی حیثیت صدر اسلام سے مشخّص تھی۔

ابن زیاد کی فوج کے یہ تمام کمانڈر کربلا میں اپنے ماتحت سپاہیوں کی قیادت کرتے تھے۔ کیا واقعاً کوئی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ ایسے لوگ شیعہ تھے

۱۔ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۲۳۶؛ تاریخ ابن خلدون: ۳/ ۲۵۔

۲۔ الارشاد: ۲/ ۲۰۴؛ تاریخ طبری: ۴/ ۳۳۲؛ مقتل الحسین علیہ السلام (ابو مخنف) ۱۳۹۔

۳۔ الارشاد: ۲/ ۸۴-۸۵؛ تاریخ طبری: ۶/ ۳۱۰۔

۴۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۴۰/ ۳۰۹-۳۱۰۔

کربلا میں سپاہ شام کی موجودگی

گزشتہ مطالب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بڑے اطمینان سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اہل کوفہ کے علاوہ شام سے لوگ بلکہ لشکر کربلاء میں موجود تھے اور اس مطلب پر شواہد بھی موجود ہیں۔ جن میں سے ایک امام صادق علیہ السلام سے منقول روایت ہے کہ امام سے لوگوں نے سوال کیا: تاسوعا اور عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا:

«تاسوعاء یوم حوصر فیه الحسین علیه السلام و أصحابه بکربلاء و اجتمع علیه خیل أهل الشام و أناخوا علیه و فرح ابن مرجانة و عمر بن سعد بتوافر الخیل و کثرتها، و استغفوا فیه الحسین علیه السلام و أصحابه و أیقنوا أنّه لا یأتی الحسین علیه السلام ناصر و لا یمدُّ أهل العراق. بأبی المستضعف الغریب»[1]

تاسوعا وہ دن ہے جب کربلا کے میدان میں شام کے سپاہیوں کے ذریعہ حضرت امام حسین علیہ السلام اوران کے اصحاب کا محاصرہ کیا گیا..... ابن زیاد اور عمر سعد اپنے کثیر لشکر کو دیکھ کر خوشحال ہوئے۔ یہ لوگ روزِ عاشورہ کو سید الشہداء علیہ السلام اوران کے اصحاب پر مسلّط ہوئے اورانہیں یہ یقین ہوگیا کہ اب اہل عراق میں سے کوئی آنحضرت کی مدد و نصرت کے لئے نہیں آئے گا۔

اس روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ کونسا وقت تھا جب عبید اللہ اور عمر سعد کو خوشی و مسرت نصیب ہوئی اس وقت جب اہل شام سے فوج کربلا میں داخل ہوئی ہے۔

اس سلسلہ میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے سلسلہ سند سے اس طرح روایت نقل کی ہے:

۱۔ الکافی: ۴/ ۱۴۷۔ حدیث: ۷؛ بحارالانوار: ۴۵/ ۹۵، حدیث: ۴۰۔

«ونظر الحسین علیہ السلام یمیناً و شمالاً ولایری أحداً، فرفع رأسه الی السماء فقال: اللّٰهم انّك تری ما یصنع بولد نبیك... فأقبل عدوّ اللہ سنان بن أنس الأیادی و شمر بن ذی الجوشن العامری فی رجالٍ من أهل الشام...»[1]

امام حسین علیہ السلام نے دائیں و بائیں جانب نگاہ کی تو کسی کو نہ پایا پھر اپنا سرِ اقدس آسمان کی جانب بلند کر کے فرمایا: خدایا! تو دیکھ رہا ہے کہ یہ لوگ تیرے رسول ﷺ کے فرزند سے کیا سلوک کر رہے ہیں ... اس وقت دشمنان خدا، سنان ابن انس، شمر بن ذی الجوشن اور شام کے کچھ افراد نے حضرت پر حملہ کر دیا۔

اگر تم مسرت و خوشی کا اظہار کرنا چاہتے ہو تو اس دن کا روزہ رکھو۔ عاشورہ کے دن روزہ رکھنا بنوامیہ کی طرف سے ہے ،کیونکہ شیخ طوسی اپنے سلسلہ سند سے امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

«انّ آل امیة لعنهم اللہ و من اعانهم علی قتل الحسین علیہ السلام من أهل الشام نذروا نذراً؛ ان قتل الحسین و سلم من خرج الی الحسین و صارت الخلافة فی آل أبی سفیان أن یتّخذوا ذلك الیوم عیداً لهم، و ان یصوموا فیه شکراً و یفرّحون أولادهم، فصارت فی آل أبی سفیان سنّةً الی الیوم فی الناس»[2]

بے شک آل امیہ (لعنت اللہ علیہم) اور قتل حسین علیہ السلام میں ان کی مدد کرنے والے اہل شام نے یہ نذر مانی کہ اگر انہیں حسین پر فتح نصیب ہوئی (اور وہ انہیں قتل کرنے میں کامیاب ہوگئے) اور انہوں نے حکومت کو اپنے اختیار میں لے لیا تو وہ اس دن کو عید منائیں گے اور اس کے شکرانہ کے طور پر روزہ رکھیں گے اور یہ چیز آج تک آل ابوسفیان کے لئے سنّت قرار پائی ہے۔

۱۔ امالی شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ :۲۲۶۔

۲۔ امالی شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ :٦٦٧۔

یہ روایت اس چیز کو بھی بیان کر رہی ہے کہ اہل شام کا لشکر بھی سید الشہداء علیہ السلام کو ختم کرنے کے لئے موجود تھا۔ جی ہاں! بنوامیہ روز عاشورہ کو روزہ رکھتے تھے اور اسی وجہ سے ابھی تک کچھ وہابی حضرات یہ کہتے ہیں:

«ذالك يوم قتل الحسين، فان كنت شامتاً فصُم»[1]

روزِ عاشورہ قتل حسین کا دن ہے اگر تم شماتت اور اہل بیت کے ساتھ دشمنی رکھنا چاہتے ہو تو اس دن کا روزہ رکھو۔

کربلا میں شامی سپاہیوں کے بعض جرائم

منقولہ شواہد کی بناء پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ شام کی فوج، کربلاء میں موجود تھی اور روز عاشورہ اس نے جنگ میں شرکت کی ہے۔ اگرچہ ان کی دقیق تعداد مشخص نہیں لیکن ان میں سے کچھ افراد کے نام تاریخ میں موجود ہیں۔ البتہ یہ افراد اہل شام کے ان افراد میں سے نہیں تھے جو کوفہ میں سکونت پذیر تھے بلکہ شام سے ایک بھاری نفری کو سید الشہداء علیہ السلام کے قتل میں شریک ہونے کے لئے کربلا بھیجا گیا تھا۔ مختصر بات یہ ہے کہ ایک فی صد احتمال نہیں دیا جا سکتا کہ سید الشہداء علیہ السلام کو قتل کرنے والے افراد، کوفہ کے شیعہ تھے کیونکہ کوئی بھی شیعہ چاہے جس معنی میں اور چاہے جس قدر فاسق و سنگ دل اور بے دین ہو ایسے جرائم کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ ان جرائم میں کچھ درج ذیل ہیں:

۱۔ پانی کی بندش۔

۲۔ خیموں کو آگ لگانا۔

۳۔ بچوں کا قتل۔

۴۔ عورتوں کا قتل۔

۵۔ اموال کی لوٹ مار۔

۱۔ امالی شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ: ٦٦٧۔

۶۔ گھوڑوں کے سمّوں کے ذریعہ فرزندِ زہراء سلام اللہ علیہا کے بدن مطہر کو پامال کیا جانا۔

واضح سی بات ہے ان بیہودہ کاموں میں سے کوئی کام بھی شیعوں سے انجام نہیں پاسکتا اور بالفرض اگر وہ شیعہ، عمر سعد کے لشکر کے سربراہ اور قساوت و بے دینی میں مشہور بھی تھے تو پھر بھی وہ پانی کی بندش، خیام کو آگ لگانے جیسے جرائم کا ارتکاب نہیں کر سکتے تھے۔

یہ جو خطباء حضرات، کربلا میں رونما ہونے والے جرائم کا ذکر کرتے وقت یہ کہتے ہیں کہ خواتین اہل بیت علیہم السلام عصمت و طہارت کے کانوں سے انہوں نے گوشوارے چھین لئے یہ ایک حقیقت اور عاشورہ کے حقائق میں سے ہے۔

جی ہاں! یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ حتماً سنی حضرات ان واقعات کو نقل کریں تا کہ ہم انہیں قبول کریں۔ ہمیں یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ اہل سنّت کے متعصّب افراد، ان واقعات کو نقل کریں۔ کسی کو کہنے کا حق حاصل نہیں ہے کہ یہ دشمنانِ اہل بیت علیہم السلام کے ظلم و ستم، خرافات ہیں اور ایسا کچھ نہیں ہوا ہے۔

جیسا کہ تاریخ میں ذکر ہوا ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام کے بدن مبارک کو دس گھڑ سواروں نے اپنے گھوڑوں کے سمّوں کے ذریعہ پامال کیا اور یہ بات حقیقت ہے۔ تحقیق کے مطابق ان لوگوں کے نام اہل سنّت کی معتبر کتابوں میں درج ذیل ہیں:

۱۔ اسحاق بن حویہ، ۲۔ اخنس بن مرثد، ۳۔ حکیم بن طفیل سنبسی،

۴۔ صالح بن وہب جعفی، ۵۔ واحظ بن ناعم، ۶۔ رجاء بن منقذ عبدی،

۷۔ عمرو بن صبیح صیداوی، ۸۔ سالم بن خیثمہ جعفی، ۹۔ ہانی بن شعث حضرمی اور

۱۰۔ اسید بن مالک۔

اہل سنت کے نزدیک نہایت معتبر ابو عمرو زاہد نامی شخص کہتا ہے کہ ہم نے ان دس افراد کے بارے میں تحقیق کی اور ہم نے سب کو ولد الزنا پایا ہے۔[۱]

۱۔ اللہوف: ۷۹-۸۰؛ مثیر الاحزان: ۵۹؛ بحار الانوار: ۴۵/ ۵۹-۶۰۔

کیاواقعی یہ دعوی کیاجاسکتاہے کہ روزعاشورہ کوشیعہ حضرات نے ان جرائم وظلم کاارتکاب کیاہے

سیدالشہداء علیہ السلام کے قاتلوں کے عقیدے پر ایک نظر

وہ لوگ جوکربلامیں تھے اور جنھوں نے سیدالشہد علیہ السلام کے ساتھ جنگ کی ان کاعقیدہ کیاتھاامام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کے شیطانی عقائد کاایک نمونہ ملاحظہ کیجئے:

سنیؒ مورخ طبری اپنے سلسلہ سند سے اس طرح روایت نقل کرتے ہیں:

عاشورہ کے دن، ابن زیاد کی فوج کے ایک شخص جس کانام یزیدبن معقل جوسیدالشہداءعلیہ السلام کادشمن تھانے شہر کوفہ کے عالم قرآن اورآنحضرت کے ساتھی بریربن خضیر سے کہا:

دیکھ رہے ہوخداوندعالم نے تمہارے ساتھ کیاسلوک کیاہے

بریرنے جواب دیا: خداوندعالم نے جوکچھ میرے لئے قرار دیاہے وہ سعادت و خوشبختی ہے اور جوکچھ تمہارے ساتھ پیش آرہاہے وہ شقاوت وبدبختی ہے۔

یزیدبن معقل نے کہا: تم جھوٹ بول رہے ہو! تواس سے پہلے بھی جھوٹا شخص تھا۔ کیاتجھے وہ وقت یاد ہے جب قبیلہ بنی لوذان میں جھوٹی باتیں عثمان کوکہتاتھااور معاویہ کوگمراہ اور گمراہ کرنے والا جبکہ حضرت علی علیہ السلام کوپیشوائے حق و ہدایت خیال کرتاتھا

بریرنے کہا: میں گواہی دیتاہوں کہ میرا عقیدہ ونظریہ یہی ہے جوتوکہہ رہاہے۔

یزیدبن معقل چونکہ جانتاتھاکہ یہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی ولایت پرایمان رکھتاہے لہٰذا اس نے کہا: میں گواہی دیتاہوں کہ توگمراہ افراد کے زمرہ میں ہے۔

بریرنے کہا: کیاتومباہلہ کرنے پرحاضرہے اور پھرہم مبارزہ کریں

یزیدبن معقل نے کہا: ہاں۔

اس وقت دونوں نے چلنا شروع کیا اور مقابلہ سے پہلے دست دعا بلند کیئے اور جھوٹے شخص پر لعنت کی اور خدا سے چاہا کہ جو شخص حق پر ہے اسے باطل پر غالب فرما اور اس کے بعد دونوں میں مقابلہ کا آغاز ہوا اور بریر نے یزید بن معقل کو قتل کر دیا۔ (۱)

بات یہ ہے کہ روزِ عاشورہ امیر المومنین علیہ السلام کی حقانیت یا عثمان کے بارے میں بحث تھی حضرت علی علیہ السلام کی اتباع اور عثمان کی پیروی، محل اختلاف اور جنگ کا سرچشمہ ہے۔ بریر اور یزید بن معقل کے درمیان مباہلہ کا نتیجہ، امام ہدایت کے پیروکار اور شیعہ علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی کامیابی یعنی بریر بن خضیر کی صورت میں اپنے اختتام کو پہنچا۔

طبری ایک دوسرے مورد میں تحریر کرتا ہے: جب امام حسین علیہ السلام کے ایک ساتھی حضرت نافع بن ہلال نے میدان جنگ میں قدم رکھا تو انہوں نے رجز پڑھا اور کہا: میں حضرت علی علیہ السلام کے دین کا عقیدہ رکھتا ہوں۔ ابن زیاد کی فوج کا مزاحم بن حریث نامی شخص ان سے مقابلہ کرنے کے لئے نکلا اور حضرت نافع کے جواب میں اس نے کہا: میں دین عثمان کا معتقد ہوں۔ (۲)

ابن اثیر جزری کتاب ''الکامل فی التاریخ'' اور ابن کثیر ''البدیہ والنہایہ'' میں حضرت نافع کی اس رجز خوانی کو نقل کرتے ہیں۔ (۳) لیکن یہ بیان نہیں کرتے کہ ان کی طرف مقابل نے جواب میں یہ کہا: ''انا علی دین عثمان'' میں دین عثمان کا معتقد ہوں۔ کیوں تاکہ یہ چیز مخفی رہے کہ سید الشہداء علیہ السلام کے قاتل کون تھے اور کئی صدیوں کے بعد لوگ یہ کہہ سکیں کہ خود شیعوں نے حضرت حسین بن علی علیہما السلام کو شہید کیا تھا۔

۱۔ تاریخ طبری: ۴/۳۲۸-۳۲۹؛ الکامل فی التاریخ: ۴/۶۶۔

۲۔ الارشاد: ۲/۱۰۳؛ تاریخ طبری: ۴/۳۳۱؛ مقتل الحسین علیہ السلام (ابو مخنف): ۱۳۵۔

۳۔ الکامل فی التاریخ: ۸/۱۹۹؛ البدایہ والنہایہ: ۸/۱۹۹۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ ابن زیاد نے عمر سعد کو ایک خط لکھا کہ حسین اور ان کے اصحاب پر پانی کی بندش کر دو تاکہ پانی کا ایک قطرہ بھی ان تک نہ پہنچے جیسا کہ مظلوم خلیفہ عثمان بن عفان کے ساتھ لوگوں نے یہ سلوک کیا تھا۔ (۱)

ان موارد کی طرف توجہ کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ میدان کربلا میں کون سا محاذ کسی گروہ کے مقابلہ میں قرار پایا تھا۔ جس وقت اسیران اہل بیت کو مدینہ منورہ لوٹایا گیا اور بنی ہاشم کی خواتین نالہ و فریاد، گریہ و زاری اور عزاداری کرنے لگیں تو راوی کہتا ہے: میں اس وقت عمرو بن سعید اشدق کے پاس گیا عمر اس منظر کو دیکھ کر ہنسا اور اہل بیت کی دشمنی میں اس نے شعر پڑھنے کے بعد کہا: «هذه واعية بواعية عثمان بن عفّان!» (۲)

یہ عزا و مصیبت، عثمان بن عفّان کی مصیبت کے مقابلہ میں ہے۔

جی ہاں! جنگ کی ابتداء میں عثمان کا نام تھا اور بالآخر جب اہل بیت مدینہ میں داخل ہوئے تو پھر بھی بات عثمان کی ہو رہی تھی۔

امام حسین علیہ السلام کے اقوال میں دشمنان اہل بیت کی تصویر

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے روز عاشورہ، تقریر کے دوران دشمنان اہل بیت کی اس طرح توصیف فرمائی ہے:

«فانّما أنتم من طواغيت الأُمّة و شذّاذ الأحزاب ونبذة الكتاب، و نفثة الشيطان، وعُصبة الاثام، ومحرّفی الكتاب، و مطفئی السنن، وقتلة أولاد الأنبياء ومبيری عترة الأوصيائ...وأنتم ابن حرب وأشياعه تعتمدون وايانا تخاذلون...» (۳)

۱۔ تاریخ طبری: ۵ /۴۱۲۔

۲۔ تاریخ طبری: ۴ /۳۵۷۔

۳۔ بحار الانور: ۴۵ /۸؛ ترجمہ الامام الحسین ابن عساکر: ۳۱۸؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴ /۲۱۸ تھوڑے اختلاف کے ساتھ۔

تم لوگ امت کے سرکش افراد، قرآن کو پس پشت ڈالنے والے، شیطان کی دم، گنہگار گروہ، قرآن میں تحریف، سنتوں کا خاتمہ اورانبیاء کرام کی اولاد کو قتل کرنے والے ہو۔تم اس کی اولاد اور معاویہ کے پیروکار ہو اور تمہارا مقصد صرف ہمیں ختم کرنا ہے۔

یہ گفتگو کس شخص پر منطبق ہوتی ہے یہ کلمات کسی ایک نچلے درجہ اور فسق و گناہ کے بلند ترین درجہ کے شیعہ فرد پر صدق نہیں کرتے ہیں۔آنحضرت اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ تم کیوں میری جان کے درپے ہو

انہوں نے جواب دیا: تیرے باپ کے ساتھ دشمنی کی وجہ سے قتل کر رہے ہیں۔[1]

امام حسین علیہ السلام ایک دوسرے مقام پر بلند آواز سے دشمن کی فوج کو خطاب کر کے فرماتے ہیں:

«یاشیعة آل ابی سفیان! ان لم یکن لکم دین و کنتم لاتخافون المعاد، فکونوا احرارا فی دنیاکم هذه»[2]

اے آل ابوسفیان کے پیروکاروں !اگر تمہارا دین نہیں اور تم لوگ قیامت سے نہیں ڈرتے تو دنیا میں آزاد رہو۔

جی ہاں! بنیادی طور پر سید الشہداء علیہ السلام کے دشمن اور قاتلوں کا تعلق، خاندان ابوسفیان کے پیروکاروں سے تھا۔ شیعیان اہل بیت علیہم السلام سے نہیں اور ظاہری عمل میں فسق و فجور کے لحاظ سے خاندانِ ابوسفیان کے پیروکار تھے بلکہ آنحضرت کے قاتل در حقیقت آل ابوسفیان کے راستہ پر گامزن تھے، اس بناء پر جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ کوفہ کے بزرگان شیعہ یا تو زندان میں تھے یا ان کو قتل کر دیا گیا تھا یا پھر وہ روپوش ہو چکے تھے۔

۱۔ نور العین فی مشہد الحسین : ۴۷۔

۲۔ الفتوح:۵/۱۱۷؛ تاریخ طبری: ۴/۳۴۴؛ الکامل فی التاریخ:۴/۷۶؛ البدایة والنہایة: ۸/۲۰۳۔

ان تمام حالات کے باوجود، کیا یہ ہوسکتا ہے کہ شیعہ چاہے جس معنی میں بھی ہو وہ بچوں اور خواتین عصمت وطہارت کے خیموں کو آگ لگانے جیسے جرائم کا مرتکب ہوسکتا ہے یہ تمام جرائم ومظالم، اہل سنّت کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں۔

ابن جزری تحریر کرتے ہیں:

...امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ میں عمر سعد نے فوج کو حکم دیا کہ وہ خیموں کو آگ لگادیں اور حسین نے انہیں اس کام سے منع کیا لیکن انہوں نے خیموں کو آگ لگادی...

وہ مزید اس بارے میں لکھتے ہیں:

«وخرجت امرأة الكلبي تمشي الى زوجها فجلستْ عند رأسه تمسح التراب عن وجهه وتقول: هنيئاً لك الجنّة، فأمر شمر غلاماً اسمه رستم فضرب رأسها بالعمود فشدخه فماتت مكانها»[۱]

قبیلہ کلبی کی ایک خاتون اپنے شہید ہونے والے شوہر کے جنازہ کی طرف گئی اور اس کے سرہانے بیٹھ کر اس نے اپنے شوہر کے چہرہ سے مٹی صاف کی اور کہا: تمہیں بہشت مبارک ہو۔ اس وقت شمر نے اپنے رستم نامی غلام کو یہ حکم دیا کہ اس عورت کو قتل کردے تو اس نے اس مظلوم وغمزدہ عورت پر وار کیا جس کی وجہ سے وہ دم توڑ گئی۔

بلاذری اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں:

...خیموں کو آگ لگنے کے بعد عورتوں نے فریاد بلند کی اور ان کا نالہ وزاری بلند ہوئی اور وہ خیموں سے باہر نکلیں...[۲]

ایک دوسری معتبر کتاب میں ذکر ہوا ہے:

۱۔ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۶۹-۷۰؛ تاریخ طبری: ۴/ ۳۴۴، ۳۳۳؛ مقتل الحسین علیہ السلام (ابومخنف): ۱۴۱۔

۲۔ انساب الاشراف: ۳/ ۱۹۴، نمبر ۳۶؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۶۹؛ تاریخ طبری: ۴/ ۳۳۴۔

سیدالشہداء علیہ السلام کی عمر کے آخری لحظہ میں جب ایک چھوٹا سا بچہ ان کے دامن میں جاکر بیٹھا تو ان یزیدیوں نے بڑی بے رحمی سے اس بچے کو بھی شہید کردیا۔(۱)

خباثت و کمینگی کی حد یہ تھی کہ جب وہ خبیث شخص سیدالشہداء علیہ السلام کی دختر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گوشوارے کو چھین رہا تھا اس وقت گریہ بھی کررہا تھا۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اس سے فرمایا: تو گریہ کیوں کررہا ہے مجھے چھوڑ دو! اس خبیث نے جواب دیا: اگر میں نے یہ کام نہ کیا تو کوئی دوسرا شخص چھین کرلے جائے گا۔(۲)

یزید اور معاویہ کے دفاع میں گھڑی جانے والی حدیثیں

یہ متعصب وانتہاء پسند گروہ جب اپنے شرمناک مقاصد کے حصول میں ناکام رہا تو پھر اس نے یزید کے کاموں کا وفاع اوران کی توجیہ کرنا شروع کردی اوراس نے یزید اوراس کے باپ کی آبرو بچانے کے لئے نہایت اوچھے ہتھکنڈے استعمال کیئے اوراس سلسلہ میں انہوں نے احادیث گھڑیں جیسے قسطنطنیہ کی فتح مومنین اور نیک کردار لشکر کے ہاتھوں ہونے کی نوید و بشارت دی اور پھر انہوں نے اس فتح و کامیابی کی یزید کی طرف نسبت دیتے ہوئے کہا: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اس لشکر کا کمانڈر یزید ہے۔(۳)

انہوں نے اس سے بڑھ کر یہ کہا: یزید کے پرچم کے زیر سایہ اوراس کے لشکر میں حسین بن علی بھی ہیں۔(۴)

ابن تیمیہ یزید کا دفاع اوراس کے جرائم ومظالم کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتا ہے: اگر بالفرض یزید نے حسین بن علی کو قتل کیا ہے تو دوسری طرف اس نے اچھے کام بھی انجام دیئے ہیں۔

۱۔ المنتظم: ۵/ ۳۴۰۔

۲۔ سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۲۰۴؛ ترجمہ الامام حسین علیہ السلام من طبقات ابن سعد: ۷۸۔

۳۔ منہاج السنۃ: ۴/ ۵۷۱-۵۷۲۔

۴۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴/ ۱۱۱؛ الوافی بالوفیات: ۱۲/ ۲۶۲۔

کیونکہ:

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ[1]

نیکیاں، برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اس بناء پر یزید نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔

غزالی اور اس کی مانند دوسرے افراد، یزید کے گناہوں کی توجیہ کے سلسلہ میں کہتے ہیں:

شاید یزید نے توبہ کر لی ہو، تم کیوں اس پر لعنت بھیجتے ہو

آپ کی نظر میں کیا یہ جھوٹ کے پلندے اہل تحقیق پر مخفی رہیں گے کیا تحقیق کرنے والے مر چکے اور ختم ہو گئے ہیں اگرچہ ممکن ہے ان کی تعداد بہت کم ہو لیکن بہرحال وہ موجود ہیں۔

میں نے ان بیہودہ عقائد کے سلسلہ میں جو سند و دلالت اور اہل سنّت کے موقف کے بارے میں تحقیق کی ہے اس کے مطابق یہ احادیث فقط خود ساختہ اور ایک خاص گروہ کی شیعہ حضرات کے ساتھ دشمنی و تعصب کی بناء پر ہیں۔

بطور نمونہ اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیں کہ ایک محفل میں امام حسین علیہ السلام کی موجودگی میں معاویہ منبر پر جاتا ہے، اپنی اور اپنے خاندان کی مدح اور تعریف بیان کرتا ہے اور امام حسین علیہ السلام سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس روایت کے من گھڑت اور بے اعتبار ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ ابن عساکر نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے:

«هذا حديث منكر ولا ارى اسناده متصلاً الى الحسين»[2]

یہ منکر حدیث ہے اور اس کا سلسلہ سند امام حسین علیہ السلام تک نہیں پہنچتا۔

۱۔ سورہ ہود: آیہ ۱۱۴۔

۲۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴/ ۱۱۴۔

... یہ تمام جھوٹ، درد کا علاج نہیں کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں کسی قسم کا شک نہیں کہ یزید و معاویہ، ہمیشہ کے لئے تاریخ کے سیاہ و بدنما چہرے ہیں۔

اب اگر اس زمانہ میں ایسے افراد ملتے ہیں جو مقالات اور انٹرنیٹ کی ویب سائٹس پر ابن تیمیہ کے مکتب کی باتیں کرتے ہیں تو یہ مسلّم ہے کہ ان کی فکری کیفیت کا سرچشمہ کہاں ہے۔ ہم نے اس انتہاء پسند گروہ کے بارے میں علماء اہل سنّت کے نظریہ کو بیان کر دیا ہے۔

جب یہ حدیث گھڑتے ہیں کہ "روز عاشورہ، عید و خوشی کا دن ہے" تو ابن جوزی، ابن کثیر اور عینی جیسے ان کے بزرگان یہ وضاحت کرتے ہیں کہ یہ احادیث ناصبیوں اور سید الشہداء علیہ السلام کے قاتلوں کی خود ساختہ ہیں تاکہ وہ ان کے ذریعہ شیعوں کو اذیت و تکلیف پہنچائیں۔

بسا اوقات ان انتہا پسندوں کے کچھ افراد، بے غیرتی کی حدّ پھلانگ کر یہ کہتے ہیں:

عاشورہ کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے۔

اس وقت یہ لوگ اس سلسلہ میں حدیث گھڑتے ہیں کہ ایک دن صرد نامی [1] پرندہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیٹھا تھا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ پہلا پرندہ ہے جس نے روزہ رکھا ہے اور وہ دن، عاشورہ کا دن تھا۔ [2]

حاکم نیشاپوری کہتے ہیں:

۱۔ حیات الحیوان دمیری: مادہ "صرد"

۲۔ عینی نے عمدۃ القاری میں اور مرحوم مجلسی نے بحارالانوار میں اس مطلب کو حاکم نیشاپوری کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور بعض افراد نے یہ خیال کیا ہے کہ حاکم نے اس مطلب کو اپنی کتاب المستدرک میں ذکر کیا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اس کتاب میں اس بات کا تذکرہ نہیں پایا جاتا ہے۔ البتہ اگر المستدرک الصحیحین میں شہادت امام حسین علیہ السلام کے باب کو ملاحظہ کیا جائے جس میں حاکم نیشاپوری کہتے ہیں: «وقد ذكرت هذه الاخبار بشرحها في كتاب مقتل الحسين عليه السلام وفيه كفاية لمن سمعه وعاه» المستدرک الصحیحین: ۳/۱۷۷، کو دیکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ بات مقتل الحسین علیہ السلام جس میں امام حسین علیہ السلام کے بارے میں روایات کو جمع کیا گیا ہے میں موجود ہے؛ بحارالانوار: ۶۱/ ۲۹۱؛ عمدۃ القاری: ۱۱/ ۱۱۸۔

یہ ان احادیث میں سے ایک حدیث ہے جنہیں حسین ابن علی علیہما السلام کے قاتلوں نے گھڑا ہے۔

حاکم اوران جیسے افراد کا کلام، اس غیرت وہمت کو بتلا رہی ہے جو علماء اہل سنت نے اس متعصّب وانتہاء پسند، گروہ کے بارے میں ظاہر کی ہے اور احادیث کے مکمل طور پر من گھڑت ہونے پر گواہ وہی مطلب ہے جو ہم نے معاویہ کی مذمت کے سلسلہ میں نقل کیا ہے۔ اس سلسلہ میں دانشمند علماء حضرات نے معاویہ اورابوسفیان کی مذمت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو جمع اوراس سلسلہ میں انہوں نے کتابیں تالیف کی ہیں۔

علم حدیث کے بزرگ افراد اوراہل سنّت کے حفاظ نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ معاویہ کی فضلیت کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث موجود نہیں ہے۔ بخاری نے اپنی صحیح کتاب میں صحابہ کے مناقب کو علیحدہ علیحدہ روایت کیا ہے اوروہ کہتے ہیں: باب "مناقب فلاں" باب "فلاں" جب معاویہ کی باری آتی ہے تووہ کہتے ہیں "باب ذکر معاویہ ابن ابی سفیان"

جیساکہ ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے صحیح بخاری کے شارحین، باب معاویہ کے عنوان میں کلمہ مناقب نہ لانے کی وجہ یہ قرار دیتے ہیں کہ معاویہ کی فضلیت ومنقبت کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث موجود نہیں اوراس چیز کو انہوں نے بالکل واضح طور پر بیان کیا ہے۔ (۱)

لہٰذا ان لوگوں کی تمام کوشش، معاویہ ویزید کی جاتی ہوئی آبرو کی حفاظت پر مبذول ہوئی ہے۔

عاشورہ کے حقائق میں تحریف

جب یہ متعصب انتہاء پسند گروہ، اپنے مقصد یعنی یزید و بنوامیّہ کی آبرو بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکا تو اس نے عاشورہ کے حقائق میں دخل وتصرف کرنا شروع کیا اوراس سلسلہ میں انہوں نے تحریفات انجام دیں۔ آپ مندرجہ ذیل موارد میں ذرا غور کیجئے:

۱۔ سید الشہداء علیہ السلام نے اپنی شہادت اوراس سفر کے الٰہی وظیفہ ہونے کی پیشگوئی کی تھی:

۱۔ رجوع کریں، فتح الباری: ۷/ ۸۱۔

سیدالشہداء علیہ السلام کی شہادت کے سلسلہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو اس قدر واضح تھی کہ یہ خبر تمام لوگوں بلکہ گھروں میں خواتین کے کانوں تک بھی پہنچی تھی۔ان تمام اوصاف کے باوجود بعض افراد کہتے ہیں: جب راستہ میں سیدالشہد علیہ السلام کو جناب مسلم بن عقیل کی خبر پہنچی توانہوں نے یہ ارادہ کرلیا کہ وہاں سے واپس چلے جائیں لیکن مسلم کے بھائیوں نے انہیں واپس جانے سے منع کردیا۔ابن جوزی اسی مورد میں اس طرح رقمطراز ہیں:

«هم أن يرجع فقال اخو مسلم: والله لا ترجع حتى نصيب بثارنا»[1]

امام حسین علیہ السلام نے پختہ ارادہ کرلیا کہ وہ واپس چلے جائیں لیکن انہوں نے کہا: "آپ کو واپس نہیں جانا چاہیے۔"

احمد بن داؤود دینوری متوفی ۲۸۲،طبری، ذہبی، شیخ مفید اور دوسرے مؤرخین اس مورد میں اس طرح تحریر کرتے ہیں: امام حسین نے حضرت مسلم کے بھائیوں سے فرمایا:

«ما ترون، فقد قتل مسلم فقالوا: والله ما نرجع حتّى نصيب ثأرنا، أو نذوقٍ ما ذاق.

فقال: لا خير في العيش بعد هولاء»[2]

مسلم درجہ شہادت پر فائز ہو چکے ہیں، اب تمہاری کیا رائے ہے

انہوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے۔جب تک ان کا انتقام نہ لے لیں یا شہادت کا ذائقہ نہ چکھ لیں۔

امام نے فرمایا! ان کی شہادت کے بعد دنیا کی زندگی میں اب کوئی خیر نہیں ہے۔

۱۔رجوع کریں، المنتظم: ۵/ ۳۲۹۔

۲۔ الارشاد: ۲/ ۷۵؛ الاخبار الطوال: ۲۴۷؛ تاریخ طبری: ۴/ ۲۹۲-۳۰۰؛ الکامل فی التاریخ: ۴/ ۴۲؛ تہذیب الکمال: ۶/ ۴۲۷؛ البدایۃ والنہایۃ: ۸/ ۲۱۴؛ الاصابۃ: ۲/ ۷۱؛ تہذیب التہذیب: ۲/ ۳۰۴؛ سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۳۰۸ تھوڑے سے فرق کے ساتھ۔

یہ بات قطعی و ثابت شدہ ہے کہ مؤرخین نے اسے نقل کیا ہے لیکن اس کے باوجود، ابن کثیر اور کچھ افراد اس کلام کی حضرت کی طرف نسبت دیتے ہیں تاکہ ان کی غرض و مقصد کو ظاہر کریں۔ ان میں سے کچھ افراد کہتے ہیں:

حسین بن علی، شب عاشورہ کو اپنے آنے پر نادم و پشیمان ہوئے۔[1]

تاریخی واقعہ کے حقائق کو توڑنے موڑنے کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ان میں سے کچھ افراد، اس طرح روایت گھڑتے ہیں کہ شب یا روز عاشورہ کو حسین بن علی نے شام جانے یا یزید کی بیعت کرنے یا کسی طرح اس سے تفاہم و معاملہ کرنے کے لئے تیار ہوئے۔ اس طرح کی روایات جعل کرنے کا مقصد، واقعہ عاشورہ کو بے وقعت کرنا یا خود ان کے زعم کے مطابق یزید و بنوامیہ کی آبرو و عزت کا حصول ہے۔ کسی صورت میں بھی حقائق اس واقعہ کو مخفی نہیں رکھ سکتے ہیں۔

اہل سنت کے مورّخ طبری اس بات کو مسترد کرتے ہیں اور اپنے سلسلہ سند سے عقبہ بن سمعان سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتا ہے:

«صحبت حسيناً، فخرجت معه من المدينة الى مكّة و من مكّة الى العراق، ولم أفارقه حتّى قتل، و ليس فى مخاطبته الناس كلمة بالمدينة ولا بمكّة ولا فى الطريق ولا بالعراق ولا فى عسكر الى يوم مقتله الاّ وقد سمعتها: الا و الله ما أعطاهم ما يتذاكر الناس و ما يزعمون من أن يضع يده فى يد يزيد بن معاوية...»[2]

میں امام حسین کے آغاز سفر سے ان کے ہمراہ تھا اور کسی وقت میں ان سے جدا نہیں ہوا اور مدینہ و مکہ کے لوگوں سے آنحضرت کی تقریروں کے وقت، راستوں میں عراق میں اور فوجوں کے نزدیک الغرض ہر مقام پر ان کی شہادت تک میں ان کے ساتھ تھا۔ خدا کی قسم! اس طرح نہیں تھا جو لوگ خیال کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت بیعت کے لئے اپنا ہاتھ یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں دینا چاہتے تھے۔

عقبہ بن سمعان قسم کھا رہا ہے کہ ایسی بات نہیں تھی اور نہ ہی اس طرح ہونا چاہئے تھا کہ امام حسین علیہ السلام یزید کی بیعت کرنے کا ارادہ کریں ہرگز ایسا نہیں ہے۔ یہ جھوٹ کے پلندے کس لئے ان تمام کا مقصد و غرض مسلمانوں کے

۱۔ تاریخ طبری: ۴/ ۳۱۳۔

۲۔ تاریخ طبری: ۴/ ۳۱۳؛ مقتل الحسین علیہ السلام (ابو مخنف): ۱۰۰۔

درمیان اس عظیم واقعہ کی اہمیت کو کم اور اس حادثہ کے بے نظیر اثرات کو ختم کرنا ہے کیونکہ وہ چاہتے ہیں اس بہانہ سے وہ یزید و بنوامیہ کی حمایت کریں۔

دوسری ناکام کوششیں

ان تمام ناکام کوششوں کے باوجود جب وہ سید الشہداء علیہ السلام اور ان کی باعظمت تحریک میں کوئی کمزور نکتہ تلاش کرنے میں ناکام رہے تو پھر انہوں نے اس مقابلہ کو ایک دوسری شکل دینا چاہی اور یہ کوشش کی کہ یزید کو قاتل ہونے سے بری قرار دیں اور اس مسئلہ میں شک و تردید پیدا کریں لیکن یہ طریقہ بھی ناکام رہا۔

پھر انہوں نے ایک نیا طریقہ اختیار کیا اور یہ کہنے لگے کہ حسین بن علی نے خلیفہ شرعی یزید کے خلاف قیام کیا اور وہ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں: بہت سارے صحابہ جن میں عبداللہ بن عمر[1] بھی ہے نے یزید کی بیعت کی۔[2]

اب جبکہ حسین بن علی نے شرعی حکومت کے خلاف قیام کیا لہٰذا وہ خارجی ہیں اور ان کو قتل کرنا چاہئے تھا اور یہ قتل برحق انجام پایا ہے۔ یہ کوشش بھی نتیجہ خیز ثابت نہ ہوسکی اور دوسری طرف معتبر کتابوں میں تاریخی تحقیق کے مطابق عبداللہ بن عمر نے پیسے لے کر اپنے آپ کو معاویہ کے ہاتھوں بیچ دیا۔

یہ واقعہ مکمل طور پر برعکس ہے یعنی جس نے بھی یزید کے بیعت کی چاہے وہ صحابہ میں سے ہو وہ یزید کے اعمال میں شریک ہے نہ یہ کہ ان کی بیعت نے یزید کی حکومت کو شرعی حیثیت عطا کی ہے۔ یزید کی بیعت کا مطلب، اس کے جرم و گناہوں میں شریک ہونا ہے اور ان لوگوں کی بے عدالتی اور غیر عادل ہونے کو ثابت کرتا ہے جنہوں نے یزید کی بیعت کی ہے۔ جس طرح اس کا باپ معاویہ اس کے تمام کاموں میں شریک ہے۔

ایک دوسرے گروہ نے گفتگو کو تبدیل کیا اور یزید کے قاتل ہونے کا اقرار کرنے کے ساتھ کہتے ہیں، شاید یزید نے توبہ کرلی ہو لہٰذا اس پر لعن وطعن نہ کرو۔ یہ بات بھی بے فائدہ ہے۔ پھر انہوں نے ایک نیا روپ اختیار کیا اور یہ کہنے

۱۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ وہ ان بہت سے صحابہ میں سے فقط عبداللہ بن عمر کے نام پر اکتفا کرتے ہیں اور کسی دوسرے صحابی کا نام کتاب میں ذکر نہیں ہوا ہے۔ البتہ اس سے پہلے ہم نے عبداللہ بن عمر کی بیعت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۲۔ شرح قصیدہ الہمزیہ: ۲۷۱۔

لگے: عاشورہ، عید کا دن ہے۔ یہ اس فرقہ صوفیہ کے سربراہ کا کلام ہے جس کی اب بغداد میں قبر عرفاء کی زیارت گاہ ہے اور ہم اس کے بارے میں پہلے بیان کر چکے ہیں۔

انہوں نے پھر بھی اس محاذ آرائی سے ہاتھ نہیں اُٹھایا اور کہا: امام حسین شہادت کے درجہ پر فائز ہونے کے ذریعہ عظیم و بلند مقام پر پہنچے ہیں لہٰذا کیوں ان کے لئے عزاداری کی جائے تمہیں خوشحال ہونا چاہئے۔ بلکہ شدید ناراضگی و غصہ کی وجہ سے انہوں نے مقتل کے بارے میں پڑھنا حرام قرار دیا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے کربلا کے واقعات و حقائق بیان نہ کئے جائیں لیکن یہ طریقہ بھی بے فائدہ ثابت ہوا۔

جی ہاں! وہ حیران و پریشان ہیں کہ انہیں کیا کرنا چاہئے تکذیب موثر ثابت نہ ہو سکی، شک و تردید پیدا کرنے نے بھی کچھ فائدہ نہ دیا۔ وفاع بھی درد کا مداوانہ کر سکا اور توجیہ بھی غیر موثر ہوئی۔ بعض دوسرے افراد نے ایک نیا طریقہ اختیار کیا اور وہ لکھتے ہیں: چونکہ یزید صحابہ میں سے نہیں تھا لہٰذا ہم اس کا دفاع اور اس کے کاموں کی توجیہ نہیں کر سکتے ہیں۔

اس بات کا کیا مطلب ہے یہ بات اس نظریہ کی طرف اشارہ ہے کہ جس کے مطابق ضروری ہے اصحاب کے تمام کاموں کی توجیہ کی جائے، کیونکہ اہل سنّت، تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجتہد خیال کرتے ہیں۔ وہ اصحاب جو جنگ صفین کے لئے گئے اور جنہوں نے جنگ کا آغاز کیا گویا انہوں نے اجتہاد کیا ہے۔ اگر یزید بھی صحابی ہوتا تو یقیناوہ کہتے کہ اس نے اجتہاد کیا ہے اور اس کی کوئی غلطی نہیں ہے۔

یزید نے فرزند دختر رسول سلام اللہ علیہا کو ان خصوصیات کے ساتھ شہید کیا ہے۔ لہٰذا اس نظریہ کی بناء پر زیادہ سے زیادہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نے خطاء و غلطی کی ہے چونکہ وہ مجتہد تھا لہٰذا معذور ہے اور شاید اس کو پاداش و اجر بھی دیا جائے۔

جی ہاں! یہ لوگ اس نظریہ کے بل بوتے پر صحابہ کے غلط کاموں کی توجیہ کرتے ہیں۔

یزید کی تکفیر اور اس پر لعن

بالآخر یزید سے دفاع کے تمام طریقے ناکام ثابت ہوئے۔ اسی وجہ سے انجام شدہ تحقیق کے مطابق بعض بزرگ اہل سنت واضح طور پر یزید پر لعنت بھیجتے ہیں بلکہ اسے کافر قرار دیتے ہیں۔

احمد بن حنبل، یزید کو کافر قرار دیتے۔ ان کی اس نظر ورائے کو ابن جوزی اور شہاب الدین آلوسی نے اپنی تفسیر میں اور ابن حجر مکی اور دوسرے افراد نے نقل کیا ہے۔

ابن حجر اس بارے میں لکھتے ہیں:

«انّ یزید بلغ من قبائح الفسق والانحلال عن التقویٰ مبلغاً لایستکثر علیه صدور تلك القبائح منه، بل قال الامام احمد بن حنبل بکفره، وناهیك به علماً وورعاً بانّه لم یقل ذلك الاّ لقضایا وقعت منه صریحة فی ذلك ثبتت عنده» [1]

ابن حجر کے قول کے مطابق احمد بن حنبل کا مقام، تقویٰ وورع کے لحاظ سے بلند وعظیم ہے۔ ان اوصاف کے باوجود اگر احمد کسی کو واضح طور پر کافر قرار دے تو حتماً اس کی وجہ وسبب وہ کام ہیں جو اس فرد سے سرزد ہوئے ہیں۔

پس اس سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ احمد بن حنبل کے نزدیک یزید سے ان کاموں اور گناہوں کا ارتکاب ثابت تھا اس لئے انہوں نے یزید بن معاویہ کے کفر کا حکم لگایا ہے۔

یزید پر لعن کے معتقد علماء

علماء اہل سنّت کی ایک جماعت واضح طور پر یزید پر لعنت بھیجتی ہے بلکہ ان میں سے کچھ اسے کافر قرار دیتے ہیں کہ جن کا نام درج ذیل ہیں:

قاضی ابویعلی فرّا، حافظ ابوالفرج ابن جوزی، حافظ ابوالحسن ہیثمی، سعد الدین تفتازانی، حافظ شیخ عبدالصمد بن حسن شیرازی، [1] حافظ جلال الدین سیوطی، شہاب الدین آلوسی بغدادی، شہاب الدین ابن حجر مکی، علامہ برزنجی [2] اور شیخ محمد عبدہ۔ [3]

۱۔ شرح قصیدہ الہمزیہ: ۲۷۰-۲۷۱۔

البتہ ابن حجر کے علاوہ دوسرے افراد نے احمد بن حنبل کے فتویٰ کفر یا یزید بن معاویہ پر لعنت کے حکم کو روایت کیا ہے۔اب ان تمام اوامر کے باوجود اگر کچھ افراد احمد بن حنبل کی کلام کی تکذیب کرتے ہوئے یہ کہیں کہ یہ مطلب احمد بن حنبل کی طرف سے ثابت نہیں اور معلوم نہیں کہ احمد نے اس طرح کہا ہے تو ہم ان کے جواب میں کہیں گے ،اگر احمد نے یزید کے کفر کا فتویٰ نہ دیا ہو تو وہ بھی ان لوگوں کی مانند ہوں گے جنہوں نے حق بات اور حقیقت وواقعیت کو بیان کرنے سے اجتناب کیا ہے اور یزید کے مظالم میں شریک ہوئے ہیں۔

تفتازانی کا نظریہ

سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں:

«انّ ما وقع بين الصحابة من المحاربات و المشاجرات على الوجه المسطور فى كتب التواريخ، والمذكور على ألسنة الثقاة، يدلّ بظاهره على أنّ بعضهم قد حاد عن طريق الحق و بلغ حدّ الظلم و الفسق»

صحابہ کے مابین جو جنگیں ونزاع واقع ہوا ہے اور تاریخ نے انہیں قلمبند کیا اور اہل صدق کی زبان پر جاری ہوا وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بعض صحابہ برحق راستہ سے خارج اور ظلم وفسق سے دوچار ہوئے ہیں۔

اس بات کی بناء پر کچھ صحابہ کا فاسق ہونا اور مسیر حق سے ان کے خارج ہونے کے سلسلہ میں سعد الدین تفتازانی کا اقرار مسلّم ہے۔اس نے صحابہ کرام سے ان افعال کے سرزد ہونے کی وجہ بتاتے ہوئے اس بات کا اضافہ کیا ہے:

۱۔ انساب الاشراف: ۳/ ۲۹۳، سمعانی اپنی کتاب الانساب میں حافظ شیخ عبد الصمد شیرازی کی تعریف کرنے کے بعد لکھتا ہے: "...وہ تمام صفات کے باوجود ایک سمجھ دار اور صاحب علم شخص ہے اور اس نے صرف یزید بن معاویہ، عبد الملک مروان اور تمام بنوامیہ پر لعنت کی ہے۔"

۲۔ روح المعانی: ۲۶/ ۷۲، شہاب الدین آلوسی نے اس کا نام اور اس کی عبارت کو ذکر کیا ہے۔

۳۔ اہل مصر اور اہل سنت کے متاخر علماء میں سے ہے۔

«وکان الباعث له الحقد والعناد والحسد و اللداد وطلب الملك والرياسة والميل الى اللذات والشهوات، اذ ليس كلّ صحابي معصوماً ولا كلّ من لقى البنى صلى الله عليه و آله بالخير موسوماً، الاّ أنّ العلماء لحسن ظنّهم بأصحاب رسول الله صلى الله عليه و آله ذكروا لها محامل وتأويلات بها تليق...»

جو چیز اس ظلم وفسق کا باعث بنی وہ کنیہ وعناد، حسد، دشمنی، طلب دُنیا، حُبِّ ریاست اور خواہشات ولذاتِ نفسانی کی طرف رغبت ہے کیونکہ ہر صحابی معصوم نہیں ہے اوراس طرح نہیں کہ جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے وہ نیک واچھا مگر یہ کہ علمائے کرام نے حسن ظن کے ذریعہ اصحاب کے کاموں کو قرار دیا ہے۔

پس تفتازانی کے قول کے مطابق صحابہ یقیناً فسق وگناہ کے مرتکب ہوئے ہیں اوراس دعویٰ پر شاہد مندرجہ ذیل کلام ہے:

«وأمّا ما جرى بعدهم من الظلم على أهل البيت النبى صلى الله عليه و آله فمن الظهور بحيث لا مجال للاخفاء و من الشناعة بحيث لا اشتباه على الآرائ، اذ تكاد تشهد بها الجماد و العجماء و يبكى له من فى الأرض والسماء وتنهدّ منه الجبال و تنشق الصخور، ويبقى سوء عمله على كرّ الشهور ومرّ الدهور، فلعنة الله على من باشر أو رضى أو سعىوَلَعَذَابُ الآخِرَةِ أَشَدُّ وأَبْقى[1] مَدنيّةٌ مَدنيّةٌ

اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ پیش آنے والے واقعات اور ظلم وستم واضح اور روز روشن کی طرح عیاں تھے اور نزدیک تھا کہ زمینیں اور سنگریزے اس کی گواہی دیتے اورآسمانوں وزمین میں موجود تمام اشیاء نے ان

ا۔ سورہ طہ /۱۲۷۔

مظالم پر گریہ کیا۔ پہاڑوں نے اس ظلم کی وجہ سے غمناک آہ کھینچی اور پتھر شگافتہ ہوئے اوران جرائم کا بدنما دھبہ ماہتاب وزمان کی پیشانی پر ہمیشہ کے لئے باقی رہ گیا۔

پس خداوند عالم کی لعنت ہو ہر اس شخص پر جوان کے ہمراہ ہوایاان کے ساتھ اس نے کوشش کی یاان کے کاموں سے وہ راضی وخوشنود ہوا "بے شک آخرت کا عذاب سخت اوراس کی بقاء زیادہ ہے"

تفتازانی کلام کو جاری رکھتے ہوئے ایک سوال پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

«فَان قيل: فمن علماء المذهب من لم يجَوّزِ اللعن على يزيد مع علمهم بأن يستحق ما يربو على ذالك ويزيد. قلنا: تحامياً عن أن يرتقي الى الأعلى فالأعلى...»[1]

پس اگر کوئی شخص یہ کہے علمائے مذہب! یزید پر لعنت کو صحیح جانتے ہیں تو پھر اس پر لعن وطعن کو جائز کیوں نہیں سمجھتے اس کے جواب میں یہ کہنا چاہئے چونکہ اس سے سابقہ خلفاء تک یہ سلسلہ سرایت کر جائے گا...

جی ہاں! اگر یزید پر لعنت کی جائے تو لعنت کا سلسلہ بہت آگے تک بڑھتا ہوا اس کے باپ تک جا پہنچے گا اور معاویہ سے بھی آگے سرایت کر لے گا۔

اسی وجہ سے جس وقت حافظ عبدالمغیث بن زہیر حنبلی بغدادی سے لوگوں نے پوچھا، تم یزید پر لعنت کرنے سے منع کیوں کرتے ہو

اس نے جواب دیا:

«انما قصدت كف الاسنة عن لعن الخلفاء و الافلو فتحنا هذا لكان خليفة الوقت أحق باللعن»[2]

۱۔ شرح مقاصد: ۲/۳۰۶-۳۰۷۔

۲۔ رجوع کریں: سیر اعلام النبلاء: ۲۱/۱۶۱۔

میرا ارادہ یہ ہے کہ خلفاء پر لعن وطعن کرنے والی زبانوں کو لگام دوں اگر ایسا نہ کیا گیا تو خلیفہ وقت لعن کا زیادہ مستحق ہے۔

لہٰذا اس بیان کے ذریعہ ان لوگوں کا مقصد واضح ہوجاتا ہے جو یزید لعنت سے روکتے ہیں۔ شاید یہ لوگ بھی یزید کو لعنت کا مستحق سمجھتے تھے لیکن لعنت کا سلسلہ آگے نہ بڑھے اس لئے یزید پر لعنت سے منع کرتے تھے۔

طبری اور لعن یزید

طبری اپنی تاریخ میں معتضد عباسی کا ایک حکومتی متن روایت کرتا ہے۔ معتضد، بنو عباس کا ایک خلیفہ تھا اور اس نے بنوامیہ ومعاویہ اور یزید کی مذمت کے بارے میں ایک حکومتی بیان اسی طرح جاری کیا:

«و منه ایشاره بدین الله و دعاؤه عباد الله الی ابنه المتکبر الخمیر، صاحب الدیوك و الفهود و القرود، وأخذه البیعة له علی خیار المسلمین بالقهر و السطوة و التوعید و الاخافة و التهدید و الرهبة، و هو یعلم سفهه و یطلع علی خبثه و رهقه، و یعاین سکرانه وفجوره و کفره»

.....معاویہ نے لوگوں کو اپنے متکبر وشراب خور اور مستی میں غرق بیٹے کی طرف دعوت دی اور اس نے مسلمانوں میں سے برجستہ افراد سے طاقت، وعدہ، دھمکی، خوف وہراس اور جلاوطنی کے بل بوتے پر بیعت لی حالانکہ خود اس کا باپ اپنے بیٹے کی حماقت و سفاہت اور اس کی خباثت و پستی سے آگاہ تھا اور اس نے اپنی آنکھوں سے اس کی شراب خوری وگناہ اور کفر کا ملاحظہ کیا تھا۔

اس عبارت میں آپ غور کیجئے! وہ کہتا ہے «و هو یعلم سفهه "معاویہ یزید کی حماقت سے آگاہ تھا۔ یہ اہم نکتہ ہے کیونکہ ابن خلدون جیسے کچھ علماء اہل سنت کہتے ہیں: ہم معاویہ کے عمل کو صحت پر حمل کریں گے اور یہ کہ اس نے یزید کو اس طرح زبردستی ڈرا دھمکا اور قتل ودھمکی کے ذریعہ یہ کام سونپ دیا شاید وہ اپنے بیٹے کو نہیں پہنچانتا تھا اور اسے اس کے حالات سے آگاہی نہ ہو۔ معتضد عباسی اس حکومتی بیان میں مزید یہ لکھتا ہے:

«فلمّا تمکّن منه ما مکّنه منه وطّاه له، و عصی الله و رسوله، فیه طلب بثارات المشرکین و طوائلهم عند المسلمین، فأوقع بأهل الحرّة الوقعیة الّتی لم یکن فی الاسلام أشنع منها و لاأفحش، ممّا ارتکب من الصالحین فیها... فقال مجاهراً بکفره مظهراً لشرکه

لیت أشیاخی ببدرٍ شهدوا جزع الخزرج من وقع الأسل

...جس وقت یزید نے حکومت سنبھالی اور تمام چیزیں اس کے لئے فراہم ہوگئیں تو اس نے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان سے منہ پھیر لیا اور مشرکین کا بدلہ لینے کے لئے مسلمانوں میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے لگا اور وہ اہل مکہ کے لئے ایسے واقعہ کا سبب بنا کہ اس سے بدتر و فاحش واقعہ تاریخ اسلام میں نہیں ملتا ہے ...اس کا کفر واضح و آشکار اور اس کا شرک ظاہر تھا۔

اس نے کہا: اے کاش! (جنگ بدر میں مارے جانے والے) بزرگان ہمارے قبیلہ میں سے تھے اور بڑی بے تابی سے خزرج کا ہماری تلوار سے مارے جانے کا مشاہد کرتے۔

جی ہاں! ان تاریخی حقائق سے کئی صدیاں گزر جانے کے بعد آج انٹرنیٹ کی ویب سائٹوں میں مکتب بنوامیہ و ابن تیمیہ کے شاگرد واقعہ حرہ کے بارے میں لیت و لعل سے کام لینے اور اس بدنما داغ کو یزید اور خاندان بنوامیہ سے پاک کرنا چاہتے ہیں۔

معتضد عباسی یزید کی شخصیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

«هذا هو المروق من الدین و قول من لا یرجع الی الله و لاالی دینه و لا الی کتابه و لا الی رسوله و لایؤمن بالله و لا بما جاء من عند الله»

(یزید) وہی شخص ہے جس نے دین سے منہ پھیرا اور اس کی گفتگو ایسے شخص کا کلام ہے جو نہ خدا نہ دین، نہ قرآن اور نہ ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتقاد رکھتا ہے۔ وہ خدا اور اس کی جانب سے ہر چیز کا منکر اور اس پر ایمان نہیں رکھتا ہے۔

پھر وہ اس تحریر میں واقعہ عاشورہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور لکھتا ہے:

«ثمّ من أغلظ ما انتهك وأعظم ما اخترم، سفكه دم الحسين بن علي و ابن فاطمه بنت رسول الله صلى الله عليه و آله مع موقعه من رسول الله صلى الله عليه و آله ومكانة منه و منزلته من الدين و الفضل، و شهادة رسول الله صلى الله عليه و آله له ولأخيه بسيادة شباب أهل الجنّة، اجترائاً على الله، و كفراً بدينه، وعداوة لرسوله، و مجاهدة لعترته، واستهانةً بحرمته. فكأنّما يقتل به و بأهل بيته قوماً من كفّار أهل الترك و الديلم، لا يخاف من الله نقمةً و لا يرقب منه سطوة، فبتر الله عمره واجتثّ أصله وفرعه، وسلبه ما تحت يده، وأعدّ له من عذابه وعقوبته ما استحقّه من الله بمعصيته»

اس نے بڑی بے رحمی سے ہتک حرمت کا ارتکاب کرتے ہوئے عظیم نابودی کو اپنا مقدر بنالیا، خون فرزند علی وفاطمہ دختر رسول خدا سلام اللہ علیہم یعنی حسین سے اپنے ہاتھوں کو رنگا وہ حسین کہ رسول خدا کے نزدیک جن کا مقام دین داری وفضلیت کے لحاظ سے بلند وبالا تھا اور رسول خدا نے یہ گواہی دی کہ وہ اور ان کا بھائی جوانان جنت کے سردار ہیں۔ یہ تمام اعمال وافعال، خدا سے لاپرواہی، دین کا انکار، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اہل بیت علیہم السلام سے دشمنی اور حرم الٰہی کی اہانت کی بناء پر انجام پائے۔

انہوں نے اہل بیت علیہم السلام سے اس طرح جنگ وقتال اوران کوختم کرنے کی کوشش کی جیسے وہ دیلم و ترک کے علاقہ کے کفار سے مقابلہ کررہے ہیں اوران تمام امور کے باوجود وہ عذاب الٰہی سے خوفزدہ نہیں ہوئے۔ معتضد عباسی اس تحریر کے خاتمہ پران لوگوں کومورد نفرت قرار دیتا ہے۔[1]

البتہ قرآن و روایات میں ہے امام حسین علیہ السلام کے فضل و برتری پر بہت زیادہ مطالب موجود ہیں لیکن سیدالشہداءواہل بیت کے فضائل ومناقب کے اثبات کے لئے آیت موڈت کافی ہے۔

آلوسی کا نظریہ

اہل سنت کے ایک اورعالم دین جوواضح طور پر یزید پر لعنت کرتے ہیں، آلوسی ہیں۔اس سلسلہ میں وہ آیت مبارکہ:

فَهَلْ عَسَيْتُم انْ تَوَلَّيْتُم أَنْ تُفْسِدُوافِي الأَرْضِ وَتُقَطِّعُوٓاأَرْحَامَكُم[2]

کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں، علمائے کرام نے اس آیت شریفہ کے مطابق یزید پر لعن وطعن کے جواز پراستدلال کیاہے۔

برزنجی کتاب "الاشاعہ" اورابن حجرمکی کتاب "الصواعق المحرقه" میں امام احمد بن حنبل سے نقل کرتے ہیں کہ جب احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ نے اپنے والد سے یزید پر لعنت کے بارے میں

سوال کیاتواحمد نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس شخص پر لعنت نہ کی جائے جس پر خداوندعالم نے قرآن مجید میں لعنت کی ہے۔

عبداللہ کہتا ہے: میں نے اپنے والد گرامی سے عرض کی: میں نے قرآن پڑھا ہے لیکن میں نے یزید پر لعنت کا مشاہدہ نہیں کیاتوامام احمد بن حنبل نے کہا:

۱۔ تاریخ طبری: ۸/ ۱۸۷-۱۸۸۔

۲۔ سورہ محمد / آیہ: ۲۲۔

«انّ الله تعالی یقول: فَهَلْ عَسَيتُم انْ تَوَلَّيتُم أَنْ تُفْسِدُوا فِي الأَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا أَرْحَا مَكُمْ وأی فساد و قطیعة أشد ممّا فعله یزید»

خداوندعالم ارشاد فرماتا ہے؛ "پس اگر تم تخت حکومت پر بیٹھ جائو تو کیا فقط تم سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ تم زمین پر فساد پھیلائو اور قطع رحمی کرو" واقعاً اس فساد و گناہ سے بڑھ کر کونسا گناہ و فساد ہے جس کا یزید نے ارتکاب کیا ہے

آلوسی مزید لکھتے ہیں:

اس بناء پر یزید پر لعنت کے سلسلہ میں توقف کا شکار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ ایک بدکردار انسان تھا اوراپنی حکومت کے دوران عظیم گناہوں کا مرتکب ہوا ہے۔

آلوسی ان باتوں کو نقل کرنے کے بعد خدا، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کو خداوند تعالی سے ان افراد کے لئے طلب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

«والطامة الکبری ما فعله بأهل البیت و رضاه بقتل الحسین-علی جدّه و علیه الصلاة والسلام-واستبشاره بذلك واهانته لأهل بیته ممّا تواتر معناه...»

وہ عظیم مصیبت جس سے انہوں نے اہل بیت علیہم السلام کو دچار کیا انہوں نے ایک دوسرے کو قتل حسین کی بشارت دی اوراہل بیت کو مورد اہانت قرار دیا۔ یہ تمام امور (سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کی خبر) ایسے مسائل ہیں جو معنوی تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان تمام اوصاف کے باوجود ایسے افراد ملتے ہیں جو کہتے ہیں، اس مطلب کی سند کہاں ہے ممکن ہے اس مطلب میں تحریف ہوئی ہو

شہاب الدین آلوسی کا عقیدہ وفکر کے لحاظ سے اہل بیت علیہم السلام سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے وہ یہ کہتے ہیں:

«وقد جزم بكفره وصرّح بلعنه جماعة من العلماء، منهم: الحافظ ناصر السنّة ابن الجوزی، وسبقة القاضی أبويعلى، وقال العلامة التفتازانی: لا نتوقف فی شأنه بل فی ايمانه، لعنة الله تعالى عليه وعلى انصاره واعوانه وممّن صرّح بلعنه: الجلال السيوطی.

وفی تاريخ ابن الوردی وكتاب الوافی بالوفيات:

انّ السبی لمّا ورد من العراق على يزيد خرج فلقی الأطفال و النساء من ذرية علی و الحسين رضی الله تعالى عنهما والرؤوس على أطراف الرماح وقد اشرفوا على ثنية جيرون، فلمّا رآهم نعب غراب فأنشأيقول...»

بزرگ علماء کی جماعت جو یزید کے کفر کے معتقد اور واضح طور پر اس پر لعنت کی وضاحت کرتے ہیں من جملہ ان میں سے درج ذیل ہیں:

ناصر سنت حافظ ابن جوزی، اور اس سے پہلے قاضی ابویعلی ہے اور علامہ تفتازانی کہتا ہے: مجھے اس کی بدزبانی بلکہ اس کے ایمان میں میں توقف کا شکار نہیں اور خداوند عالم کی لعنت ہو اس پر اور اس کے ساتھیوں اور ساتھیوں کے ساتھیوں پر۔

یزید پر واضح طور پر لعنت کرنے والوں میں ایک جلال الدین سیوطی ہے، تاریخ ابن وردی اور کتاب الوافی بالوفیات میں اس طرح ذکر ہوا ہے:

> جس وقت عراق سے اسیران اہل بیت کو یزید کے پاس لایا گیا تو اس نے خاندان علی و حسین رضی اللہ تعالی عنہما کی عورتوں و بچوں اور نوک نیزہ پر سروں کا مشاہدہ کیا اور جب کوّے کی صدا آرہی تھی تو اس نے اشعار پڑھے۔

قاضی ابویعلی اہل سنّت کی ایک نامی گرامی شخصیت ہے۔ابن تیمیہ اس کی باتوں پر بہت اعتماد کرتا ہے اور کتاب منہاج السنۃ میں اس سے بہت کچھ منقول ہوا ہے لیکن وہ اس موضوع میں ابویعلی کی اتباع کرنے اور اس کی بات قبول کرنے کے لئے حاضر نہیں ہے کیونکہ اہل بیت علیہم السلام کیساتھ دشمنی اسے اس طرح پیروی کی اجازت نہیں دیتی ہے۔

آلوسی اس سلسلہ میں مزید تحریر کرتے ہیں:

ان اشعار کا پڑھنا، اس کے واضح کفر کی حکایت کرتا ہے اور میرے عقیدہ کے مطابق یزید ایسا خبیث شخص ہے جس کا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی ایمان نہیں اور اس کی زندگی یا موت کے بعد اہل مکہ و حرم الٰہی اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل حرم کے سلسلہ میں جو کچھ انجام پایا وہ قرآن مجید کے ایک ورق کو نجاست میں ڈالنے سے کم نہیں ہے۔

کیونکہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر اس طرح کا کام انجام دے تو تمام علماء اس کے کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور میرے خیال میں بزرگ مسلمانوں پر یزید کے حالات و رفتار پوشیدہ اور تاریخ ان کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے لیکن صرف ایک سبب کی بناء پر بزرگ مسلمانوں نے اس کے خلاف قیام اور اس کی مخالفت نہیں کی اور وہ اس کی حکومت کا رعب و دبدبہ اور ان پر حاکمیت و غلبہ تھا۔[1]

آلوسی اس گفتگو کے ذریعہ صحابہ و غیر صحابہ اور تابعین میں سے ان افراد کے لئے حیلہ و بہانہ تراشنا چاہتا ہے جنہوں نے ان جرائم کے مقابلہ میں سکوت اور یزید کے مقابلہ میں قیام نہیں کیا۔کیا واقعی یہ عذر و بہانہ قابل قبول ہے

ابن حزم اندلسی کا نظریہ

ابن حزم اندلسی یزید کے بارے میں لکھتے ہیں:

«ومن قام لغرض دنیا کما فعل یزید بن معاویه... لانهم لا تاویل لهم اصلاً وهو بغی مجرد»[2]

۱۔روح المعانی: ۲۶/ ۷۲۔

۲۔رجوع کریں، المحلی: ۱۱/ ۹۸۔

یزید نے دنیا اور دنیاوی حکومت کے لئے قیام کیا اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی توجیہ نہیں کی جا سکتی ہے اور یہ فقط ایک سرکشی و طغیانی ہے۔

اس نکتہ کا ذکر ضروری ہے کہ یہی ابن حزم، اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں میں سے تھا اور اس چیز کو مؤرخین نے اس کے حالات زندگی میں قلمبند کیا ہے۔

قاضی شوکانی کا نظریہ

قاضی شوکانی بھی یزید کے بارے میں اس طرح رقمطراز ہیں:

«لقد أفرط بعض اهل العلم، كالكرامیه و من وافقهم فی الجمود علی أحادیث الباب حتی حكموا بأنّ الحسین السبط (رضی الله تعالی عنه) باغ علی الخمیر السكیر، الهاتك لحرمة الشریعة المطهرة، یزید بن معاویة لعنهم الله فیا لله العجب من مقالات تقشعر منها الجلود...»[۱]

فرزند دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بغاوت کا حکم لگانے والے بعض اہل علم حضرات افراط کا شکار ہوئے ہیں۔ حسین نے ایک شراب خوار اور خانہ الٰہی کی حرمت پامال کرنے والے شخص یعنی یزید کے خلاف قیام کیا۔ بدن لرزاں دینے والی ان کی باتوں پر متعجّب ہوں۔

قاضی شوکانی اس بات کے ذریعہ عبد المغیث زہیر حنبلی بغدادی یا ابن عربی جیسے افراد کے نظریہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جن کے نظریات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

۱۔ رجوع کریں، نیل الاوطار: ۷ / ۳۶۲۔

متضاد نظریات

قابل ذکر نکتہ، بعض اہل سنت علماء کا متضاد و متناقض موقف اور اختلاف نظر ہے۔ مثال کے طور پر جیسا کہ ہم نے نقل کیا ہے کہ ابن حجر مکی قصیدہ ہمزیہ کی شرح میں یزید کو ملامت اور اس کی سرزنش کرتا ہے لیکن ایک دوسری کتاب بنام "الفتوی الحدیثیه"[1] میں یزید کے قاتل ہونے اور یہ کہ سید الشہداء کی شہادت اس کے حکم کی بناء پر تھی میں تردید و شک کرتا ہے۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اس کا بھی انکار کرے۔

ذہبی بھی اس تناقض گوئی سے دوچار ہوا ہے وہ ایک جگہ پر ایک قسم کی غیر جانبداری کے ساتھ کہتا ہے: ہم نہ تو یزید کو اپنا دوست سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس کی سرزنش اور اسے فحش کہتے ہیں اور ایک دوسرے مقام پر وہ کہتا ہے:

«کان [یزید بن معاویة] ناصبیاً فظّاً غلیظاً جلفاً یتناول المسکر و یفعل المنکر افتتح دولته بقتل الشهید الحسین و اختتمها بواقعة الحرّة، فمقته الناس لم یبارك فی عمره...»[2]

یزید دین سے خارج ہوا ہے اور وہ ایک ایسا سنگدل و احمق شخص ہے جو ہمیشہ نشے میں چور رہتا تھا۔ وہ نہایت قبیح اعمال کا مرتکب ہوا ہے۔ حضرت حسین کے قتل کے ذریعہ اس کی حکومت کا آغاز اور واقعہ حرّہ کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوا ہے اور لوگوں کی نفرین و لعنت کی وجہ سے اس کی عمر میں برکت پیدا نہ ہو سکی۔

جیسا کہ ہم نے احیاء علوم الدین سے نقل کیا ہے غزالی بھی تناقض گوئی کا اظہار کرتا ہے۔ تم یزید پر لعنت نہ کرو اور ذکر پڑھنا، لعنت کرنے سے بہتر ہے کیونکہ شاید یزید نے سید الشہداء کے قتل کا حکم نہ دیا ہو اور شاید اس نے توبہ کر لی ہو لہٰذا

۱۔ الفتوی الحدیثیہ: ۱۹۳۔

۲۔ سیر اعلام النبلاء: ۴/ ۳۷-۳۸۔

اس کے لئے بخشش و مغفرت طلب کرو۔ غزالی اپنی ایک دوسری کتاب بنام ”سرّ العالمین و کشف ما فی الدارین“ کہ جسے اس نے اپنی اواخر عمر میں تالیف کی ہے میں اس کے برعکس لکھا ہے اور یزید کو مورد سرزنش قرار دیا ہے۔ (۱)

البتہ بعض افراد کہتے ہیں، یہ کتاب ابوحامد غزالی کی تالیف نہیں اور غزالی کی طرف اس کتاب کی نسبت کے سلسلہ میں تردید کا شکار ہوئے ہیں۔ جیساکہ کتاب ”الامامۃ و السیاسۃ“ کی ابن قیتبہ کی طرف نسبت کے سلسلہ میں شک و تردید موجود ہے۔ پہلے اس بات کی اشارہ ہوچکا ہے کہ کتاب الطبقات الکبری کو شائع کیا گیا ہے لیکن امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے متعلق اس کے حصہ کو شائع نہیں کیا گیا ہے۔

جی ہاں! حقائق میں تحریف کرنے والے افراد مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں کبھی کتاب کو شائع نہیں کرتے اور کبھی کتاب کا انکار کرتے ہیں اور کبھی ان علماء و دانشمند حضرات کے وجود کا انکار کر دیتے ہیں، جنہوں نے اس دنیا میں ساٹھ یا ستر سال زندگی بسر کی ہے لیکن یہ لوگ کہتے ہیں ایسا کوئی شخص موجود نہیں تھا۔

مثال کے طور پر صاحب کتاب ”لماذا اخترت مذهب الشیعة الامامیه“ شیخ احمد امین انطاکی کے بارے میں یہ لوگ کہتے ہیں، ایسا کوئی فرد موجود نہیں تھا اور یہ شخص شیعوں کی طرف سے خود ساختہ ہے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ شیخ محمد امین اور شیخ احمد امین دو بھائی تھے۔ جب انہوں نے عراق کی طرف سفر کیا تو ہمارے گھر مقیم ہوئے اور میں نے کئی بار دن ورات کے کھانے کی مہمانی کا شرف حاصل کیا اور ان کے لئے بستر بچھایا اور اب کچھ وہابی حضرات لکھتے ہیں، اس شخص کو شیعوں نے بنایا ہے اور اس نام کا کوئی شخص موجود نہیں حالانکہ ہم نے اپنے گھر میں ان کے ساتھ تصویریں بھی بنائی ہیں۔

گرانقدر کتاب ”عبقات الانوار“ کے مصنّف نے شواہد کے ذریعہ یہ ثابت کیا ہے کہ ”سرّ العالمین“ کتاب غزالی کی ہے اور اس سلسلہ میں خود ذہبی کہ جس نے کتاب میزان الاعتدال میں سرّ العالمین سے مطلب نقل کیا ہے سے اسی مطلب پر شاہد پیش کیا ہے۔ جس طرح ذہبی نے ابن قتیبہ کی کتاب الامامۃ والسیاسۃ سے مطالب کو پیش کیا ہے۔

۱۔ سرّ العالمین: ۲۳، قابل ذکر ہے کہ یہ کتاب حدیث غدیر اور یہ کہ بعض اصحاب کے بیعت توڑنے کے متعلق مطالب کو بیان کیا ہے اور تمام چیزوں کو ظاہر کیا ہے۔ کچھ علماء یہ احتمال دیتے ہیں کہ یہ شخص اواخر عمر میں مستبصر ہو گیا تھا۔

وہ نقل کے ذریعہ اس کتاب کے وجود کو بھی ثابت اور ابن قیتبہ کی طرف اس کی نسبت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ اہل فن وتشخیص کے بقول ان کے پاس اس کتاب کا وہ نسخہ موجود ہے جو تیسری صدی کی طرف لوٹتا ہے اور اب بھی قومی آسمبلی تہران کے کتابخانہ میں یہ کتاب محفوظ ہے۔ میں نے خود اس کتاب کے نسخہ کو دیکھا ہے اور اس پر بعض بزرگ اہل سنّت کی مہر موجود ہے۔

اس کتاب کا موجودہ کتاب کے ساتھ مقائسہ جو "الامامة والسیاسة" کے نام سے ہے بالخصوص اہم موارد میں ان دو نسخوں کے درمیان کسی قسم کا فرق نہیں ہے اس بناء پر یہ تمام طریقے و ہتھکنڈے بے فائدہ ثابت ہوئے اور ان کا مقصد پورا نہیں ہوسکا۔ [1]

خلاصہ

اب تک پیش کردہ مطالب کا خلاصہ درج ذیل ہوگا:

۱۔ یزید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں معاویہ کو محبت کی وجہ سے وصیت نہیں کی تھی بلکہ پہلے سے طے شدہ منصوبہ و پروگرام تھا۔

۲۔ حجاز میں حکومتی گونروں کا پروگرام، حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو مکہ سے باہر نکالنا تھا:

الف) مدینہ کے گورنر ولید بن عقبہ کا سید الشہداء علیہ السلام کے ساتھ سلوک۔

ب) مکہ کے گورنر عمرو بن سعید کا طور طریقہ اتفاقی نہیں تھا بلکہ پہلے سے طے شدہ پرگرام کے مطابق تھا۔

ج) کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر کا کوفہ میں جناب مسلم اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ رفتار و گفتار۔

۱۔ ان شرائط میں آقا عزیز طباطبائی جیسی بزرگ شخصیت نے نہایت مشقت وزحمت برداشت کر کے کتابخانوں سے نسخوں کو لے کر انہیں شائع کروایا ہے۔ اسی طرح آقائے محمودی نے بھی بعض خطی نسخوں انساب الاشراف بلاذری کو دریافت اور چاپ کروایا ہے۔

۳۔ سید الشہداء کو لکھے گئے خطوط ایک سوچی سمجھی سازش تھی۔

۴۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی شہادت سے آگاہ اور اپنے قاتلوں کو پہنچانتے تھے۔

۵۔ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی یزیدیوں کے ناپاک عزائم سے متعلق پیشگوئی۔

۶۔ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کے سلسلہ میں معاویہ کے کردار کا واضح ہونا۔

۷۔ واقعہ عاشورہ میں یزید کے کردار کی کیفیت۔

۸۔ واقعہ کربلا میں اہل کوفہ کے کردار کی وضاحت۔

۹۔ امام حسین علیہ السلام کو دعوت دینے والے ہی ان کے قاتل تھے۔

بیان شدہ مطالب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سید الشہداء علیہ السلام کے قاتلوں کا تعلق یا تو بنوامیہ کے اس گروہ کے ساتھ تھا جو کوفہ میں موجود تھا یا پھر خوارج یا ان لوگوں کے ساتھ جو فوج کے عنوان سے شام سے کربلاء روانہ ہوئے تھے۔

عمر سعد کی فوج کے کمانڈروں کی پہچان وشناخت کے سلسلہ میں تحقیق میں ہم نے کسی ایسے فرد کو نہیں پایا جو شیعہ ہو، جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سید الشہداء علیہ السلام کے قاتل شیعہ تھے انہیں معین کرنا چاہئے اور ان افراد کے نام لینا چاہئیں جو امیر المومنین کی امامت کے قائل اور ان کے نام سید الشہداء کے قاتلوں میں درج ہوئے ہیں۔

وہ ہرگز ایسے دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکتے ہیں اور ان کے دعویٰ کے برخلاف سید الشہداء کے اصحاب میں ایسے بزرگ قاری قرآن اور پرہیزگار افراد موجود تھے جو اس زمانہ میں لوگوں میں معروف اور قابل احترام تھے۔

آخری حصہ

واقعہ کربلا سے متعلق
بعض مسائل پر
ایک اجمالی نظر

دنیوی انقلاب اور حوادث

تاریخ واقعہ عاشورہ کے بارے میں جو تین حصے مورد بحث قرار پائے تھے۔ وہ مکمل ہو چکے ہیں اور آخری حصہ میں ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ واقعہ کربلا کے بعد پیش آنے والے بعض واقعات کی یاد دہانی کرائی جائے۔

واقعہ کربلا کے بعد کچھ ایسے حوادث رونما ہوئے ہیں جن کے ذکر کرنے سے مومنین کے قلوب کو جلا ملتی ہے اور منافقین کے شکوک و شبہات برطرف ہو جاتے ہیں۔ البتہ اہل سنّت کے ساتھ بحث کے دوران ان واقعات کو ان کی معتبر کتب سے نقل کرنے اور سند کے ساتھ ذکر کرنے سے ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔

اس سلسلہ میں تحقیق کے لئے درج ذیل منابع و ماخذ سے استفادہ کر سکتے ہیں:

- دلائل النبوۃ، ابوبکر بیہقی،
- معرفۃ الصحابۃ، ابونعیم اصفہانی،
- سیر اعلام النبلاء، شمس الدین ذہبی،
- مجمع الزوائد، ابوبکر ہیثمی،
- تاریخ خلفاء، جلال الدین سیوطی،
- تاریخ مدینہ دمشق، ابن عساکر دمشقی، کئی اور دوسری کتب اور معتبر منابع۔

واقعہ کربلا اور سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کے بعد بزم ہستی میں کچھ عجیب و غریب حوادث آشکار ہوئے ہیں جن میں سے سورج گرہن اور جس پتھر کو بھی اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے خون کا جاری ہونا..... وغیرہ شامل ہیں۔

ہم اہل سنت کی کتابوں میں چند صحیح السند روایات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں جو سب کی سب ان کے یہاں صحیح ہیں۔ طبری لکھتے ہیں کہ ام حکیم کہتی ہے:

«قتل الحسین علیہ السلام وأنا یومئذ جویریة، فمکثت السماء أیاماً مثل العلقة»[۱]

جس وقت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے ہیں میں اس وقت جوان تھی اوران ایام میں آسمان سرخ تھا۔

ابوبکر ہیثمی اس روایت کو طبری سے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ حدیث کے تمام رُوات صحیح ہیں۔ چنانچہ ابوبکر ہیثمی نے مزید اضافہ کیا ہے کہ جسے ابوقبیل نے یوں نقل کیا ہے:

«لمّا قتل الحسین بن علی علیهما السلام انکسفت الشمس کسفةً حتّی بدت الکواکب نصب النهار، حتّی ظننا أنّها هی»[۲]

جس وقت حسین ابن علی علیہما السلام درجہ شہادت پر فائز ہوئے تو سورج کو گرہن اور آسمان اس طریقے سے تاریک ہو گیا کہ ستارے ظاہر ہو گئے یہاں تک ہم نے گمان کیا ہے کہ قیامت آگئی ہے۔

ہیثمی اس روایت کے ذیل میں کہتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی معتبر اور ثقہ ہیں۔ ہیثمی ایک اور روایت زہری سے نقل کرتے ہیں کہ جو اہل سنت کی نظر میں قابل احترام شخصیت ہیں۔ محمد بن شہاب زہری کہتے ہیں عبدالملک بن مروان نے مجھ سے پوچھا کہ قتل حسین کے دن کون سا حادثہ رونما ہوا میں نے جواب میں کہا:

«لم ترفع حصاة ببیت المقدّس الاّ وجد تحتها دم عبیط»

بیت المقدّس میں جب بھی کوئی پتھر اٹھایا جاتا تھا تو اس کے نیچے سے تازہ خون ظاہر اور آشکار ہوتا تھا۔

عبدالملک نے زہری کی تائید کرتے ہوئے جواب دیا:

«انّی وایاك فی هذا الحدیث لقرینان»

۱۔ مجمع الزوائد: ۹/ ۱۹۶-۱۹۷؛ المعجم الکبیر: ۳/ ۱۱۳؛ حدیث: ۲۸۳۶؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۴/ ۲۲۶؛ تہذیب الکمال: ۶/ ۴۳۲۔

۲۔ مجمع الزوائد: ۹/ ۱۹۷۔

میں بھی تیری طرح اس واقعہ سے باخبر ہوں۔

ہیثمی اس روایت کی تائید کے ضمن اور اس کی سند کے بارے میں کہتے ہیں:

اس روایت کو نقل کرنے والے تمام راوی قابل اعتماد اور صادق ہیں۔[1]

اس مقام پر طبری ایک اور حدیث کو زہری کی سند کے ساتھ اس طرح روایت ذکر کرتے ہیں:

«ما رُفع بالشام حجر یوم قتل الحسین بن علی علیهما السلام الاّ عن دم»[2]

حسین بن علی علیہما السلام کی شہادت کے بعد سرزمین شام میں جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے خون جاری ہوتا تھا۔

اس سند کے بھی تمام راوی ثقہ ہیں۔ ہیثمی ایک دوسرے راوی سے اس طرح روایت کرتے ہیں:

«لمّا قتل الحسین بن علی علیهما السلام انتبهت جزور من عسکره، فلمّا طبخت اذا هی دمّ»

جس وقت امام حسین علیہ السلام شہید کردیئے گئے تو امام سے لشکر کے ایک اونٹ چرا کر لے گئے اور جب اسے پکانے کے لئے ذبح کیا تو اس کا گوشت خون میں تبدیل ہوگیا۔

ہیثمی اور دوسرے محدثین اس روایت کی سند کے بارے میں کہتے ہیں:

"رجالہ ثقات" اس حدیث کے تمام راوی راست گو اور سچّے ہیں۔[3]

۱۔ مجمع الزوائد: ۹/۱۶۹؛ المعجم الکبیر: ۳/۱۱۹؛ المناقب خوارزمی: ۳۸۸۔

۲۔ مجمع الزوائد: ۹/۱۶۹؛ المعجم الکبیر: ۳/۱۱۳، حدیث: ۲۸۳۵۔

۳۔ مجمع الزوائد: ۹/۱۶۹؛ المعجم الکبیر: ۳/۱۲۱، حدیث: ۲۸۶۳۔

ابن کثیر دمشقی نے بھی اس سلسلہ میں اپنی نظر کا اظہار کیا ہے ان کی عبارت میں خوب غور وفکر کریں، چونکہ اس کا اہل بیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ ابن تیمیہ کا شاگرد ہے وہ اپنی تاریخ میں کہتا ہے:

«وأمّا روی من الأحادیث والفتن التی أصابت من قتله، فأکثرها صحیح، فانّه قلّ من نجیٰ من اولئك قتلوه من آفة وعاهة فی الدنیا، فلم یخرج منها حتّی أُصیب بمرض وأکثرهم أصابه الجنون»[1]

وہ روایات جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ قاتلان حسین مختلف فتنوں اور بلائوں سے دوچار ہوئے ہیں۔ وہ صحیح ہیں۔ وہ واقعی آفت اور بیماری میں مبتلا ہوئے اور ان میں سے اکثر دیوانے اور مجنون ہو گئے تھے۔

سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ اور عزاداری

امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر گریہ کرنے کی بابت میں فریقین کی کتب میں اس قدر روایات پائی جاتی ہے کہ جو قابل شمار نہیں ہیں لیکن ہم یہاں پر چند احایث جو اہل سنت کی معتبر کتب سے اور جو علماء حدیث کے درمیان صحیح السند ہیں ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

احمد بن حنبل اس شخص سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جو صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کے ہمراہ تھا کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کوفہ کو واپس لوٹتے ہوئے سرزمین کربلا پر پہنچے تو ارشاد فرمایا:

«فنادی علی علیه السلام اصبر یا أباعبدالله! اصبر یا أباعبدالله! بشطّ الفرات. قلت: وماذا قال: دخلت علی النبی صلی الله علیه وآله ذات یوم وعیناه تفیضان...قال: بل قام من عندی جبرئیل قبل فحدثنی ان الحسین یقتل بشط الفرات»[1]

۱۔ البدایہ والنہایہ: ۸/۲۱۹-۲۲۰۔

علی علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام سے ارشاد فرمایا اے اباعبداللہ !صبر کریں، فرات کے کنارے پر صبر کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس بات کی وجہ پوچھی تو امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: ایک دن میں پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے تو آپ نے کربلا اور فرات کے کنارے پر شہادت حسین کی خبر دی۔

خود سید الشہداء علیہ السلام بھی امیر المومنین علیہ السلام کے ہمراہ جنگ صفین اور راستے میں ساتھ تھے۔ حافظ ابوبکر ہیثمی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اس روایت کو احمد حنبل، ابویعلی، بزار اور طبرانی نے نقل کیا ہے اور تمام راوی قابل اعتماد اور صادق ہیں۔ (۲)

طبرانی معجم الکبیر میں اس مورد میں ایک روایت ام سلمہ سے نقل کرتے ہیں:

«کان رسول اللّه صلی الله علیه و آله جالساً ذات یوم فی بیتی فقال: لایدخل علی أحد. فانتظرت فدخل الحسین رضی الله عنه، فسمعت نشیج رسول الله صلی الله علیه و آله یبکی، فاطلعت فاذا حسین رضی الله عنه فی حجره والنبی صلی الله علیه و آله یمسح جبینه و هو یبکی. فقلت: والله ما علمت حین دخل. فقال: انّ جبرئیل کان معنا فی البیت.

فقال: تحبّه

قلت: أمّا من الدنیا فنعم.

۱۔ مسند احمد: ۲/ ۷۸؛ المصنف: ۸/ ۶۳۲؛ مسند ابی یعلی: ۱/ ۲۹۸؛ المعجم الکبیر: ۳/ ۱۰۶ اور دوسرے مآخذ۔

۲۔ مجمع الزوائد: ۹/ ۱۸۷۔

قال: انّ اُمتّك ستقتل هذا بأرضٍ يقال لها: كربلاء فتناول جبرئيل عليه السلام من تربتها فأراها النبی صلی الله عليه و آله»[1]

ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے اور فرمایا کہ میرے پاس کوئی بھی نہ آئے اور میں انتظار میں تھی تو میں نے دیکھا کہ حسین علیہ السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور اس کے بعد میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گریہ کی آواز سنی بہر حال میں نے حجرے میں نگاہ کی تو دیکھا حسین رسول اکرم کے دامن میں ہیں اور ان کی پیشانی کو صاف کرتے ہوئے رو رہے ہیں۔

میں داخل ہوئی اور کہا خدا کی قسم میں اس کے داخل ہونے سے آگاہ نہ ہوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک جبرئیل اس گھر میں ہمارے ساتھ تھے۔

جبرئیل نے کہا: کیا اس حسین کو دوست رکھتے ہو

میں نے کہا: ہاں

جبرئیل نے کہا: بے شک تیری امت عنقریب حسین کو زمین کربلا میں شہید کردے گی۔

اس وقت جبرئیل نے آنحضرت کو امام حسین علیہ السلام کی مقام شہادت کی مٹی دکھائی۔

اس حدیث سے چند مطلب سمجھے جاسکتے ہیں:

۱۔ پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الشہداء علیہ السلام پر اس وقت گریہ کیا جب امام علیہ السلام کمسن تھے۔ جب آنحضرت کی رحلت ہوئی تو اس وقت حسین علیہ السلام کی عمر مبارک کتنی تھی لہٰذا اس گریہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی مقصد و پیغام ہے۔

۲۔ خبر دینے والے جبرئیل ہیں۔

۳۔ گریہ کرنے والے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

۱۔ المعجم الکبیر: ۳/۱۰۸-۱۰۹اور ۲۳/۲۸۹اسی طرح رجوع کریں، کنز العمال: ۱۳/۶۵۶اور ۱۲/۱۲۶۔

۴۔ آنحضرت امّ سلمہ کو خبر دیتے ہیں اور مقتل گاہ کی خاک بھی دکھاتے ہیں۔

یہ تمام مطالب موضوع کی اہمیت کو بیان کر رہے ہیں۔

ابوبکر ہیثمی ان احادیث کی صحیح ہونے کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ حدیث طبرانی نے مختلف اسناد سے نقل کی ہے اور تمام روات قابل اعتماد اور ثقہ ہیں۔ [1]

حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو مستدرک علی الصحیحین میں نقل کیا ہے اور شیخین کی شرط پر اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ [2]

روایات اہل سنت کے ذکر کا مقصد

اہل سنت کی روایات کو نقل کرنے کے دو مقاصد ہیں:

۱۔ نمونہ کے طور پر ہم نے اہل سنّت کی احادیث جو صحیح الاسناد ہیں ذکر کی ہیں۔

۲۔ اگر اہل سنت نے اس بارے میں روایات کو ذکر کیا ہے اور ان پر مہر تصدیق لگائی ہے تو پھر جو افراد اہل بیت علیہم السلام کی دوستی کا دم بھرتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل ولایت کہتے ہیں اور وہ ان امور میں شک کریں تو ان کی حیثیت بھی واضح ہو جائے گی۔

گویا ان کی معرفت اور شناخت طبرانی، احمد حنبل، ابوبکر ہیثمی، بزار اور ابویعلی موصلی سے بھی کم ہے۔ ہاں! ایسے افراد سے خداوند کیسا سلوک روا رکھے گا

۱۔ مجمع الزوائد: ۹/ ۱۸۹۔

۲۔ المستدرک علی الصحیحین: ۳/ ۱۷۶-۱۷۷۔

بکاء اور گریہ کو جاری رکھنا

کبھی تو اس عظیم واقعہ پر گریہ کرنے کا موضوع سامنے آتا ہے اور کبھی یہ کہ کیا اس گریہ کو دائمی اور جاودانہ ہونا چاہئے یہ دوسرا مطلب ہے۔

ابونعیم اصفہانی اپنی کتاب "حلیۃ الاولیاء" میں ہمیشہ گریہ کرنے اور آنسو بہانے کی روایت امام سجاد علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں یہ وہی روایت ہے جو عموماً آپ مجالس و محافل میں سنتے آ رہے ہیں کہ امام سجاد علیہ السلام سے سوال ہوا کہ آپ اتنا گریہ کیوں کرتے ہیں

آپ نے فرمایا کیوں گریہ نہ کروں میں نے اپنی آنکھوں سے اس واقعہ کو دیکھا ہے۔

اس وقت امام علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی داستان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام تھوڑی مدت کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام سے جدا ہوئے حضرت یعقوبؑ جانتے تھے کہ یوسفؑ زندہ ہیں لیکن قرآن مجید میں بڑی وضاحت کے ساتھ ہے کہ حضرت یعقوب نے اتنا گریہ کیا کہ آنکھوں کی روشنی ختم ہوگئی۔ لہٰذا میں کیسے گریہ نہ کروں [۱]

امام سجاد علیہ السلام نے واقعہ کربلا پر اتنے آنسو بہائے کہ آپ کا شمار ان پانچ افراد میں ہوگیا کہ جنہوں نے اس دنیا میں بہت زیادہ گریہ کیا۔ اُن میں ایک حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا بھی ہیں وسائل الشیعہ میں اس موضوع پر روایات پائی جاتی ہے۔ [۲]

ان روایات کی روشنی میں نہ صرف امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر گریہ کرنا ثابت ہے بلکہ اس کا دائمی اور جاودانہ ہونا بھی ثابت ہے۔ البتہ سید الشہداء علیہ السلام کی عزاداری صرف آنحضرت پر گریہ کرنے میں منحصر نہیں ہے بلکہ دوسری رسومات کو بھی انجام دینا چاہئے۔

۱۔ حلیۃ الاولیاء: ۱۳۸/۳۔

۲۔ وسائل الشیعہ: ۲۸۲/۳، باب ۸۷، حدیث ۷۔

عزاداری اور سوگواری پر ایک نظر

ہم کہہ چکے ہیں کہ عزاداری اور سوگواری سید الشہداء علیہ السلام بپا کرنا صرف گریہ میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ عزاداری کی اور بھی قسمیں ہیں من جملہ بے قراری، رونا پیٹنا اور مرثیہ خوانی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جزع اور نوحہ کرنے کا کیا حکم ہے اور اس کا معنی کیا ہے

روایت میں آیا ہے کہ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ جزع کیا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

«أشد الجزع: الصُّراخ بالويل و العويل ولطم الوجه و الصدر و جزّ الشعر من النواصی...»[1]

بہت زیادہ فریاد کرنا اور آہ زاری کرنا یا چہرے اور سینے پر ہاتھ مارنا اور بالوں کو پریشان کرنا ہے۔

ایک اور معتبر روایت میں آیا ہے کہ جس میں امام علیہ السلام نے فرمایا:

«كلّ الجزع و البكاء مكروه سوى الجزع و البكاء على الحسين عليه السلام»[2]

امام حسین علیہ السلام کے کے علاوہ جزع فزع ناپسند اور مکروہ ہے۔

عزاداری کی ایک اور قسم منہ پر طمانچے مارنا، سینہ پیٹنا اور آہ زاری کرنا ہے یہ تمام موارد خداوند متعال اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کے ہاں پسندیدہ امور میں شمار ہوتے ہیں لہٰذا ان تمام امور کو انجام دینا چاہئے۔

البتہ ان تمام امور کو شرعی حدود میں انجام دینا چاہئے اور مجتہدین عظّام نے دوسرے حدود احکام کی طرح ان کی بھی حدود معین کی ہیں اور ہم کو ان کا مطیع ہونا چاہئے۔ اگر چہ بعض افراد جو بغیر کسی دلیل کے بیہودہ گفتگو کرتے ہیں ان کا حساب و کتاب علیحدہ ہے۔

۱۔ وسائل الشیعہ: ۳/ ۲۷۰-۲۷۱، باب: ۸۳، حدیث: ۱۔

۲۔ ایضاً: ۲۸۲، باب: ۸۷، حدیث: ۹۔

عزاداری اور سوگواری کی ایک اور قسم نوحہ خوانی، پیراہن چاک کرنا، سیاہ لباس پہننا اور اس سلسلہ میں لنگر کا اہتمام کرنا، بازار اور دوکانیں بند رکھنا اور درس وتدریس کی تعطیل کرنا بھی ہے۔ ان تمام امور پر شرعی دلائل موجود ہیں اہل سنت کے معتبر منابع وماخذ میں بھی ان امور کے جواز کے دلائل موجود ہیں اور اگر ابھی تک کسی نے ان پر سے پردہ نہیں اٹھایا تو کیا کیا جائے

مجلس عزا میں شرکت

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا:

«انّ امرأتي و امراة ابن مارد تخرجان في المآتم فأنهاهما، فتقول لي امرأتي: ان كان حراماً فانهنا عنه حتّى نتركه وان لم يكن حراماً فلأى شئ تمنعناه فاذا مات لنا ميت لم يجئنا أحد»

میری اہلیہ اور ابن مارد کی اہلیہ مجالس عزا میں شرکت کے لئے گھر سے باہر نکلتی ہیں اور میں دونوں کو منع کرتا ہوں، میری بیوی جواب میں کہتی ہے کہ اگر ہمارا جانا حرام ہے تو پھر آپ ہمیں روکیں اور اگر حرام نہیں ہے تو پھر آپ کیوں منع کرتے ہیں لیکن اگر ہمارا کوئی عزیز وفات پا گیا، تو پھر کوئی ہماری ماتم داری میں بھی شریک نہیں ہوگا۔

«عن الحقوق تسألني كان أبي عليه السلام يبعث أمّي وأمّ فروة تقضيان حقوق أهل المدينة»[1]

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے جواب میں غور کریں آپ نے جواب دیا:

ا۔ وسائل الشیعہ :۳۰/۲۳۹، باب:۶۹، حدیث: ا۔

تو نے مجھ سے اجتماعی حقوق کے بارے میں سوال کیا ہے میرے پدر بزرگوار (امام صادق علیہ السلام) اپنی والدہ گرامی اور زوجہ محترمہ کو (مدینہ میں لوگوں کی ماتم داری میں شریک ہونے کے لئے) بھیجتے تھے تاکہ ان کے حقوق کی پاسداری کی جائے۔

لہٰذا اس روایات سے درج ذیل مطالب اخذ کیے جاسکتے ہیں:

۱۔ ماتم داری میں شریک ہونا معاشرتی حقوق میں سے ہے لہٰذا اس حق کو ادا کرنے کے لئے دوسروں کی ماتم داری میں شرکت کرنے والے کے یہاں آنا جانا اور اس کے لواحقین کو تعزیت پیش کرنا ان کا حق ہے۔

۲۔ دوسروں کے مراسم عزاداری میں شریک ہونا چاہئے تاکہ وہ بھی ہماری ماتم داری میں شریک ہوں اور یہ مکتب اہل بیت علیہ السلام کے آداب کا حصہ ہے۔

۳۔ اس قسم کے حق کی ادائیگی دائمی ہونا چاہئے، چونکہ امام علیہ السلام نے فرمایا "ان کان ابی یبعث "ہمیشہ میرے پدر بزرگوار بھیجتے تھے۔

۴۔ لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنی خواتین کو مومنین کی ماتم داری میں شریک ہونے سے نہ روکیں۔

ایک اور روایت میں امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

«انّما تحتاج المرأة فی المأتم الی النوح لتسیل دمعتها...»[1]

عورت کو آنسو بہانے کی خاطر ماتم داری میں شرکت کرنے کی ضرورت ہے۔

اس نکتہ پر آپ توجہ کریں! امام صادق علیہ السلام نے یہ نہیں فرماتے کہ میری خادمہ یا کنیز چلی جائے تاکہ فلاں کی ماتم داری میں شرکت کرے بلکہ اپنی مادر گرامی کو جو باعظمت خاتون تھیں اہل مدینہ کی ماتم داری کے لئے بھیجتے تھے یہ اس مطلب کی اہمیت کو بیان کر رہا ہے اور اس معاشرتی حق کو بتلا رہا ہے کہ معاشرے میں جس کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ وسائل الشیعہ: ۳/ ۲۴۲، باب: ۷۱، حدیث: ۱۔

اب اگر لوگوں کے درمیان اس قسم کا اجتماعی حق موجود تھا کہ ائمہ علیہم السلام ان کی پاسداری اور ترغیت دلاتے ہیں تو خود اہل بیت علیہ السلام کی عزاداری کی مجالس میں شریک ہونا کتنا بڑا حق ہماری گردنوں پر ہے ہمیں اہل بیت علیہم السلام کے حقوق کو ادا کرنا چاہتے ہیں۔

جب پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ابراہیم علیہ السلام دنیا سے چل بسے تو آنحضرت نے اس کی عزا میں گریہ کیا۔ (۱)

اور یہ حدیث علما اہل سنت نے بھی نقل کی ہے کہ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ربیبہ بیٹی حضرت رقیہ کا انتقال ہوا تو فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اس طرح گریہ کیا ان کے آنسو اس کی قبر پر ٹپکنے لگے۔ (۲)

اور جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جعفر بن ابی طالب اور زید بن حارثہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے بہت زیادہ گریہ کیا۔ (۳)

اس روایت میں آپ توجہ کریں! کہ امام باقر علیہ السلام نے کچھ رقم جدا کر رکھی تھی تا کہ ان کے بعد آپ کی مجلس عزا بپا کی جائے۔ پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے کہ آنہوں نے حکم دیا کہ حضرت جعفر طیار کے اہل و عیال کے لئے کھانے کا بندوبست کریں چونکہ وہ ماتم داری میں مشغول ہیں۔ (۴)

یہ مکتب امامیہ کی روایات ہیں اور اگر ہم ان پر عمل نہیں کریں گے تو کون کرے گا

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ امام صادق علیہ السلام کی دختر جب دنیا سے رخصت ہوئیں اور آپ کو اطلاع ملی ”فناح علیہا سنۃ“ ایک سال گریہ اور نوحہ خوانی کی گئی اور پھر کچھ مدت کے بعد جب ایک فرزند کا انتقال ہوا تو اس کے لئے بھی نوحہ خوانی کی گئی اور جس وقت اسماعیل بن جعفر خود امام صادق علیہ السلام کے زمانے میں دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ نے

۱۔ وسائل الشیعہ :۳/ ۲۸۰، باب:۸۷، حدیث: ۳۔

۲۔ ایضاً: ۲۷۹، باب:۸۷، حدیث : ۱۔

۳۔ ایضاً: ۲۸۰، باب۲۷، حدیث: ۶۔

۴۔ وسائل الشیعہ:۳/ ۲۳۸، باب:۶۸، حدیث: ۱۔

ان کی موت پر بہت زیادہ آہ زاری کی۔ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کے گھر میں اس طرح کیوں گریہ وزاری اور ماتم داری کی جارہی ہے تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

«انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ قال۔ لمّا مات حمزۃ۔ لکن حمزۃ لا بواکی لہ»[1]

جب حضرت حمزہ علیہ السلام شہید ہوئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حمزہ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں لیکن ان پر گریہ کرنے والا (اپنے خاندان میں) کوئی بھی نہیں ہے۔

عزاداروں کو کھانا کھلانا

عزادار کی پذیرائی کرنا اسلام کے اصولوں میں سے ہے۔ امام صادق علیہ السلام نے ایک روایت میں فرمایا: جب جعفر طیار شہید ہوئے اور آپ کے اہل و عیال ماتم و مجالس میں مصروف تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے عیال کے لئے کھانا تیار کیا جائے اور تین دن تک ان کے ہاں کھانا بھیجا جائے تاکہ وہ عزاداری میں مشغول رہیں لہٰذا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طریقہ کار ایک سنّت بن گیا ہے کہ مصیبت زدہ کے ہاں تین دن تک کھانا بھیجا جائے۔[2]

اسی طرح ایک اور روایت میں امام صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

«ینبغی لجیران صاحب المصیبۃ أن یطعموا الطعام عنہ ثلاثۃ أیام»[3]

ہمیں چاہئے کہ مصیبت زدہ کے ہاں تین دن تک کھانا بھیجیں۔

سیاہ لباس

عزاداری میں سیاہ لباس پہننے کا حکم بھی روایات میں آیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا:

۱۔ ایضاً: ۳/ ۲۴۱، باب: ۷۰، حدیث: ۱۔

۲۔ وسائل الشیعہ: ۳/ ۲۳۵، باب: ٦٧، حدیث ۱۔

۳۔ ایضاً: ۳/ ۲۳۵، باب: ٦٧، حدیث ۱۔

«لمّا قُتل الحسين بن على عليهما السلام ليس نساء بنى هاشم السواد و المسوح و كنّ لا يشتكين من حرّ ولا برد، وكان على ابن الحسين عليهما السلام يعمل لهنّ الطعام للمأتم»[1]

جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو بنی ہاشم کی خواتین نے سیاہ لباس پہنا اور مجلس عزا بپا کی اور امام سجاد علیہ السلام ان کے لئے کھانا آمادہ کرتے تھے۔

ابن الحدید معتزلی لکھتے ہیں:

«فخرج الحسن عليه السلام فبايعه الناس كان خرج اليهم وعليه ثياب سُود»[2]

جب امیر المومنین علیہ السلام شہید ہوئے تو امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سیاہ لباس پہنے ہوئے گھر سے نکلے۔

اس طرح کی روایات اہل سنت کے قدیم ترین مآخذ میں امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے سلسلہ میں پائی جاتی ہیں۔

خواتین کا بناؤ سنگھار نہ کرنا

«فلمّا مات أقام نساء بنى هاشم عليه النوح شهراً»[3]

جب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام شہید ہوئے تو بنی ہاشم کی عورتوں نے ایک ماہ تک نوحہ خوانی کی۔

۱۔ ایضاً: ۳/۲۳۸، باب: ۶۷، حدیث: ۱۰۔

۲۔ رجوع کریں: شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ۱۶/۲۲۔

۳۔ تہذیب الکمال: ۶/۲۵۲؛ البدایۃ و النہایۃ: ۸/۴۷؛ اسد الغابہ: ۲/۱۵؛ ترجمہ الامام الحسین علیہ السلام من طبقات ابن سعد: ۸۴-۸۵؛ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۳/۲۸۳ اور دوسرے مآخذ۔

ایک اور روایت میں عجیب نکتہ ملتا ہے:

«حدّت نساءُ بنی ھاشم علیه سنّةً»[1]

بنی ہاشم کی خواتین نے ایک سال تک آرایش نہیں کی۔

لفظ "حداد" کا معنی زینت و آرایش نہ کرنا ہے۔ انہوں نے سیاہ لباس پہنے اور عزاداری اور نوحہ خوانی کی مجلس بپا کی اور کوئی زنیت وغیرہ نہیں کی یہاں تک کہ سر پر کنگھی بھی نہیں کی۔

بازاروں کا بند کرنا

بازاروں کا بند ہونا عزاداری کی رسومات میں سے ہے اس بارے میں تاریخ طبری کے ذیل میں اس قسم کی عبارت پائی جاتی ہے:

«مکث الناس یبکون علی الحسن بن علی علیه السلام سبعاً، ما تقوم الأسواق»[2]

لوگوں نے امام حسین مجتبیٰ علیہ السلام کی عزاداری کے سلسلہ میں ایک مہینہ تک بازاروں کو بند رکھا۔

یہ سنت اور طریقہ کار اب بھی رائج ہے کہ جب کوئی بزرگ شخصیت اور دانشمند چل بسے تو اس کے غم میں عمومی سوگ کا اعلان ہوتا ہے۔ البتہ یہ مطالب ہم نے شیعیان علی علیہ السلام کے لئے عرض کیے ہیں اور ناصبیوں اور دشمنان اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے ہمیں اپنے وظیفہ کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق: ۱۳/ ۲۹۵، البدایہ والنہایہ: ۸/ ۴۷-۴۸؛ المنتخب من ذیل المذیل: ۱۹۔

۲۔ ترجمہ الامام الحسن علیہ السلام من طبقات ابن سعد: ۹۰؛ المنتخب من ذیل المذیل: ۱۹۔

کتاب کا خلاصہ

اس کتاب کے مختلف حصوں میں ہم نے جو تحقیق پیش کی ہے اور جن مطالب کو اب تک بیان کیا ہے ۔ چند مطالب کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

پہلا مطلب:

مجالس عاشورہ کو شرعی حدود میں رہتے ہوئے انجام دینا چاہئے اوران کی حفاظت اہل بیت کا وہ حق ہے کہ جسے بنوامیہ نے پامال کیا ہے لہٰذا ہمیں جان لینا چاہئے کہ مجالس سید الشہداء علیہ السلام کی کتنی قدر و قیمت ہے۔

دوسرا مطلب:

دو طریقوں سے معاویہ بن سفیان کو ہم سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کا سبب قرار دے سکتے ہیں:

۱۔ معاویہ نے اپنے ناخلف بیٹے یزید کو لوگوں پر مسلط کر دیا لہٰذا وہ تمام لوگ جنہوں نے یزید کی بیعت کی اور تعاون کیا وہ اس کے تمام خلاف شرع کاموں میں برابر کے شریک ہیں۔

۲۔ امام حسین علیہ السلام کے مدینہ سے نکلنے اوراس کے بعد مکہ اور پھر کربلا و عراق اور روزِ عاشورہ تک پیش آنے والے مختلف واقعات کی تحقیقات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس قسم کی منصوبہ بندی سوائے معاویہ کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ یزید نے تو اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اس کو عملی جامہ پہنایا ہے ۔ یہ ایک انتہائی انمول اور قابل غور نکتہ ہے اور وہ لوگ کہ جنہوں نے اس سے پہلے نہیں سنا وہ اسے فوراً قبول نہیں کریں گے ۔ البتہ ہمیں چاہئے کہ اس پر توجہ کی جائے اور جو گزارشات بیان ہوئی ہیں ان میں مزید غور و فکر کیا جائے ۔ ہم دوسروں کے نظریات سے بھی استفادہ کرنے کے قائل ہیں۔

تیسرا مطلب:

کوفہ کے وہ لوگ کہ جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے میں یزید سے تعاون کیا ہے وہ شیعہ نہیں تھے بلکہ وہ لوگ جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے قتل میں براہ راست حصہ لیا ہے۔ جو خصوصیات اور دلائل ہم نے بنواُمیّہ کے پیروں کاروں اور آل ابی سفیان کی موجودگی پر قائم کئے ہیں ان کی روشنی میں یہ سب افراد یا تو شام کے رہنے والے تھے یا پھر شیعیان علی نہیں تھے اور اس جرم کو عملی جامہ پہنانے والے اور ان کی حمایت کرنے والے ہرگز شیعہ نہیں ہوسکتے۔ ہم نے اپنی علمی تحقیق میں یزید کی حمایت کرنے والے رُوسائے عرب اور فوج کے جرنیلوں کی چھان بین کی ہے ہمیں ان میں کوئی بھی شیعہ فرد نظر نہیں آیا۔

چوتھا مطلب:

تاریخ میں واقعہ کربلا کے بارے میں موقف رکھنے کے سلسلہ میں اہل سنت کے علماء اور دانشور چند گروہ میں تقسیم ہوئے ہیں۔ واقعہ کربلا کے سلسلہ میں علمائے اہل سنت کا کیا موقف رہا ہے اس بارے میں ان کے علماء اور دانشور چند گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں:

پہلا گروہ: وہ ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ یزید کی حکومت شرعی تھی اور وہ اسے امیر المومنین سمجھتے ہیں۔ لہٰذا وہ امام حسین علیہ السلام کو فتنہ و فساد بپا کرنے والا اور باغی خیال کرتے ہیں اور امام حسین کے قتل کو جائز قرار دیتے ہیں۔

دوسرا گروہ: علمائے اہل سنت کی اکثریت کا نظریہ یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام ناحق شہید کیے گئے لیکن ان کی گفتگو میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ان میں سے بعض ابھی بھی شک کرتے ہیں کہ قتل حسین کا حکم یزید نے صادر کیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ شاید اس نے توبہ کرلی ہو۔ بہرحال یہ دوسرا گروہ جو اکثریت میں ہے اس پہلے والے گروہ جو بنوامیہ کا طرفدار ہے کا مخالف ہے۔

تیسرا گروہ: یہ وہ علمائے اہل سنت ہیں جو بڑے واضح طور پر بیان کرتے ہیں کہ واقعہ کربلا یزید کے حکم سے رونما ہوا ۔لہٰذا وہ یزید کو مجرم خیال کرتے ہیں اور یہاں تک اس گروہ کے بعض علماء نے اقرار کیا ہے کہ یزید لعنت کا مستحق ہے اور بعض مقام پر تو اس کا کفر بھی ثابت کیا ہے۔

پانچواں مطلب:

شیعیان علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی ذمہ داری ہے کہ مجالس عزا بپا کریں اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے حتی المقدور اس کی حفاظت کی کوشش کریں۔اس لئے کہ واقعہ عاشورہ کی بازگشت امامت جیسے اہم مسئلہ کی طرف ہوتی ہے اورامامت اصول دین میں سے ہے لہٰذا واقعہ عاشورہ اصل دین کے ساتھ مربوط ہے۔اس راہ میں کوشش وسعی اصل دین کی حفاظت ہے اور دین کی بنیادوں کوتقویت پہنچانے کے مترداف ہے۔

مجالس سید الشہداء علیہ السلام میں صرف عاطفی اور جذباتی پہلو کو مد نظر نہیں رکھنا چاہئے۔بلکہ اس میں اعتقادی اور عبادی پہلو بھی موجود رہے۔ فقہ اسلامی میں بہت سارے مسائل ایسے بھی ہیں کہ جن میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ صرف فقہی نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اصل دین سے بھی ہے۔ سید الشہداء علیہ السلام کی عزاداری اور مجالس، شعائر دین ہیں یہ صرف دعوی نہیں ہے بلکہ واقعیت اور عین حقیقت ہے۔کتاب کی ابتداء میں بیان کئے گئے مسائل میں غور کرنے سے یہ معنی خود بخود روشن ہوجائے گا۔

چھٹا مطلب:

عالم اسلام کا ایک اقلیتی ٹولہ جو یزید کا ہم فکر اور اس کے اعمال کی توجیہ و تاویل کرتا ہے اور سید الشہداء علیہ السلام کو غیر مناسب الفاظ سے یاد کرتا ہے، کو چھوڑ کر عالم اسلام کے تمام مذاہب کے افراد مجالس سید الشہداء علیہ السلام میں شرکت کرتے ہیں اور عزاداری کے سلسلہ میں اہل تشیّع کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرتے ہیں اور اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ عقیدت و محبت اور تشیّع کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ افراد اس سلسلہ میں ہمارے ساتھ متحد ہیں اور ان میں سے اگر کوئی حقیقت کی جستجو کرنا چاہتا ہے تو تحقیق کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

اہل سنت کے تمام مذاہب کو چاہئے کہ اس متعصّب اور دشمن اہل بیت علیہم السلام گروہ کے مقابلے میں اپنا نظریہ واضح طور پر بیان کریں، یعنی انہیں بھی چاہئے کہ ہماری طرح اس سخت گیر اور متعصب گروہ پر کُھل کر تنقید کریں اور حق اثبات اور باطل کی نفی کریں۔ تاکہ اس متعصّب گروہ کے نظریہ کو تمام اہل سنت کا نظریہ نہ سمجھا جائے۔ چونکہ مختلف شہروں میں اہل سنت بڑھ چڑھ کر مجالس امام حسین علیہ السلام میں شرکت کرتے ہیں۔ لہٰذا انہیں چاہئے کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر ان چند دین فروش ملاؤں کے خلاف اظہار نفرت اور بیزاری کریں جو عزاداری سید الشہداء علیہ السلام کو بیہودہ خیال کرتے ہیں۔

در حقیقت امام حسین علیہ السلام کی داستان ایک اسلامی واقعہ ہے۔ اگر امام علیہ السلام کی تحریک اور واقعہ عاشورہ نہ ہوتا تو دین اسلام بھی موجود نہ ہوتا۔ اس لئے کہ بنوامیہ دین کی اساس اور بنیاد ختم کرنے کے درپے تھے۔ لہٰذا تمام اسلامی مذاہب کو واقعہ کربلا کی قدردانی کرنی چاہئے اور اہل بیت علیہم السلام اور ان کے باوفا اصحاب نے جو تکلیفیں اور اذیتیں برداشت کی ہیں ان کا حق ادا کرنا چاہئے۔

منابع وماخذ

۱۔ قرآن کریم

الف

۲۔ ابصار العین فی انصار الحسین علیہ السلام: محمد بن طاہر سماوی، کتاب فروشی بصیرتی۔

۳۔ اثبات الوصیہ: علی بن حسین ہمدانی مسعودی، نجف اشرف۔

۴۔ اجتماع الجیوش الاسلامیہ: محمد بن ابی بکر معروف بہ ابن قیم جوزیہ حنبلی۔

۵۔ الاحتجاج: ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی، تحقیق محمد باقر خراسانی، انتشارات مرتضی، ۱۴۰۳ھ ق۔

۶۔ الاخبار الطوال: احمد بن داوود دینوری، مکتبہ حیدریہ، طبع دوم، سال ۱۳۷۹ش۔

۷۔ الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد: محمد بن نعمان عکبری بغدادی، معروف بہ شیخ مفید، موسسہ آل البیت، طبع اوّل، سال ۱۴۱۳ھ ق۔

۸۔ اختیار معرفۃ الرجال (رجال کشی): محمد بن حسن طوسی (شیخ طوسی)، موسسۃ آل البیت لاحیاء التراث، ۱۴۰۴ھ ق۔

۹۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبرّ، مکتبہ نہضت مصر، قاہرہ۔

۱۰۔ اسد الغابہ: عزّالدین ابن اثیر جزری، دار احیاء التراث عربی، لبنان، بیروت۔

۱۱۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ابن حجر عسقلانی، دار صادر، طبع اوّل، سال ۱۳۲۸۔

۱۲۔ اقبال الاعمال: رضی الدین علی بن موسیٰ (سید بن طاوس)، مکتب الاعلام الاسلامی، قم، طبع اوّل، ۱۴۱۶ھ ق۔

۱۳۔ اکمال الکمال: ابن ماکولا، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

۱۴۔الامالی صدوق: ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ معروف بہ شیخ صدوق، مرکز چاپ و نشر موسسہ بعثت، طبع اوّل، سال ۱۴۱۷ھ ق۔

۱۵۔الامالی شیخ طوسی: محمد بن حسن طوسی، تحقیق موسسہ بعثت، نشر دار الثقافہ، ۱۴۱۴ھ ق۔

۱۶۔اعلام الوری: فضل بن حسن طبرسی، تحقیق و نشر موسسہ آل البیت، طبع اوّل، ۱۴۱۷ھ ق۔

۱۷۔الامامہ والسیاسہ: عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری، انتشارات شریف رضی، طبع اوّل، ۱۴۱۳ھ ق۔

۱۸۔انساب الاشراف: احمد بن یحیی بلاذری، تحقیق محمودی، دار التعارف، طبع اوّل، ۱۳۹۷ھ ق۔

۱۹۔انساب الاشراف (شرح حال امام حسن و امام حسین علیہما السلام): احمد بن یحیی بلاذری، تحقیق محمودی، مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیہ، طبع دوّم، ۱۴۱۹ھ ق۔

۲۰۔الانساب: عبدالکریم بن محمد بن منصور السمعانی، دار الجنان، بیروت، طبع اوّل، ۱۴۰۸ھ ق۔

ب

۲۱۔بحار الانوار: محمد باقر مجلسی، موسسہ وفا، بیروت، طبع دوّم، سال ۱۴۰۳ھ ق۔

۲۲۔البدایہ والنہایہ: اسماعیل بن عمر قرشی بصری، معروف بہ ابن کثیر، مکتبہ المعارف، بیروت، طبع ششم، ۱۴۰۵ھ ق۔

۲۳۔بصائر الدرجات الکبری: محمد بن حسن بن فروخ صفار، مکتبہ حیدریہ، طبع اوّل، ۱۴۲۶ھ ق۔

۲۴۔بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: کمال الدین عمر بن احمد بن ابی جرادہ (معروف بہ ابن العدیم)، تحقیق دکتر سہیل زکار، دار الفکر، بیروت۔

ت

۲۵۔تاریخ ابن الوردی: زین الدین عمر بن مظفر (ابن الوردی)، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ ق۔

۲۶۔تاریخ ابن خلدون: عبدالرحمن بن خلدون مغربی، دار الکتاب لبنانی، مکتبہ المدرسہ، ۱۹۸۶م۔

۲۷۔ تاریخ الاسلام: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، دارالکتاب العربی، طبع اوّل، ۱۴۱۰ھ ق۔

۲۸۔ تاریخ بغداد: احمد بن علی خطیب بغدادی، دارالکتاب العلمیہ، بیروت۔

۲۹۔ تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطی، انتشارات شریف رضی، طبع اوّل، ۱۴۱۱ھ ق۔

۳۰۔ تاریخ طبری: محمد بن جریر طبری، موسسہ اعلمی، بیروت، طبع چہارم، ۱۴۰۳ھ ق ودارالتراث۔

۳۱۔ تاریخ مدینہ دمشق: علی بن حسین بن عساکر، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ ق۔

۳۲۔ تاریخ یعقوبی: احمد بن ابی یعقوب، انتشارات شریف رضی، طبع اوّل، ۱۴۱۴ھ ق۔

۳۳۔ تذکرۃ الخواص: سبط ابن جوزی، مکتبہ نینوی الحدیث۔

۳۴۔ ترجمۃ الامام الحسین علیہ السلام ومقتلہ من طبقات الکبری: محمد بن سعد ہاشمی، تحقیق سید عبدالعزیز طباطبائی، موسسہ آل البیت، طبع اوّل، ۱۴۱۵ھ ق۔

۳۵۔ تنقیح المقال: عبداللہ مامقانی، تحقیق محیی الدین مامقانی، موسسہ آل البیت، طبع اوّل، ۱۴۲۳ھ ق۔

۳۶۔ تہذیب الاسماء واللغات: ابوزکریا محی الدین بن شرف النووی، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

۳۷۔ تہذیب التہذیب: احمد بن علی بن حجر عسقلانی، دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۴ھ ق۔

۳۸۔ تہذیب الکمال: یوسف بن عبدالرحمان مزّی، موسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۳ھ ق۔

ث

۳۹۔ الثقات: محمد بن حبان بن احمد ابن حاتم تمیمی بستی (ابن حبان)، موسسۃ الکتب الثقافۃ، طبع اوّل، ۱۳۹۳ھ ق۔

ج

۴۰۔ جامع البیان (تفسیر طبری): محمد بن جریر طبری، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ ق۔

۴۱۔ الجامع الصغیر: جلال الدین سیوطی، دارالکتب علمیہ، بیروت۔

۴۳۔ الجرح والتعدیل: ابو محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی (ابن ابی حاتم)، داراحیاء التراث العربی، بیروت، طبع اوّل، سال ۱۳۷۱ھ ق۔

۴۴۔ جمل من انساب الاشراف: احمد بن یحیی بلاذری، دارالفکر، طبع اوّل، ۱۴۱۷ھ ق۔

ح

۴۵۔ حیات الامام الحسین علیہ السلام من تاریخ حلب: ابن عدیم حلبی، تحقیق سید عبدالعزیز طباطبائی، قم۔

۴۶۔ حیات الحیوان الکبری: کمال الدین محمد بن موسی دمیری، مکتبہ حیدریہ، طبع اوّل، ۱۳۷۸ھ ق۔

خ

۴۷۔ الخصائص الکبری: جلال الدین سیوطی، دارالکتب علمیہ، بیروت، طبع سوم، ۱۴۲۶ھ ق۔

۴۸۔ خائص امیرالمومنین (نسائی): ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی، مکتبہ نینوی الحدیثۃ، تہران۔

د

۴۹۔ الدرالمنثور: جلال الدین سیوطی، دارالفکر، بیروت۔

۵۰۔ الدرالنظیم: یوسف بن ابی حاتم شامی، تحقیق موسسہ نشر اسلامی، قم۔

۵۱۔ دلائل الامامہ: محمد بن جریر طبری امامی، موسسہ بعثت، قم، طبع اوّل، ۱۴۱۳ھ ق۔

ر

۵۲۔ ربیع الابرار: محمود بن عمر زمخشری، انتشارات شریف رضی، طبع اوّل، ۱۴۱۰ھ ق۔

۵۳۔ رجال شیخ طوسیؒ: محمد بن الحسن طوسی (شیخ طوسی)، موسسۃ النشر الاسلامی، طبع اوّل، ۱۴۱۵ھ ق۔

۵۴۔ الرد علی المتعصب العنید: ابوالفرج عبدالرحمان بن جوزی، دارالکتب علمیہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ ق۔

۵۵۔ روح المعانی: محمود آلوسی بغدادی: داراحیاء التراث عربی، طبع چہارم، ۱۴۰۵ھ ق۔

س

۵۶۔ سر العالمین وکشف مافی الدارین: ابوحامد غزالی، مطبعہ نعمانی، نجف اشرف، طبع چہارم، ۱۳۸۵ھ ق۔

۵۷۔ السنن الکبری: ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، دارالمعرفہ، بیروت، طبع دوّم، ۱۴۰۸ھ ق۔

۵۸۔ سنن ترمذی: ترمذی، دارالفکر، بیروت، طبع دوّم، ۱۴۰۳ھ ق۔

۵۹۔ سنن دارمی، ابومحمد عبداللہ بن الرحمن بن الفصل بن بہرام دارمی، مطبعۃ الاعتدال، دمشق، ۱۳۴۹ھ ق۔

۶۰۔ سیرتناو سنتنا: علامہ شیخ عبدالحسین امینی، دارالغدیر، دارالکتاب اسلامی، بیروت، لبنان، طبع دوم، ۱۴۱۲ھ ق۔

۶۱۔ سیر اعلام النبلاء: شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، موسسہ الرسالہ، طبع ہفتم، ۱۴۱۳ھ ق۔

ش

۶۲۔ شرح نہج البلاغہ: ابن ابی الحدید معتزلی، داراحیاء الکتب العربیہ، طبع دوّم، ۱۳۸۵ھ ق۔

۶۳۔ شذرات الذہب: ابوالفلاح عبدالحی بن عماد حنبلی، دارالفکر، ۱۴۱۴ھ ق۔

۶۴۔ شرح قصیدہ الہمزیہ: احمد ابن حجر ہیثمی مکی، دارالرشادالحدیث۔

۶۵۔ شرح المقاصد: سعدالدین تفتازانی، تحقیق دکتر عبدالرحمان عمیرہ، انتشارات شریف رضی، طبع اوّل، ۱۳۷۰ھ ق۔

۶۶۔ شرح صحیح مسلم: ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی، دارالکتب العربی، بیروت، سال ۱۴۰۷ھ ق۔

۶۷۔ شرح نہج البلاغہ: ابن ابی الحدید معتزلی، داراحیاء الکتب العربیہ، طبع اوّل، ۱۳۷۸ھ ق۔

ص

۶۸۔ صحیح بخاری: محمد بن اسماعیل بخاری، دارالقلم، بیروت، طبع اوّل، ۱۴۰۷ھ ق۔

۶۹۔ صحیح مسلم: مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، دار الکتب علمیہ، طبع اوّل، ۱۴۱۵ھ ق۔
۷۰۔ الصراط المستقیم: علی بن یونس عاملی، انتشارات مرتضی، ۱۴۲۵ھ ق۔
۷۱۔ الصواعق المحرقہ: احمد بن حجر ہیثمی مکی، تحقیق عبدالرحمان بن عبداللہ ترکی و کامل محمد خراط، موسسہ الرسالہ، طبع اوّل، ۱۴۱۷ھ ق۔

ض

۷۲۔ الضوء اللامع لاہل القرن التاسع: شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی، دار مکتبہ الحیاۃ۔

ط

۷۳۔ الطبقات الکبری: محمد بن سعد ہاشمی، دار بیروت، طبع اوّل، ۱۴۰۵ھ ق۔

ع

۷۴۔ العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین: تقی الدین محمد بن احمد حسنی فاسی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اوّل، ۱۴۱۹۔
۷۵۔ عمدۃ القاری بشرح صحیح البخاری: بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، دار الفکر، بیروت۔
۷۶۔ العواصم من القواصم: قاضی ابوبکر بن عربی، مکتبہ علمیہ، بیروت۔
۷۷۔ عیون اخبار الرضا علیہ السلام: محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ (شیخ صدوق)، موسسۃ الاعلمی، بیروت، ۱۴۰۴ھ ق۔

غ

۷۸۔ الغارات: ابراہیم بن محمد ثقفی کوفی، تحقیق سید جلال الدین حسینی ارموی، چاپ اُفست۔

ف

۷۹۔الفتاوی الحدیثیہ: شہاب الدین ابن حجر ہیثمی مکی، دارالفکر، بیروت۔

۸۰۔فتح الباری فی شرح صحیح البخاری: ابن حجر عسقلانی، داراحیاء التراث عربی، بیروت، طبع دوّم، ۱۴۰۲ھ ق۔

۸۱۔الفتاوی الحدیثیہ: ابن حجر مکی۔

۸۲۔الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ: ابن صباغ مالکی، دارالحدیث، طبع اوّل، ۱۴۲۲ھ ق۔

۸۳۔فضائل الصحابہ: نسائی، دارالکتب علمیہ، بیروت۔

۸۴۔فیض القدیر بشرح الجامع الصغیر: محمد بن عبدالرؤوف مناوی، دارالفکر، طبع دوم، ۱۳۹۱ھ ق۔

ک

۸۵۔الکافی: محمد بن یعقوب کلینی، دارالکتب اسلامیہ، طبع سوم، ۱۳۶۷ھ ق۔

۸۶۔کامل الزیارات: جعفر بن محمد بن قولویہ قمی، نشر الفقاہہ، طبع اوّل، ۱۴۱۷ھ ق۔

۸۷۔الکامل فی التاریخ: علی بن محمد بن اثیر جزری، دار صادر، دار بیروت، ۱۳۷۵ھ ق۔

۸۸۔کتاب الفتوح: ابومحمد احمد بن اعثم کوفی، دارالاضواء، طبع اوّل، ۱۴۱۱ھ ق۔

۸۹۔کنزالعمال: علی بن حسام الدین متقی ہندی، موسسہ الرسالہ، طبع پنجم، ۱۴۰۵ھ ق۔

۹۰۔کمال الدین وتمام النعمہ: محمد بن بابویہ معروف بہ شیخ صدوق، تحقیق علی اکبر غفاری، نشر اسلامی، ۱۴۰۵ھ ق۔

ل

۹۱۔لسان المیزان: ابن حجر عسقلانی، موسسہ اعلمی، بیروت، طبع سوم، ۱۴۰۶ھ ق۔

۹۲۔لواعج الاشجان: سید محسن امین عاملی، مکتبہ بصیرتی، قم، ۱۳۳۱ش۔

۹۳۔اللہوف علی قتلی الطفوف: سید بن طاؤس، تحقیق شیخ فارس تبریزیان (الحسون)، دارالاسوہ، طبع اوّل، ۱۴۱۴ھ ق۔

م

۹۴۔ مثیر الاحزان: نجم الدین ابن نما حلی، مطبعہ حیدریہ، نجف اشرف، ۱۳۶۹ھ ق۔

۹۵۔ المحلی: ابن حرم اندلسی، دار الفکر، بیروت، لبنان۔

۹۶۔ مختصر تاریخ مدینہ دمشق: ابن منظور محمد بن مکرم، دار الفکر، ۱۴۰۴ھ ق۔

۹۷۔ المختصر فی اخبار البشر: ابوالفداء عماد الدین اسماعیل بن علی، حسینیہ مصریہ، طبع اوّل۔

۹۸۔ المجالس الفاخرہ: سید عبد الحسین شرف الدین عاملی، موسسہ الذکر، طبع اوّل، ۱۳۶۸ھ ق۔

۹۹۔ مجمع الزوائد: ابن حجر ہیثمی، دار الکتب عربی، بیروت، طبع سوم، ۱۴۰۲ھ ق۔

۱۰۰۔ مروج الذہب: علی بن حسین مسعودی، شرکتِ عالمیہ کتاب، طبع اوّل، ۱۹۸۹م۔

۱۰۱۔ مقاتل الطالبین: اصفہانی، انتشارات شریف رضی، طبع اوّل، ۱۴۱۴ھ ق۔

۱۰۲۔ مقتل الحسین علیہ السلام: ابو مخنف ازدی، مطبعہ علمیہ، قم۔

۱۰۳۔ مسند ابی یعلی: احمد بن علی المثنی التیمی (ابو یعلی موصلی)، دار المامون تتراث، بیروت۔

۱۰۴۔ مشاہیر علماء الامصار: ابو حاتم محمد بن حبان (ابن حبان) دار الوفاء، طبع اوّل، ۱۴۱۱ھ ق۔

۱۰۵۔ المصنف ابن ابی شیبہ: عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (ابن ابی شیبہ)، دار الفکر، بیروت، طبع اوّل، ۱۴۰۹ھ ق۔

۱۰۶۔ مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول علیہم السلام: محمد بن طلحہ شافعی، تحقیق ماجد بن احمد العطیہ۔

۱۰۷۔ المعارف: ابن قتیبہ، دار المعارف، مصر۔

۱۰۸۔ المعرفۃ والتاریخ: ابو یوسف یعقوب بن سفیان فسوی، دار الکتب العلمیہ، طبع اوّل، بیروت، ۱۴۱۹ھ ق۔

۱۰۹۔ مقتل الحسین علیہ السلام خوارزمی: ابو مؤیّد موفق بن احمد مکی اخطب خوارزم۔

۱۱۰۔ مقتل الحسین علیہ السلام: سید عبد الرزاق موسوی مقرم، موسسہ نور، طبع اوّل، ۱۴۲۳ھ ق۔

۱۱۱۔ مقدمہ ابن خلدون: عبدالرحمان بن محمد بن خلدون حضرمی، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۴ھ ق۔

۱۱۲۔ مناقب آل ابی طالب: محمد بن علی ابن شہر آشوب، تحقیق یوسف بقاعی، ذوی القربیٰ، طبع اوّل ۱۴۲۱ھ ق۔

۱۱۳۔ المناقب: ابو موید موفق بن احمد مکی اخطب خوارزم (خوارزمی) مکتبہ نینوی الحدیثہ، تہران۔

۱۱۴۔ المستدرک علی الصحیحین: محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، دارالفکر، ۱۳۹۷ھ ق۔

۱۱۵۔ المنتخب من ذیل المذیل: محمد بن جریر بن یزید طبری، موسسۃ الاعلمی، بیروت۔

۱۱۶۔ منہاج السنۃ النبویہ: احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ حرانی (ابن تیمیّہ)، دار احد۔

۱۱۷۔ مسند احمد: احمد ابن حنبل شیبانی، دارالفکر، بیروت۔

۱۱۸۔ معجم البلدان: یاقوت بن عبداللہ حموی رومی بغدادی، داراحیاء التراث عربی، ۱۳۹۹ھ ق۔

۱۱۹۔ المعجم الکبیر: ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، مکتبہ ابن تیمیہ، مصر، قاہرہ، ۱۴۰۴ھ ق۔

۱۲۰۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم: عبدالرحمان بن علی بن جوزی، دارالکتب علمیہ، لبنان، طبع اوّل، ۱۴۱۳ھ ق۔

۱۲۱۔ منہاج السنۃ النبویہ: احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ حرّانی، مکتبہ سلفیہ، طبع اوّل، ۱۳۹۶ھ ق۔

۱۲۲۔ الموضوعات: ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن جوزی، مکتبہ سلفیہ۔

ن

۱۲۳۔ النصایح الکافیہ لمن یتولی معاویہ: محمد بن عقیل، نجف اشرف۔

۱۲۴۔ نوادر المعجزات: محمد بن جریر طبری، موسسۃ الامام المہدی علیہ السلام، قم، طبع اوّل، ۱۴۱۰ھ ق۔

۱۲۵۔ نہایۃ الارب فی فنون الادب: احمد بن عبدالوہاب نویری، طبع مصر۔

۱۲۶۔ نیل الاوطار: محمد بن علی بن محمد شوکانی، دارالجیل، بیروت، لبنان، ۱۹۷۳م۔

۱۲۷۔ نیل الاوطار: محمد بن علی بن شوکانی، داراحیاء التراث عربی، بیروت۔

۱۲۸۔ نورالعین فی مشہد الحسین علیہ السلام: ابواسحاق اسفراینی۔

و

۱۲۹۔ الوافی بالوفیات: صلاح صفدی، دار احیاء التراث، بیروت، ۱۴۲۰ھ ق۔

۱۳۰۔ وسائل الشیعہ: شیخ حرّ عاملی، موسسہ آل البیت، طبع اوّل، ۱۴۱۲ھ ق۔

۱۳۱۔ وفیات الاعیان: شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلّکان، مکتبہ نہضت مصریہ۔